ترجمہ اخبار الحمقیٰ والمغفلین

فلسفہ

عقل و حماقت

مع

تذکرۃ الغافلین

تصنیف

حافظ ابو الفرج جمال الدین
عبد الرحمٰن بن جوزی

مترجم
محمد عابد عمران انجم مدنی
فاضل بھیرہ شریف

کرمانوالہ بک شاپ

ترجمہ اخبار الحمقی و المغفلین

فلسفہ عقل و حماقت

مع تذکرۃ الغافلین

تصنیف
حافظ ابوالفرج جمال الدین
عبدالرحمن بن جوزی

مترجم
محمد عابد عمران انجم مدنی
فاضل بھیرہ شریف

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور
Ph: 042 7249 515

بفیضانِ کرم

حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف **حضرت کرماں والے**

آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ

شمیم باغ ولایت
- حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منظر بدر طریقت
- حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری مدظلہ العالی

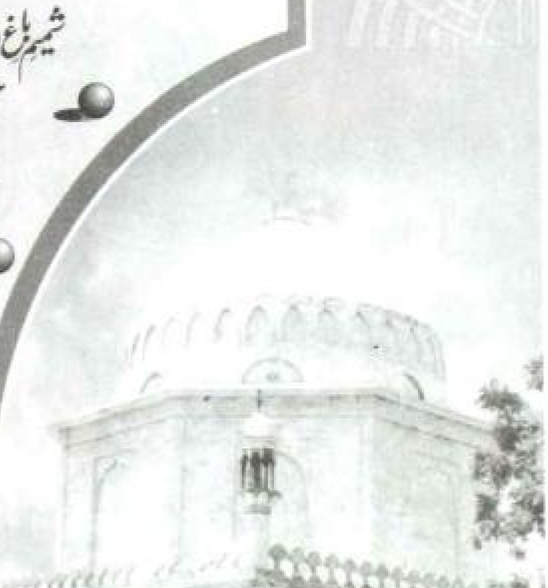

بفیضانِ نظر

حضرت پیر

سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی

سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف

زیرِ ادارت

حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

زیرِ اہتمام

سمیع اللہ برکت

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت ۲۵ - مئی سن ۲۰۰۰ء

قیمت 160 روپے

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	کلماتِ مترجم	21
2	پیش لفظ از محقق رضوان جامع رضوان (قاہرہ)	23
3	ثمراتِ عقل	23
4	اقسامِ عقل	24
5	عاقل کی پہچان کے تین طریقے	28
6	عقل کی ماہیت و مقام	30
7	ہماری تحقیق	44
8	مقدمہ	46
9	فصل	54
10	فصل	55
11	فصل	58
12	**پہلی قسم**	60
13	مفہوم حماقت اور احمقوں کی صحبت سے بچنے کا بیان	60
14	**پہلا باب**	61
15	حماقت اور اس کے معنیٰ کا بیان	61
16	فصل	62

17	حماقت و تغفیل کا معنی	62
18	**دوسرا باب**	64
19	حماقت کے فطری چیز ہونے کا بیان	64
20	**تیسرا باب**	67
21	حماقت کے متعلق لوگوں کے اختلاف کا بیان	67
22	**چوتھا باب**	69
23	احمقوں کے اسماء کا بیان	69
24	احمق مردوں کا نام	69
25	احمق عورتوں کے نام	70
26	**پانچواں باب**	72
27	احمق کی صفات کا بیان	72
28	شکل وصورت کی حیثیت سے احمق	72
29	داڑھی کا لمبی ہونا حماقت	73
30	خلیفہ مہدی کا احمقوں اور عقل مند کو پہچاننا	75
31	عادات وافعال کی حیثیت سے احمق	77
32	علاماتِ احمق	77
33	عاداتِ احمق	79
34	احمقانہ اخلاق	79
35	احمق کی پہچان	80
36	حماقت کی علامات	80
37	**چھٹا باب**	82
38	احمقوں کی صحبت سے بچنے کا بیان	82

39	**ساتواں باب**	87
40	جن کی حماقت عربوں میں ضرب المثل ہے ان کا بیان	87
41	حماقت میں ضرب المثل لوگ	87
42	حماقت میں ضرب المثل چوپائے	88
43	حماقت میں ضرب المثل پرندے	88
44	حماقت میں معروف حیوان	88
45	**آٹھواں باب**	90
46	حماقت میں ضرب المثل لوگوں کی حکایات کا بیان	90
47	1-ہبنقہ	90
48	2-ابوغبشان	91
49	3-شیخ مھو	92
50	4-عجل بن لجیم	92
51	5-حمزہ بن بیض	93
52	6-ابواسید	94
53	7-جحا	95
54	8-مزبد	99
55	9-ازہرالحمار	100
56	10-ابومحمد جامع صیدلانی	101
57	11-ابوعبداللہ بن جصاص	102
58	فصل	116
59	حماقت میں ضرب المثل عورتیں	116
60	**نواں باب**	118

61	ان عقلمندوں کا بیان کہ جن سے فعل حماقت سرزد ہوا اور وہ اسے درست قرار دینے پر بضد رہے اور اسی ضد کی وجہ سے وہ بھی احمقوں کی فہرست میں شمار کیے گئے	118
62	احمقِ اعظم ابلیس	118
63	احمقِ اعظم کے کلام کا خلاصہ	119
64	دعوے میں دو جہالتیں	119
65	احمقِ اعظم ثانی ابوالحسین ابن الراوندی	120
66	فصل	123
67	حماقت قابیل	123
68	فصل	129
69	جماعت عقلاء کے افعال حماقت	129
70	**دوسری قسم**	137
71	**دسواں باب**	138
72	مغفل قرّاء اور مصحفین کا بیان	138
73	**گیارھواں باب**	146
74	مغفل راویانِ حدیث اور حدیث غلط لکھنے اور پڑھنے والوں کا بیان	146
75	**بارھواں باب**	161
76	بیوقوف حکام اور گورنروں کا بیان	161
77	**تیرھواں باب**	171
78	مغفل قاضیوں کے بیان میں	171
79	**چودھواں باب**	175
80	مغفل کاتبین اور دربانوں کا بیان	176
81	**پندرھواں باب**	180

82	بیوقوف موذنوں کا بیان	180
83	**سولھواں باب**	181
84	مغفل اماموں کا بیان	181
85	**سترھواں باب**	184
86	بیوقوف دیہاتیوں کا بیان	184
87	**اٹھارھواں باب**	192
88	اپنے آپ کو فصاحت اور اعراب میں ماہر ظاہر کرنے والے مغفلین کا بیان	192
89	فصل	199
90	جنہوں نے عام لوگوں سے نحوی گفتگو کی ان کا بیان	199
91	**انیسواں باب**	204
92	مغفل شعراء کے بیان میں	204
93	**بیسواں باب**	208
94	قصہ گو بیوقوفوں کا بیان	208
95	**اکیسواں باب**	213
96	خودکو پرہیزگار ظاہر کرنے والے بیوقوفوں کا بیان	213
97	**بائیسواں باب**	219
98	بیوقوف معلموں کا بیان	219
99	**تئیسواں باب**	224
100	بیوقوف جولاہوں کا بیان	224
101	**چوبیسواں باب**	225
102	مطلق بیوقوفوں کا بیان	225
103	لمبی داڑھی دلیل حماقت	225

104	اگر سچا ہے تو!	225
105	آپ کا ہی ہے	225
106	حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مواخذہ	225
107	عجیب وغریب	226
108	خاموشی	226
109	تخلیق	227
110	دانے میں سوراخ	227
111	غسل کیا کیسے	227
112	قرآن کا نسخہ	227
113	وتر نہیں پڑھے	228
114	آوے کا آوا	228
115	کباشی اور معبد	229
116	انسان نہیں گدھا	229
117	گھوڑوں میں مہارت	229
118	برابر عمر	230
119	ساتھیوں کی ضرورت	230
120	عیادت اور تعزیت	230
121	روزہ دار کا کھانا پینا	230
122	چپ رہنا بہتر	231
123	خاموش رہنے والا	231
124	گدھے کی چوری	231
125	کفن کی خریداری	232

126	انت طالق ان	232
127	تین بیوقوف بھائی	232
128	سارے کام اللہ تعالیٰ کے	233
129	بیوقوف کی گواہی	233
130	مدّعی اور مدّعا علیہ	233
131	انساب والقاب کا ماہر	234
132	سب سے بری حالت	234
133	پانی بہاؤں گا	235
134	انشاءاللہ! مکے میں	235
135	فضیلت معاویہ وعیسیٰ	235
136	نماز بے وضو جائز	235
137	عجیب معافی	236
138	انشاءاللہ!!	236
139	نہیں انشاءاللہ!	236
140	کم سے کم شر	236
141	مالِ وراثت	237
142	اے فلانی!	237
143	تاریخِ ولادت	237
144	سفید بلی	238
145	جو کھینچے	238
146	چھانٹی کرو	238
147	دس گدھے ایک کم	238

148	لڑکے پر آمادگی	239
149	ہر کلام میں تسبیح	239
150	قل ھو اللہ احد	239
151	رجوع کرنا جائز	239
152	لذیذ اور مزیدار مچھلی	240
153	میں سیر نہیں ہوا	240
154	تین بار کھا کر روزہ	240
155	مسجدِ دمشق	241
156	اپنی فکر	241
157	علمِ نجوم کا ماہر	241
158	سورۂ فاتحہ کب نازل ہوئی	241
159	جولاہے کا مرثیہ	242
160	پسندیدہ کتا	242
161	دو کپڑے	242
162	بدلہ لے لے	243
163	خود کو گدگدی	243
164	بیوی کی خوبیاں	243
165	مختصر نام	243
166	کہیں جانا نہیں	243
167	جیل میں رات	244
168	سفر کرنا سیکھنا	244
169	حصولِ یقین	244

170	مجھ جیسا	244
171	استغفراللہ!!	245
172	گواہ لانے کیلئے	245
173	بیٹے کی پیدائش	245
174	ختنے نہیں کرائے	246
175	ملک الموت!	246
176	ابھی راستے میں!	246
177	جلدی بوڑھا ہونا	246
178	معاف کیجئے گا	247
179	اس سال یا آئندہ	247
180	خیر خواہی اور نصیحت	247
181	رمضان المبارک	248
182	کنواری اور شادی شدہ	248
183	لگام اور کھونٹے	249
184	واپس چلی جا	249
185	عورتوں کی کبوتر	249
186	اتنے بڑے پردے	249
187	عاشورہ رمضان میں	250
188	دوبارہ ایسامت کرنا	250
189	گنتی کرلو	250
190	اجرت اور خدمت	251
191	ابھی تعزیت	251

192	ہائے! یہ پڑوسی	251
193	اپنے والد سے بڑا	252
194	پڑوسی کی گواہی	252
195	چار درہم افیون کا نسخہ	252
196	گھٹنوں کا درد	253
197	آنکھوں کا مریض	254
198	عجیب شغل	254
199	تیرا گھر ہے یا بصرہ	256
200	نرم سواری!	256
201	زفرات لڑکیاں	257
202	بہت بڑی تکلیف	257
203	مرنے والا کون؟	257
204	چار من اور آٹھ من	257
205	مشترکہ کنواں	257
206	چوزے نکالنا ہیں	258
207	سری میں مخنے	258
208	بچپن سے سالن کی عادت	258
209	بیس مرتبہ تلاش	258
210	برف کا شوق	259
211	بے وضو امام نہ بننا	259
212	رسول ﷺ سے انوکھی محبت	259
213	نیت اچھی ہے	259

214	جبہ کم دو قیراط	260
215	داڑھ میں درد	260
216	اللہ المستعین	260
217	ہاتھ دھولو	260
218	دوگنا دشمن	261
219	تم دجال ہو	261
220	کچھ نہیں سنا	261
221	گٹھلیاں جمع کروں گا	261
222	لگام میری ہے	261
223	موت کی علامت	262
224	سوالاتِ قبر	262
225	پیروں میں موزے	262
226	جہنمی سر	262
227	شیر نے خراب کی	263
228	بیوقوف حمام میں	263
229	کھانا ہضم	263
230	مردہ کون؟	263
231	اناج اور اس کا بھاؤ	263
232	بال اُگ آئیں گے	263
233	پسوؤں کے دن	264
234	دو میں سے درمیانہ	264
235	کیسی سرگوشی	264

236	کتے کو کاٹ لیا	264
237	میں سوار نہیں تھا	265
238	کنویں میں چہرہ	265
239	بہت برا آدمی	265
240	سنِ ولادت	265
241	چوالیس تاریخ	265
242	پانچ ہزار درہم	265
243	بچہ بغل میں	266
244	زمین پر مینار	266
245	گدھا کیوں بنا	266
246	اظہارِ فخر	266
247	گناہوں کی معافی	267
248	آئندہ کل آیا ہوں	267
249	بیوقوف بیٹا	267
250	آدھا گھر	267
251	تعزیتی خط	268
252	صبح بخیر!	268
253	ابلیس و آدم علیہ السلام کا ستارہ	268
254	وہی کافی ہے	269
255	وہ ضرور روتی ہے	269
256	چار کپڑوں کا کفن	269
257	آنے اور جانے کا حساب	270

258	دن چھوٹے	270
259	والد! بچپن میں انتقال	270
260	یہاں اجنبی ہوں	270
261	سات بائی آٹھ	270
262	دیرالعاقول کا باشندہ	271
263	بچے کا نام	271
264	سمع اللہ	271
265	شاذوران	271
266	آپ کیلئے بے وقوف	271
267	کتاب ''خلق الانسان''	271
268	اللہ اور فرشتے	272
269	ممتحن کون؟	272
270	تاریخی بصیرت	272
271	آپ کا بدلہ	273
272	''میں'' میں ہوتا	273
273	ہتھیلی سے سانس	273
274	میرے آقا! میں اونٹنی	273
275	بغیر نمونے کے	273
276	مکمل پہچان	273
277	بیت الخلاء میں حماقت	274
278	کانوں کا فائدہ	274
279	یتیم اونٹ	275

280	نعل بندی کرنے والا	275
281	اللہ کی طرف سے الہام	275
282	بہترین کلام کی روایت	276
283	تین احمقوں کا وفد	276
284	لمبی داڑھی والا	276
285	نام کی پہچان	277
286	آیت وحدیث کا مفہوم	277
287	أنا علۃ	277
288	موت سے پہلے طلاق	278
289	نکاح کا خطبہ	278
290	پچاس جمع پچاس برابر چالیس	278
291	بہترین بیمار پُرسی	278
292	علمِ نحو اور فقہ	279
293	چابی میرے پاس ہے	279
294	حضرت علی ہاشمی یا علوی	280
295	شیخ النحو کی توبہ	280
296	کامیاب لوٹو	281
297	چادر بالکل نئی	281
298	پیروں میں موزے	281
299	مؤمنین کے ماموں	281
300	آدھا قرآن مخلوق	282
301	ثواب کی امید	282

302	حضرت مریم علیہا السلام کون؟	282
303	سنت؟؟	283
304	اصحابِ کہف	283
305	ابوبکر افضل یا عمر رضی اللہ عنہما	283
306	پیشاب کی حفاظت	284
307	بہترین نسخہ	284
308	مقوی شربت	284
309	پچھنے لگواؤ	285
310	جنت میں داخلہ	285
311	مردے پر سختی	285
312	دو ملا کر ایک	285
313	مردہ آزاد	285
314	نیک ارادہ	286
315	اس طرف بھی ہے	286
316	قرض کا مطالبہ	286
317	پانی کی ٹینکی	287
318	چوری کا الزام	287
319	تین دعائیں	287
320	ستارہ بکرا	287
321	کاتب کا غلام	288
322	حلوا بنانا	288
323	اندر نکسیر	288

324	ایک نے گھیر لیا	288
325	انصار میں سے	288
326	اونٹ اور کجاوہ	289
327	اذان کی آواز	289
328	انگوٹھی	289
329	سارنگی، طبلہ اور بانسری	289
330	غصب اور صدقہ	290
331	خاوند کا پیشہ	290
332	کھاؤ!!	290
333	نمک لگانا	290
334	دو بار یا تین بار	290
335	ماں سے پوچھو	290
336	آسمان صاف ہے یا	291
337	مشورہ امانت	291
338	شادی شدہ نہ کنواری	291
339	مر جاؤں گا	291
340	مسخ شدہ جانور	292
341	موٹی قمیض	292
342	ناکامی بھونا	293
343	فخر جنیدی کے گھوڑے	293
344	موت کا لعاب	294
345	نام رکھا محمد	294

346	طبری چادر	294
347	دو لونڈیوں والا	295
348	رہٹ کے پاس	295
349	درد ہوتا ہے	295
350	ٹڈی ہے یا زنگی	295
351	ٹکڑا خرچ کیا	296
352	خواب کی تعبیر	296
353	قرآن قدیم ہے	296
354	بہترین طریقۂ وزن	297
355	بیوقوف کا خط	297
356	بیوقوف نے لکھا	297
357	ایک سو بیس	297
358	سر کے بال	298
359	داڑھیاں صاف کرو	298
360	قرآن میں غلطی	298
361	جمعہ میں عدم شرکت	298
362	بیوی کو طلاق	299
363	اللہ ہی واقف ہے	299
364	بیوقوف کا گدھا	299
365	نیزے کی چوڑائی	300
366	کتاب الصدقات	300
367	میرے باپ کا شعر	300

368	پروانے سے جھگڑا	301
369	زمزم کا کنواں	301
370	دیوار کی چیکنگ	301
371	شیخ کشفیلی کی حماقت	302
372	لاست آلا اللہ	302
373	دنبے کی چکتی	302
374	وہ بھی مر گئے	303

کلمات مترجم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علی سیّد المرسلین و علی آلہ الطیبین و اصحابہ المهدیّین اجمعین! برحمتك یا ارحم الراحمین!

علامہ ابن جوزی کی کتب اس لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں کہ آپ ہمیشہ ان موضوعات کو تختۂ مشق بناتے ہیں کہ جو کہ اچھوتے اور کسی حد تک عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں بہت عظیم فوائد پنہاں ہوتے ہیں۔

بعینہٖ یہی حال علامہ صاحب کی تالیف "اَخبارُ الحُمقٰی وَالمُغفّلِین" کا ہے۔ کتاب کے نام سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسے فقط اس لئے تالیف کیا ہے تاکہ قاری اس کے مطالعہ سے اپنے نفس کو عمل وعبادت کی مشقت سے راحت پہنچائے۔ اور یہ بھی کہ اس میں فقط احمقوں اور بیوقوفوں کی کہانیاں اور قصے درج ہوں گے۔

لیکن کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں علامہ ابن جوزی نے بہت عمدہ طریقے سے حماقت کا مفہوم، احمقوں کی صفات و طبائع وغیرہ ذکر کی ہیں۔ اور کیا یہ صفات فطری ہیں کہ انسان سے جدا ہی نہیں ہوتیں یا ان کا تدارک کسی طریقے سے ممکن ہے اس چیز پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ پھر احمقوں کی صحبت سے بچنے کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہئے اس بات کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

بعدازاں مختلف طبقہ کے احمقوں کی حکایات وواقعات ذکر کئے گئے ہیں گویا کتاب کو دوقسموں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی قسم حماقت کے متعلق ہوگی کہ حماقت ہے کیا چیز؟ جبکہ دوسری قسم احمقوں کی حکایات کے متعلق ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس میں فوائد کون کون سے ہیں۔ تو اس بارے میں خود علاّمہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے احمقوں پر تین وجوہات کی بنا پر کتاب لکھی ہے۔

1- پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ایک عقلمند انسان بیوقوفوں کی حکایات سن کر عقل کی عظیم نعمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے گا۔

2- دوسری وجہ یہ ہے کہ احمقوں کے عجائبات پڑھنے سے عقل بیدار ہوجائے گی اور ان کی حماقتوں سے عقلمند کو بچالے گی۔

3- تیسری وجہ یہ کہ تھکاوٹ دور کرنے کیلئے بے بنیاد افسانوں اور کہانیوں کی جگہ، سچے اور عبرت آموز واقعات پڑھنے سے دل و دماغ کو خوشی اور مسرت حاصل ہوگی اور انہیں واقعات سے عبرت حاصل ہوگی۔

گویا یہ کتاب کہانیوں کا پلندہ نہیں بلکہ عظیم و کثیر فوائد کی حامل تالیف ہے۔ جس کو پڑھنے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

میں نے جہاں تک ہوسکا اسے سلیس اردو میں ڈھالنے کا اہتمام کیا ہے اور ساتھ ساتھ راویوں کے مختصر حالات بھی ہر باب اور فصل کے آخر میں حاشیہ کے تحت ذکر کردیئے ہیں تاکہ سونے پر سہاگہ ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو قاری حضرات کیلئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین۔

فقط

والسلام

(احقر العباد) محمد عابد عمران انجم مدنی

فاضل بھیرہ شریف

پیش لفظ از محقق رضوان جامع رضوان (قاہرہ)

الحمد اللّٰہ ربّ العالمین ٥ الرحمٰن الرحیم ٥مالك یوم الدین و الصّلاۃ و السلام علی المبعوث رحمة للعالمین صلاۃً و سلامًا دائمین الی یوم الدّین۔

امّا بعد!

اللہ ربّ العزت نے انسان کو عقل کی بنا پر اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اسی عقل کے باعث انسان اللہ تعالیٰ کے خطاب اور مکلّف بنائے جانے کا اہل ہے اور اسی عقل کی وجہ سے انسان اپنے جوہر میں پائی جانے والی غرض و غایت یعنی علم و عمل سے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرتا ہے۔

ثمراتِ عقل:

عقل کے ثمرات میں سے سب سے پہلا ثمرہ خالق و مالک سبحانہٗ وتعالیٰ کی معرفت ہے۔ کیونکہ عقل ہی خالق و مالک کا نشان دریافت کرنے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی صداقت کا پتہ لینے میں مشغول رہتی ہے۔ یہاں تک کہ انہیں خوب جان لیتی اور پہچان لیتی ہے۔ اور عقل ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی اطاعت پر برانگیختہ کرتی ہے اور ہر مشکل چیز کے حصول میں تدبیر کرتی ہے۔ اور عواقب وانجام کی نگرانی کرنے اور جس چیز میں سلامتی ہو اور اس کی ضرورت بھی ہو اس پر عمل کرنے میں عقل انسان کی ہمیشہ مددگار رہتی ہے۔ لہٰذا انسان دنیا کو آخرت کیلئے ترک کر دیتا ہے۔

شاعر متنبی کہتا ہے کہ

لولا العقول لكان ادنی ضيغم ادنی الی شرف من الانسان

”اگر عقلیں نہ ہوتیں تو ایک ادنیٰ سا حقیر سا شیر بھی شرف انسانی کے قریب قریب ہوتا“۔

ابشیہی نے ''المستطرف'' میں ذکر کیا ہے کہ عقل کی دو اقسام ہیں۔

اقسام عقل:

1- وہ عقل جو کہ کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتی۔

2- وہ عقل جو کہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے۔

پہلی قسم کی عقل ''فطری عقل'' ہے جو کہ عقلاء کے مابین مشترک ہوتی ہے جبکہ دوسری قسم کی عقل ''تجرباتی عقل'' ہے اور یہ عقل کسبی ہوتی ہے اور اس میں زیادتی تجربات و واقعات کی کثرت کی بنا پر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ بوڑھا آدمی کامل عقل والا ہوتا ہے جبکہ صاحب تجربہ آدمی زیادہ فہم وفراست اور راجح معرفت والا ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ

من بیضت الحوادث سواد لمته   و اخلقت التجارب لباس جدته

واراه اللّٰہ تعالیٰ لکثرة ممارسته   تصاریف اقداره واقضیته

کان جدیرا برزانة العقل ورجاحة الدرایة

''حوادثات زمانہ نے جس کے بالوں کی سیاہی کو سفیدی میں بدل دیا ہے اور تجربات نے جس کی بزرگی کا لباس پرانا کر دیا ہے۔ اور کثرت مہارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی قضاء وقدر کا پھرنا دکھا دیا ہے۔ تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اسے صاحب عقل اور صاحب فہم وفراست گردانا جائے''۔

بعض اوقات اللہ رب العزت اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے مخفی لطف وکرم کے ساتھ خاص فرما دیتا ہے جو اس بندے کو حدِّ اکتساب سے خارج کر دیتی ہے اور وہ صاحب تجربات و آداب پر ترجیح حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس بات کی دلیل اللہ رب العزت کا قرآن مجید میں بیان کردہ وہ قصہ ہے جو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے بارے میں ہے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

"و اتیناہ الحکم صبیا"۔ (المریم:۱۲)

''اور ہم نے اسے بچپنے میں ہی حکمت عطا کی''۔

تو جس آدمی کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خوش بختی کی قسم میں سے کوئی چیز پہنچے اور اسے عنایت ازلی حاصل ہو۔اس کے باطن پر ملکوتی انوار اور ہدایت ربانی ضوفشاں ہو تو اس کا دل ذہانت و فطانت سے متصف ہوگا اور اس کا ظن و تخمینہ صحیح بات کو پہچان لے گا اگرچہ کم عمری تجربے کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔

اس بات کی مثال حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کا قصہ ہے۔آپ علیہ السلام ابھی بچے تھے کہ آپ نے اپنے والد صاحب حضرت داوٗد علیہ السلام کا بکریوں اور کھیت کے معاملے میں فیصلہ رد کیا۔

مفسرین کرام نے جو کچھ اس بارے میں نقل کیا وہ یہ ہے کہ

دو آدمی حضرت داوٗد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان میں سے ایک بکریوں کا مالک تھا اور ایک کھیت کا مالک تھا۔کھیت والے نے کہا کہ اس نے رات کے وقت اپنی بکریاں میرے کھیت میں چھوڑ دیں تو انہوں نے میرا کھیت کھا پی کر اجاڑ ڈالا ہے اور میرے لئے اس میں کوئی چیز نہیں بچی۔

حضرت داوٗد علیہ السلام نے فرمایا کہ

تمام بکریاں کھیت والے کو اس کے کھیت کے عوض دی جاتی ہیں۔جب وہ دونوں آپ علیہ السلام کے پاس سے واپس لوٹے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔آئمہ تفسیر نے نقل کیا ہے کہ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر مبارک گیارہ سال تھی۔آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ بادشاہ سلامت نے تمہارے درمیان کیا فیصلہ صادر کیا ہے؟ تو انہوں نے ساری بات بتادی۔تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے علاوہ بھی ایک ایسی بات ہے جو دونوں فریقوں کیلئے زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔تو وہ دونوں حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس دوبارہ گئے اور جو آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا وہ انہیں بتایا حضرت داوٗد علیہ السلام نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان سے پوچھا کہ کیا بات دونوں فریقوں کیلئے زیادہ بہتر ہے؟

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

بکریاں کھیت والے کے حوالے کر دی جائیں (اکثر مفسرین کے نزدیک وہ کھیت انگوروں کا تھا جن کے خوشے لٹک رہے تھے) کھیت والا بکریاں لے جائے ان کا دودھ پئے اور ان کی نسل سے نفع حاصل کرے۔ رہا کھیت! تو وہ بکریوں والے کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اس میں کام کرے۔ اور جب کھیت اسی حالت پر لوٹ آئے جس حالت پر اس وقت تھا جب اس میں بکریاں داخل ہوئیں تھیں۔ اس وقت کھیت والا بکریاں واپس دے دے اور انگوروں کا کھیت اس کے خوشوں سمیت اس کے حوالے کر دیا جائے یہ فیصلہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ

آپ کا فیصلہ ہی بہترین ہے۔ لہٰذا حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ نافذ فرما دیا۔

اسی قصہ کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

"وداود و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم و کنا لحکمهم شاهدین ففهمناها سلیمان و کلا اتینا حکما و علما"۔

(الانبیاء، ۷۸، ۷۹)

"اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکا تے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے تو ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا"۔

تو یہ معرفت و فراست حضرت سلیمان علیہ السلام کو کثرت تجربہ اور لمبی عمر کی بنا پر حاصل نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ تو فقط عنایت ربانی اور لطف الٰہیہ سے حاصل ہوئی تھی۔ تو جب اللہ رب العزت اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اس کے دل میں اپنی عطا کے انوار و تجلیات کسی بھی چیز کے بارے میں ڈالتا ہے تو وہ بندہ صحیح چیز کی ہدایت و رہنمائی حاصل کر لیتا ہے اور بہت سے اسباب میں صاحب تجربات و اکتساب سے ترجیح حاصل کر لیتا ہے۔

عقل کی فضیلت کے متعلق بہت سی احادیث ہیں۔ لیکن ضعیف ہیں بلکہ ان میں سے اکثر موضوع ہیں۔ ابن جوزی (مصنف کتاب) نے "ذم الھوی" میں عقل کی فضیلت کے

متعلق بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔اور ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ عقل کی فضیلت کے متعلق رسول نبی کریم ﷺ سے بہت سی روایات منقول ہیں مگر ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

ابو حاتم بن حبان سے منقول ہے۔فرماتے ہیں۔

میں نے عقل کے متعلق نبی کریم ﷺ سے مروی کوئی صحیح حدیث نہیں سنی ہے۔

ابن جوزی نے فضیلت عقل کے متعلق چند آثار بعض صحابہ اور تابعین سے ''ذم الھوی'' میں نقل کئے ہیں۔

ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں۔

اگر عقلمند آدمی صبح و شام زندگی گزارے اور اس کے گناہ ریت کے ذرّوں کے برابر ہوں تو بھی اسے نجات و سلامتی اور ان سے چھٹکارے کی امید ہوگی۔اور اگر جاہل آدمی صبح و شام زندگی گزارے اور اس کی نیکیاں ریت کے ذرّوں کے برابر ہوں تو تب بھی اسے یہ امید نہیں ہوگی کہ ان میں سے ذرّہ برابر قبول ہوں گی۔ان سے پوچھا گیا۔کہ یہ کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب عقلمند آدمی کوئی خطا اور لغزش سرانجام دے بیٹھتا ہے تو وہ اس کا تدارک توبہ کے ساتھ اور جو عقل اسے عطا کی گئی ہے اس کے ساتھ کر لیتا ہے۔جبکہ جاہل آدمی اس آدمی کی مانند ہے جو پہلے عمارت تعمیر کرتا ہے پھر اسے گرا دیتا ہے۔تو وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کام کرتا ہے جو اس کے نیک اعمال کو فاسد و ہلاک کر دیتا ہے۔(یہ روایت بغیر اسناد کے ہے) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں۔

آدمی کا دین اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب اس کی عقل مکمل ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو عقل عطا فرماتا ہے تو کسی نہ کسی روز اس عقل کے باعث اسے نجات عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

پہاڑ کو منتقل کرنے کیلئے چٹانیں اور پتھر منتقل کرنے پڑتے ہیں۔عقلمند مومن کو فریب دینا شیطان کیلئے شدید ترین ہوتا ہے۔

اصبہانی کی کتاب ''محاضرات الادباء'' میں ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ

اشیاء کی مقدار کے متعلق قولاً اور فعلاً غور وفکر کرنا عقل کہلاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ

عواقب وانجام کے بارے میں غور وفکر کرنا عقل ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ

عقلمند آدمی وہ ہے جس کی تمام خواہشات پر کوئی نگران ہو۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ

عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو حرام کردہ اشیاء سے روکے رکھے۔ اور حماقت سے مراد یہ ہے کہ صحیح اور صائب رائے کی کمی ہو اور آدمی نامناسب موقع پر گفتگو کرے۔

جبکہ بعض نے یہ کہا ہے کہ

جو چیزیں عقلمند آدمی کیلئے قابل ستائش ہوں ان کا نہ پایا جانا ''حماقت'' ہے۔ کسی دانا سے یہ پوچھا گیا کہ

کسی آدمی کی عقل کو پہچاننے کا کیا طریقہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جو آدمی گفتگو کم کرے اور جو گفتگو کرے اس میں بہت زیادہ صائب الرائے ہو وہ عقلمند ہوگا۔

لوگوں نے پوچھا کہ اگر وہ پاس موجود نہ ہو تو پھر عقل کی معرفت کا کیا طریقہ ہے؟

تو اس دانا نے جواب دیا کہ تین چیزوں میں سے ایک چیز کے پائے جانے سے اسے پہچان سکتے ہو۔

عاقل کی پہچان کے تین طریقے:

1- اس کے قاصد سے اس کی عقل پہچان سکتے ہو۔

2- اس کے خط سے پہچان سکتے ہو۔

3- اس کے تحفے سے پہچان سکتے ہو۔

قاصد سے اس بنا پر کہ قاصد اس آدمی کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس کا خط اس کی زبان کے کلام کا وصف بیان کرتا ہے جبکہ تحفہ اس کی ہمت کا عنوان اور دیباچہ ہوتا ہے۔ تو ان

تینوں میں سے جتنا کسی میں نقص ہوگا اتنا ہی اس آدمی کی عقل میں نقص ہوگا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ

آدمی کی عقل کے متعلق اس کا لوگوں کی اچھی طرح خاطر و مدارت کرنا بہت بڑی شہادت ہے۔ اور یہ بات کافی ہے کہ لوگوں کی خاطر و مدارت کرنا اس بات کی گواہی ہے کہ خاطر مدارت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے یہ سب کر رہا ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''جو لوگوں کی خاطر و مدارت سے محروم ہوا وہ توفیق ربانی سے محروم ہوا''۔

اس سے ثابت ہوا کہ جسے خاطر و مدارت کرنے کی ہمت عطا ہوئی ہے وہ توفیق ربانی سے محروم نہیں ہوا۔

علماءِ کرام فرماتے ہیں:

عقلمند آدمی وہ ہے جو ہمعصر لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔

رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت کے سو درجات ہیں ان میں سے ننانوے عقلمندوں کیلئے ہیں اور ایک باقی تمام لوگوں کیلئے ہے''۔

علی بن عبیدہ فرماتے ہیں:

عقل بادشاہ کی مانند ہے اور عادات اس کی رعایا ہیں تو جب عقل انہیں سرانجام دینے سے کمزور پڑ جائے تو ان میں خلل اور کجی لاحق ہو جاتی ہے۔ ایک اعرابی یعنی بدّو نے یہ سنا تو اس نے کہا کہ اس کلام سے شہد کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ یعنی بہت عمدہ کلام ہے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ

نفوس کے مددگار عقلوں کے قبضے میں ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو زیادہ ہو جاتی ہے سستی ہو جاتی ہے سوائے عقل کے۔ کیونکہ جب عقل زیادہ ہوتی ہے تو مہنگی ہو جاتی ہے۔ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی انتہاء اور حد ہوتی ہے لیکن عقل کی کوئی انتہاء اور حد نہیں ہوتی۔ ہاں! مگر لوگ عقل کے معاملے میں ایسے ہی مختلف ہوتے ہیں جیسے چراگاہوں میں پھول مختلف ہوتے ہیں۔

عقل کی ماہیت و مقام:

حکماء نے اس کی ماہیت اور مقام کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ

عقل آنکھ کے نور کی مانند ایک نور ہے جسے اللہ رب العزت نے انسانی دل میں طبعی اور فطری طور پر پیدا فرمایا ہے۔ اور یہ نور کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم۔ کبھی چلا جاتا ہے اور کبھی لوٹ آتا ہے۔ اور جس طرح آنکھ سے امور کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اسی طرح دل کے نور سے پوشیدہ اور مخفی اشیاء کا ادراک کیا جاتا ہے۔ اور دل کا اندھا پن آنکھ کے اندھے پن کی مانند ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمانِ عالیشان ہے:

فانّها لا تعمى الابصار و لكن تعمى القلوب الّتى فى الصّدور۔ (الحج:۴۶)

بعض کی رائے یہ ہے کہ

عقل کا مقام دماغ ہے۔ اور یہ قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس کا مقام دل ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے انہوں نے اللہ رب العزت کے اس فرمان عالیشان سے دلیل پکڑی ہے کہ

فتكون لهم قلوب يعقلون بها۔ (الحج:۴۶)

”کہ ان کے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں“۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عالیشان سے کہ

انّ فى ذٰلك لذكرىٰ لمن كان له قلب۔ (ق:۳۷)

”بیشک اس کیلئے اس میں نصیحت ہے جو دل رکھتا ہے“۔

انہوں نے یہاں قلب یعنی دل سے مراد عقل لی ہے۔

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ

تجربہ عقل کا آئینہ ہے۔ اسی وجہ سے عمر رسیدہ لوگوں (مشائخ) کی آراء اور ان کے اقوال کی تعریف کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ علماءِ کرام نے فرمایا ہے کہ مشائخ کرام وقار کے درخت

ہیں جو عقل نہیں کھوتے ہیں اور نہ ہی ان کی فہم و فراست میں کمی آتی ہے۔ لہٰذا ان کی آراء کو دھیان سے سنو کیونکہ اگر وہ فطری ذہانت گم بھی کر بیٹھیں تو ان کا تجربہ انہیں کافی دنوں تک فائدہ پہنچاتا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ

ألم تر انّ العقل زین لأهله ولکن تمام العقل طول التّجارب

"کیا تو نہیں جانتا! کہ "عقل" عقل والوں کیلئے زیب و زینت کا باعث ہوتی ہے لیکن عقل کامل اسی وقت ہوتی ہے جب تجربات زیادہ ہو جائیں"۔

ایک اور شاعر کہتا ہے کہ

اذا طال عمر المرء فی غیر آفة افادت له الایام فی کرّها عقلاً

"جب آدمی کی عمر بغیر مصیبت کے طویل ہو جائے تو ایام اسے جنگ اور حوادث کے درمیان عقل بخشتے ہیں"۔

عامر بن عبدالقیس کہتے ہیں کہ

جب تیری عقل تجھے لایعنی چیزوں سے روکے رکھے تو تو عقلمند ہے۔

کہا جاتا ہے کہ

عقل کا مقام و مرتبہ ہی اصل مرتبہ ہے اور نفس کا غنا ہی اصل غنا ہے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ

عقلمند آدمی اپنی عقل کی بنا پر زندگی گزارتا ہے چاہے جہاں بھی ہو جیسے شیر جہاں بھی ہو اپنی خوراک کی بنا پر زندہ رہتا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ

اذا لم یکن للمرء عقل فانّه و ان کان ذا بیت علی النّاس هیّن

و من کان ذا عقل اجل لعقله و افضل عقل من یتابین

"جب آدمی عقلمند نہ ہو تو چاہے وہ گھر والا ہی ہو لوگوں پر اسے ذلیل و خوار کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ اور عقلمند آدمی اپنی عقل سے جلا حاصل کرتا ہے اور افضل

ترین عقل وہ ہے جو نیکی اختیار کرتی ہے"۔

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ

عقلمند آدمی کو بلند مقام و مرتبہ غرور میں مبتلا نہیں کرتا۔ جیسا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا اگرچہ آندھی کتنی ہی شدید ہو۔ جبکہ جاہل آدمی حقیر سے مرتبے پر غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسا کہ گھاس کو ہلکی سی ہوا متحرک کر دیتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ

ہمارے لئے عقلمند آدمی کا وصف بیان کیجئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو آدمی کسی چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھتا ہے وہ عقلمند ہے۔

لوگوں نے کہا کہ ہمارے لئے جاہل کا وصف بیان کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ میں بیان کر چکا ہوں یعنی جو آدمی کسی چیز کو نامناسب مقام پر رکھے وہ جاہل ہے۔

منصور نے اپنے بیٹے سے کہا کہ

مجھ سے دو چیزیں حاصل کرلو:

1- بغیر غور و فکر کے کوئی بات مت کہو۔

2- بغیر تدبیر کے کوئی کام مت کرو۔

اردشیر کہتا ہے کہ

چار چیزیں چار چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں:

1- حسب و نسب ادب کا محتاج ہوتا ہے۔

2- خوشی بے خوفی کی محتاج ہوتی ہے۔

3- رشتہ داری محبت کی محتاج ہوتی ہے۔

4- عقل تجربہ کی محتاج ہوتی ہے۔

کسریٰ نوشیروان نے کہا ہے کہ

چار چیزیں چار چیزوں کی طرف لے جاتی ہیں:

1- عقل ریاست (بادشاہت) کی طرف۔

2- مشورہ سیاست کی طرف۔

3- علم وزارت کی طرف۔

4- اور بردباری توقیر و عزت کی طرف لے جاتی ہے۔

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ

جس آدمی کی ''عقل عادات پر غالب نہیں ہوتی تو اس کی موت اس پر غالب آجاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ

افضل ترین عقل یہ ہے کہ عقلمند آدمی اپنے آپ کو پہچان لے۔

بعض کہتے ہیں کہ

تین چیزیں عقل کی بنیاد ہیں:

1- لوگوں کی خاطر مدارت کرنا۔

2- معیشت میں میانہ روی اختیار کرنا۔

3- اور لوگوں سے محبت کرنا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ

جو آدمی اپنی رائے کو خود پسند کرتا ہے اس کی رائے باطل ہوتی ہے اور جو آدمی عقلمندوں کی باتوں کو غور سے سننا ترک کر دیتا ہے اس کی عقل مردہ ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔

اہل مصر بچپنے میں ہی لوگوں سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں اور بڑھاپے کے لحاظ سے رحمدل ہوتے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ محروم عقلمند مرزوق (امیر) احمق سے بہتر ہے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ عقلمند آدمی کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ عورت کی اس کی موت سے پہلے تعریف کرے اور کھانے کی اسے لذیذ پانے سے پہلے تعریف کرے اور دوست پر اس سے قرض طلب کرنے سے پہلے اعتماد کرے۔

بعض کہتے ہیں کہ داڑھی کا لمبا ہونا عقل کی کمی کی علامت ہے۔

بعض علماءِ کرام سے پوچھا گیا کہ جوانی میں کونسی چیز زیادہ تعریف کے لائق ہے۔ حیاء یا خوف؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ حیاء زیادہ تعریف کے لائق ہے کیونکہ حیا عقل پر دلالت کرتا ہے۔ جبکہ خوف بزدلی پر دلالت کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عقلمند آدمی پر اس کے فعل کی وجہ سے غصے ہوا جاتا ہے اور جاہل پر اس کے قول کی وجہ سے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''اے عویمر! عقل میں اضافہ کر۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب حاصل ہوگا''۔

میں نے عرض کی:

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیسے عقل میں اضافہ کروں؟''

تو ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے اجتناب کر اور اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کر تو عقل مند ہو جائے گا پھر تجھے اعمال صالحہ کی توفیق عطا ہوگی تو دنیا میں تو زیادہ عقلمند ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھے زیادہ قرب اور عزت حاصل ہوگی''۔

کسی اہل معرفت نے بیان کیا ہے کہ

نفس کی زندگی روح کی وجہ سے ہے اور روح کی زندگی ذکر اللہ کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ دل کی زندگی عقل کے باعث ہے اور عقل کی زندگی علم کی بنا پر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ مندرجہ ذیل اشعار مترنم لہجے میں پڑھا کرتے تھے۔

ان المکارم اخلاق مطھرۃ فالعقل اوّلھا و الدّین ثانیھا

''مکارم سے مراد پاکیزہ اخلاق ہیں تو عقل ان میں سے پہلی اور دین دوسرا ہے''۔

والعلم ثالثھا والحلم رابعھا والجود خامسھا والعرف سادیھا

''علم ان میں سے تیسرا، بربادی چوتھا، سخاوت پانچویں اور صراط مستقیم چھٹا ہے''۔

والبّر سابعها و الصبر ثامنها و الشکر تاسعها و اللین عاشیها

"نیکی ان میں سے ساتویں، صبر آٹھواں اور شکر نواں جبکہ نرمی دسویں ہے"۔

والعین تعلم من عینی محدثها ان کان من حزبها او من اعادیها

"اور جاسوس میری آنکھ کی گفتگو کو جان لیتا ہے خواہ اس کے لشکر سے ہو خواہ دشمنوں میں سے"۔

والنّفس تعلم انی لا اصدقها ولست ارشد الاّحین أعصیها

"اور نفس جانتا ہے کہ میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا اور تب ہی ہدایت پاؤں گا جب اس کی نافرمانی کروں گا"۔

کسی دانا کا قول ہے کہ

عقلمند آدمی وہ ہے جس کی عقل رہنمائی کرنیوالی ہو اور جس کی رائے اعانت کرنے والی ہو تو اس کا قول پختہ اور فعل قابلِ ستائش ہوتا ہے اور جاہل وہ ہے جس کی جہالت دھوکہ دینے والی ہو تو اس کا قول سقم والا اور فعل مذموم ہوتا ہے۔ اور آدمی کی عقل پر رہنمائی حاصل کرنے میں اس کے کپڑوں کی خوبصورتی، چہرے کی ملاحت، داڑھی کی لمبائی، کثرت دعوی اور لباس کی صفائی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ کتنے ہی پاخانے سفید ہوتے ہیں اور کتنی ہی کھالیں چمکدار ہوتی ہیں۔

اصمعی کہتے ہیں کہ

میں نے بصرہ میں ایک شیخ دیکھا جو کہ بہت خوبصورت تھا لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھا اس کے اردگرد لوگوں کا ہجوم اور حاشیہ بردار تھے اور لوگ اس کے پاس آجارہے تھے۔ میں نے سوچا کہ ان کی عقل کی آزمائش کروں تو میں نے اسے سلام کیا اور کہا۔ محترم آپ کی کنیت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا "ابوعبدالرحمٰن ابراہیم مالک یوم الدین"۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں مسکرا پڑا اور اس کی کم عقلی اور کثرت جہالت کو جان لیا۔ اور اس بارے میں مخلوق کے آنے جانے نے اس کا کوئی دفاع نہیں کیا۔ کیونکہ بعض اوقات انسان عقلمند کہلاتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ فضیلت تلاش کرتا ہے۔ تو اس سے ایسا فعل سرزد ہوتا ہے کہ جو حقیقت حال

سے پردہ اٹھا دیتا ہے۔ اور آدمی کی کم عقلی پر شاہد ہوتا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ

قاضی ایاس بن معاویہ عظیم عقلاء میں سے تھے اور ان کی عقل ایسے راستے کی طرف ان کی طرف رہنمائی کرتی تھی کہ قریب قریب کوئی اس راستے پر سوائے عقل کی رہنمائی کے نہیں چل سکتا تھا۔ ان سے جو واقعات صادر ہوئے اور جن واقعات کا انہوں نے اپنی راجح عقل اور عظیم غور و فکر کیساتھ مشاہدہ کیا ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ

ان کے زمانے میں ایک آدمی بہت امانتدار مشہور تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک آدمی نے حج کا ارادہ کیا تو اس نے اس امانتدار آدمی کے پاس ایک تھیلی سونا امانتاً رکھا۔ پھر وہ حج پر چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو اس آدمی کے پاس گیا اور اس سے تھیلی طلب کی۔ تو وہ آدمی انکار کرنے لگا اور کہا کہ میرے پاس کوئی تھیلی نہیں۔

تو وہ آدمی قاضی ایاس کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ تو قاضی صاحب نے کہا کہ میرے علاوہ کسی کو یہ واقعہ تو نہیں بتایا؟ اس نے کہا کہ نہیں تو قاضی صاحب نے کہا کہ اس آدمی کو تو یہ علم نہیں کہ تو میرے پاس آیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اب تو واپس چلا جا۔ اور یہ واقعہ چھپائے رکھنا۔ پرسوں میرے پاس آنا۔ تو وہ آدمی واپس چلا گیا۔

قاضی صاحب نے اس امانتدار آدمی کو بلوایا اور کہا کہ میرے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہے اور میں وہ تمہارے پاس امانتاً رکھنا چاہتا ہوں لہٰذا تو واپس جا اور اس مال کیلئے کوئی محفوظ جگہ تلاش کر۔ تب وہ آدمی چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ آدمی کہ جس کی امانت تھی وہ قاضی صاحب کے پاس آیا تو قاضی صاحب نے اسے کہا کہ اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے اپنی امانت طلب کرو۔ اگر تو وہ انکار کرے تو اسے کہنا کہ میرے ساتھ قاضی ایاس کے پاس چلو ہمارا اور تمہارا فیصلہ وہیں ہوگا۔

جب وہ اس آدمی کے پاس گیا تو اس نے فوراً اس کی امانت واپس لوٹا دی اس نے واپس جا کر قاضی صاحب کو بتا دیا کہ اس نے امانت واپس لوٹا دی ہے۔ پھر جب وہ امانتدار

آدمی قاضی صاحب کے پاس آیا اس لالچ کی وجہ سے کہ وہ اپنا مال اس کے حوالے کر دیں گے۔ تو قاضی صاحب نے اسے ڈانٹ پھٹکار کی اور دھتکار دیا۔

یہ واقعہ قاضی صاحب کی عقل مندی اور صحت فکر کی دلیل ہے۔

مسلمان خلفاء میں سے ایک نے وفات پائی تو ایک رومی آدمی نے اپنے بادشاہوں کو جمع کیا اور کہا کہ اس وقت مسلمان آپس میں خانہ جنگی میں مشغول ہیں۔ ان کی اس غفلت نے ہمارے لئے ان پر حملہ کرنا ممکن بنا دیا ہے اس بات کیلئے انہوں نے مشورہ کیا اور بحث مباحثہ کیا۔ آخر کار انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اتنے دنوں بعد حملہ کریں گے۔

ان میں ایک عقلمند اور صاحب فہم و فراست آدمی موجود نہیں تھا۔ تو کچھ لوگوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ اس کی رائے بھی لے لی جائے۔ جب انہوں نے اسے اپنے فیصلے کے متعلق بتایا تو اس نے کہا کہ میرے نزدیک یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ تو انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی۔ تو اس نے جواب دیا کہ انشاء اللہ کل تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا۔

اگلے دن وہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ آج کے دن ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے اس کے متعلق بتائے گا۔ تو اس نے کہا کہ غور سے سننا اور اس پر عمل بھی کرنا۔

پھر اس نے دو بڑے بڑے کتے منگوائے جو اس نے پال رکھے تھے پھر ان کے درمیان لڑائی کروا دی۔ تو کتوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور ایک دوسرے کو بھنبھوڑنے لگے حتی کہ ان کا خون بہنے لگا۔ جب دونوں کتے لڑنے سے عاجز آ گئے۔ تو اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور ان کتوں پر ایک بھیڑیا چھوڑ دیا جو اس نے پال رکھا تھا۔ جب ان کتوں نے اس بھیڑیئے کو دیکھا تو انہوں نے آپس میں لڑنا چھوڑ دیا اور یک جان ہو کر انہوں نے بھیڑیئے پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔

تب وہ آدمی ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں یہی ہوگا جو کہ ان کتوں نے بھیڑیئے کیساتھ کیا ہے۔ کیونکہ مسلمان اس وقت تک آپس میں لڑتے رہیں گے جب تک کوئی دشمن سامنے نہیں آتا۔ اور جب کوئی دشمن ان کے سامنے

آ جائے گا تو وہ آپس میں دشمنی چھوڑ دیں گے اور دشمن کے خلاف یک جان ہو جائیں گے۔ یہ سن کر تمام لوگوں نے اس کی بات کو عمدہ گردانا اور اس کی رائے کو صحیح سمجھا اور اپنا خیال ترک کر دیا۔ تو عقلمندوں کی یہی صفات ہوتی ہیں۔

اب ہم اس کتاب کے متعلق جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ بیوقوفوں کے حالات و واقعات جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مصنف ابن جوزی نے کس لئے ان کے واقعات ذکر کئے ہیں۔

اس کے متعلق ابن جوزی کہتے ہیں کہ

میں نے بیوقوفوں اور غافلوں کے حالات و واقعات تین وجوہات کی بنا پر جمع کئے ہیں۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ جب عقلمند آدمی ان کے حالات و واقعات پڑھے یا سنے گا تو اسے اس چیز (یعنی عقل) کی قدر اور اہمیت کا علم ہوگا جس سے احمق لوگ محروم ہیں اور یہ بات اسے شکر الٰہی پر ابھارے گی۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ بیوقوفوں کا ذکر بیدار مغز آدمی کو اسبابِ حماقت سے بچنے پر ابھارتا ہے جب کہ وہ اسباب کسبی ہوں اور جدوجہد اور کوشش ان میں کارگر بھی ہوتی ہو۔ ہاں! مگر جب یہ چیز فطری ہو تو اس صورت میں اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا۔

بقول شاعر!:

لکلّ داء دواء یستطب بہ　　　　الّا الحماقۃ اعیت من یداویھا

"ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دواء ہے جس سے علاج کیا جاتا ہے سوائے حماقت اور بیوقوفی کے۔ کیونکہ جو اس کا علاج کرتا ہے وہ عاجز آ جاتا ہے"۔ (یعنی فطری بیوقوفی کا کوئی علاج نہیں)

قاضی ابو یوسف سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

"تین چیزوں میں سے دو کی تصدیق کی جا سکتی ہے جبکہ ایک چیز کی تصدیق مت کرنا"۔

اگر تجھ سے کہا جائے کہ جو آدمی تیرے ساتھ تھا جب وہ دیوار کے پیچھے اوجھل ہوا تو مر

گیا۔ اس کی تصدیق کر لینا۔ اگر تجھ سے کہا جائے کہ ایک فقیر آدمی دوسرے شہر جا کر امیر ہو گیا ہے تو اس کی بھی تصدیق کر لینا اور اگر تجھ سے یہ کہا جائے کہ ایک احمق دوسرے شہر جا کر علقمند ہو گیا ہے تو ہرگز تصدیق مت کرنا۔

امام اوزاعی سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اے روح اللہ! آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ کے اذن سے زندہ کرتا ہوں پھر پوچھا گیا کہ آپ مادر زاد اندھوں کو تندرست کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ کے اذن سے تندرست کرتا ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ حماقت کی دواء کیا ہے؟ تو فرمایا کہ یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ انسان ان ناقص العقل لوگوں کی سیرت دیکھ کر اپنے دل کو خوش کر سکے۔ اس لئے کہ کبھی کبھی نفس کسی کام میں بہت زیادہ جدّ وجہد کی وجہ سے اکتا جاتا ہے اور کسی جائز شغل کی طرف متوجہ ہونے سے خوشی محسوس کرتا ہے۔

رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور دوسری میں غفلت بہتر ہے۔

امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں اسے روایت کیا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی ''الاحیاء'' میں فرماتے ہیں کہ مزاح خوش کن ہوتا ہے اس میں سرور و انبساط اور دل کی پاکیزگی اور خوشی پنہاں ہوتی ہے ایسا مزاح ممنوع نہیں ہے۔ جان لیں کہ جو مزاح ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ مزاح بہت زیادہ کیا جائے اور اس پر ہمیشگی اختیار کر لی جائے۔ مداومت یعنی ہمیشگی اختیار کرنا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ یہ چیز بکواس بازی کی طرف لے جاتی ہے حالانکہ شغل کرنا جائز ہے لیکن اس پر مواظبت اختیار کر لینا مذموم ہے۔ اور مزاح زیادہ کرنا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ زیادہ مزاح سے انسان زیادہ ہنستا ہے اور زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور بعض اوقات اس سے کینہ پیدا ہوتا ہے علاوہ ازیں یہ ہیبت و وقار ختم کر دیتا ہے۔

آگے امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ رسول نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام سے مزاح کے واقعات مروی ہیں تو یہ ممنوع کیسے ہوا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تو اس بات پر قادر ہے جس پر رسول نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام قادر تھے یعنی کہ مزاح میں حق بات کے سوا تو کچھ نہ کہے کسی کے دل کو تکلیف نہ دے، زیادہ مزاح نہ کرے اور کبھی کبھار ہی مزاح کرے تو اس صورت میں تیرے لئے کوئی حرج نہیں۔ اور یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ انسان مزاح کو پیشہ بنا لے اور ہمیشہ بہت زیادہ مزاح کرتا رہے پھر رسول نبی اکرم ﷺ کے فعل مبارک کو بطور دلیل پیش کرے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے ایک آدمی حبشیوں کے ساتھ سارا دن گزارتا ہے اور ان کا رقص دیکھتا ہے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ رسول نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عید کے دن حبشیوں کا رقص دیکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ یہ غلطی ہے کیونکہ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ گناہ بن جاتے ہیں او جائز مباح چیز اصرار کے باعث صغیرہ گناہ بن جاتی ہے۔ تو ہمیں اس بات سے غفلت اختیار نہیں کرنی چاہئے۔

اس کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس ہنسی کی مذمت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی ہنسی میں غرق ہو جائے (ہنس ہنس کے دہرا ہو جائے) اور جس ہنسی کی تعریف کی گئی ہے وہ ہلکا سا تبسم ہے جس میں دانت ظاہر ہوں لیکن آواز سنائی نہ دے۔

رسول نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر ہمہ وقت تبسم رہتا تھا۔ امام احمد، ترمذی اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں۔

میں نے رسول نبی کریم ﷺ سے زیادہ تبسم کی حالت میں کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول نبی کریم ﷺ کی گھر میں حالت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو اور معزز تھے۔ آپ ﷺ ظاہراً تمہارے مردوں کی طرح تھے مگر آپ زیادہ تر ہنسنے اور تبسم کی حالت میں رہتے تھے"۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

"میں نے رسول نبی کریم ﷺ کو مسکراتے دیکھا حتی کہ آپ ﷺ کی داڑھیں (نواجذ) ظاہر ہوگئیں"۔

جہاں تک اس حدیث مبارکہ کا تعلق ہے جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں۔

میں نے رسول نبی کریم ﷺ کو کبھی بھی اس طرح کھل کر ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کا کوا ظاہر ہوجاتا، آپ ﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ (کوے سے مراد گلے کے اندروالا حصہ ہے)

فتح الباری میں اس میں تطبیق بایں طور ذکر ہے۔ فرمایا:

"تمام احادیث مبارکہ سے یہ ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر اوقات تبسم سے زیادہ نہیں ہنستے تھے اور کبھی کبھار اس سے زیادہ ہنستے تھے تو وہ مسکراہٹ ہوتی تھی۔ اس بارے میں جو چیز مکروہ ہے وہ یہ ہے کہ اکثر ہنستے رہیں اور بہت زیادہ ہنسیں کیونکہ اس سے انسان کا وقار ختم ہوجاتا ہے"۔ (فتح الباری: ۵۲۱/۱۰)

اس سے پہلے صاحب فتح الباری نے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے تبسم فرمانے اور مسکرانے کے اسباب مختلف تھے لیکن ان میں سے اکثر تعجب کیلئے تھے اور چند ایک خوش کرنے کیلئے اور چند ملاطفت یعنی نرمی کا برتاؤ کرنے کیلئے تھے۔

مزید تفصیل کیلئے ابن قتیبہ کی تصنیف "تاویل مختلف الاحادیث" میں حدیث ۴۸ کے تحت اور مقدمہ "الظراف والمتماجنین" دیکھئے۔

رسول نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام ایک دوسرے پر تربوز پھینکا کرتے تھے۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو وہ بھی تو آخر انسان تھے۔ صحابہ کرام بعض اوقات نبی کریم ﷺ کے سامنے اشعار پڑھا کرتے اور امور جاہلیت ذکر کرکے ہنسا کرتے تھے تو آقائے نامدار ﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو صرف حرام بات سے ہی تنبیہ فرماتے تھے منع فرماتے تھے۔

رسول نبی کریم ﷺ کو ہنسانے والے صحابہ میں سے سب سے مشہور صحابی حضرت نعیمان بن عمرو بن رفاعہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس طرح مزاح فرماتے تھے کہ جب بھی کوئی نئی چیز مدینہ منورہ میں آتی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ وہ چیز خرید کر

نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیتے تھے اور یہ عرض کرتے تھے کہ یہ آپ کیلئے تحفہ ہے۔ جب اس چیز کا مالک حضرت نعیمان سے اس کی قیمت طلب کرنے آتا تو آپ اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاتے اور عرض کرتے کہ اسے اس کے سامان کی قیمت ادا کر دیجئے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے کہ کیا تو نے وہ چیز مجھے تحفہ نہیں دی؟ تو وہ عرض کرتے کہ قسم بخدا! میرے پاس اس کی قیمت نہیں تھی لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ اسے آپ کھائیں۔ تو آقائے نامدار ﷺ مسکرا پڑے اور اس چیز کے مالک کو اس کی قیمت دینے کا حکم دیا۔

(المحاسن والمساوی للبیہقی/۶۰۰، الاعلام: ۴۱/۸)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بصریٰ تجارت کیلئے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت نعیمان اور حضرت سویبط بن حرملہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ یہ دونوں بدری صحابہ تھے۔ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ زادراہ کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کھانا کھلایئے تو آپ نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آلینے دیں۔

تو حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو کہ اونٹ ہانک کر لے جا رہے تھے اور انہیں کہا کہ میرا ایک عربی غلام خرید لو وہ بھاگ جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! خرید لیتے ہیں۔ تب آپ نے کہا کہ وہ زبان کا بہت تیز طرّار ہے۔ شاید وہ یہ کہے کہ میں تو آزاد ہوں۔ اگر یہ سن کر اس وقت تم نے اسے چھوڑ جانا ہے تو پھر رہنے دو۔ انہوں نے کہا کہ ہم خریدیں گے ضرور خریدیں گے۔ تو دس نوجوان اونٹنیوں کے عوض انہوں نے حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کو بیچ دیا اور اونٹنیوں کو ہانکتے ہوئے ان لوگوں کو حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور کہا کہ یہی ہے! پکڑ لو۔ تو ان لوگوں نے آپ کی گردن میں رسّی ڈال لی۔ تو آپ نے کہا کہ سویبط رضی اللہ عنہ جھوٹ بول رہے ہیں میں تو آزاد آدمی ہوں۔ تو ان لوگوں نے کہا یہ بات انہوں نے ہمیں پہلے بتا دی تھی۔

اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ اور وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں اونٹنیاں واپس

کیں اور ان سے حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کو چھڑایا۔

پھر واپسی پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مسکرا پڑے اور سارا سال یہ واقعہ یاد کر کے مسکراتے رہے۔

(المحاسن والمساوی:۱۰۱،ابن ماجہ:۱۹،۳۷۱۹۔بوصیری اور البانی نے ''ضعیف ابن ماجہ'' میں اس ضعیف قرار دیا ہے)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم سے اس بارے میں بہت سے اقوال مروی ہے۔جن میں اس کے متعلق رخصت دی گئی ہے۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں:

جس طرح جسم اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں ایسے ہی یہ دل بھی اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں تو ان کیلئے دانائی اور حکمت سے بھرپور لطیفے تلاش کیا کرو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے ہم نشینوں سے فرمایا کرتے تھے کہ سنجیدگی چھوڑ کر دلچسپ گفتگو چھیڑا کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رخصت اللہ تعالیٰ کی جانب سے صدقہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا صدقہ مت لوٹاؤ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جائز شغل سے اپنے دل کو آرام پہنچاتا ہوں تاکہ حق کیلئے چستی حاصل کروں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ذکر کی تھکاوٹ سے دلوں کو آرام پہنچاؤ۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں:

میرے والد صاحب نے مجھے کہا کہ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے اور ابو حازم سے گفتگو کرتے حتی کہ ہمیں رلا دیتے پھر گفتگو کرتے حتی کہ ہمیں ہنسا دیتے۔اسی طرح آپ کبھی رلاتے اور کبھی ہنساتے تھے۔

حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں:

عمدہ اور مزے دار باتیں مرد ہی پسند کرتے ہیں اور عورتیں ناپسند کرتی ہیں۔یہی طریقہ صحابہ کرام اور علماءِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا اور یہی ان کی رہنمائی تھی کہ وہ اتنا

ہی مزاح کیا کرتے تھے جتنا کہ دل کو آرام پہنچاتا تھا اور ہمہ وقت وہ اسی میں مشغول نہیں رہا کرتے تھے۔ اور اسی پر مذمت آئی ہے یعنی ہمہ وقت اس میں مشغول رہنا۔

گزشتہ اوراق میں ہم نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جو کہ اس مسئلہ میں ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے نقل کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی صحیح راہ کی توفیق بخشنے والا ہے۔

ہماری تحقیق:

ہم نے جو کچھ اس کتاب میں تحقیق و اضافہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

1- نصوص قرآنی کو ضبط کیا ہے کیونکہ کتاب کی طباعت کے دوران تحریف اور کمی واقع ہو سکتی ہے۔

2- کتاب کو ہم نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

i- پہلی قسم:

پہلی قسم میں ابن جوزی نے حماقت، اس کے مفہوم، احمق کی صفات اور اس کی صحبت سے بچنے کیلئے جو کچھ نقل کیا ہے وہ کچھ ذکر کیا ہے۔ اور یہ قسم نو ابواب پر مشتمل ہے۔

ii- دوسری قسم:

باقی ابواب کو ہم نے دوسری قسم میں رکھا ہے۔ اور اس میں جو حکایات و اخبار احمقوں اور بیوقوفوں کے بارے میں آئیں ہیں انہیں ذکر کیا ہے۔ مصنف ابن جوزی نے انہیں ان کے پیشوں کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔ اور یہ قسم پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔

3- مصنف نے جو احادیث و آثار ذکر کیئے ہیں ان کی ہم نے تخریج کی ہے۔

4- جن لوگوں کا کتاب میں ذکر آیا ہے ان کا تعارف پیش کیا ہے۔ اور ان میں سے بعض کا دفاع بھی ذکر کیا ہے جن کے متعلق حماقت و بیوقوفی کی حکایات ذکر کی گئی ہیں۔ اور ہم نے یہ بات واضح کی ہے کہ یہ فقط دل لگی کے طور پر مشہور کی گئی تھیں۔ کیونکہ جن کے متعلق یہ ذکر کی گئی ہیں وہ امام اور حافظ تھے۔ اس کے متعلق دیکھنے کیلئے جو کچھ ابن ابی شیبہ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے وہ دیکھئے اور جو کچھ معلمین کے بارے میں عام قسم کی

غفلت کی حکایات بیان کی گئی ہیں اور جاحظ نے ان کا دفاع کیا ہے وہ دیکھئے۔

5- مشکل کلمات کی تشریح بیان کی ہے۔

6- بعض لطائف پر حاشیہ لگایا ہے اور کچھ ابواب میں اضافہ کیا ہے۔

7- بعض عنوانات اور کلمات کو تحریف کے خدشہ سے متن کی ابتداء میں ذکر کیا ہے اور یہ سب کچھ ہم نے قوسین "( )" کے درمیان رکھا ہے۔

از محقق

رضوان جامع رضوان، قاہرہ

مقدّمہ

(از مصنف ابن جوزی)

شیخ امام جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی جوزی فرماتے ہیں:

الحمد للّٰہ الّذی اعطی الانعام جزیلا و قبل من الشّکر قلیلا و فضّلنا علی کثیر ممّن خلق تفضیلا و صلّی اللّٰہ علی سیّدنا محمّد الّذی لم یجعل لہٗ من جنسہ عدیلا و علی آلہ و صحبہ بکرۃ و اصیلا۔

تمام تعریفیں اس اللہ رب العزّت کیلئے جس نے کثیر انعامات عطا کئے اور قلیل شکر قبول فرمایا اور مخلوق میں سے بہت سوں پر ہمیں فضیلت بخشی اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولا حضور سرور کائنات ﷺ کہ جن کی مثل ان کی جنس میں سے کسی کو نہیں بنایا ان پر، آپ کی آل پاک پر اور آپ کے صحابہ کرام پر صبح و شام رحمتیں نازل فرمائے۔

بعد ازاں!

جب میں نے ذہین لوگوں کے حالات و واقعات جمع کرنے شروع کئے یعنی اخبار الاذکیاء[1] جمع کرنی شروع کیں اور ان کے متعلق بعض منقولات کا ذکر کیا تا کہ وہ قابلِ تقلید نمونہ ہوں کیونکہ بہادروں کے حالات و واقعات بہادری سکھاتے ہیں۔ تو میں نے احمقوں اور غافلوں کے حالات و واقعات جمع کرنے کو بھی تین وجوہات کی بنا پر ترجیح دی۔

پہلی وجہ: پہلی وجہ یہ ہے کہ جب عقلمند آدمی ان کے حالات و واقعات سنے گا تو جو نعمت (عقل) اسے عطا کی گئی اور جس سے وہ محروم ہیں اس نعمت کی قدر پہچانے گا تو یہ بات اسے شکر الٰہی پر برانگیختہ کرے گی۔[2]

حافظ محمد بن ناصر نے ہمیں خبر دی۔ فرماتے ہیں: ہم سے علی بن حسین بن حسن بن احمد بن شاذان نے بیان کیا۔ فرمایا: ہم سے ابوبکر احمد بن سلمان نجاد نے بیان کیا۔ فرمایا: ہم

سے عبداللہ بن محمد قرشی نے بیان کیا۔ فرمایا: ہم سے خلف بن ہشام نے بیان کیا۔ فرمایا: ہم سے حکم بن سنان نے انہوں نے حوشب سے اور انہوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا جب انہیں تخلیق فرمالیا تو ان کی دائیں ہتھیلی سے اہل جنت کو نکالا اور بائیں ہتھیلی سے جہنمیوں کو نکالا تو وہ سب زمین پر رینگنے لگے ان میں سے کچھ اندھے تھے کچھ بہرے اور کچھ مصیبت زدہ۔ یہ دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار! تو نے میری اولاد کو ایک جیسا پیدا نہیں فرمایا؟ تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اے آدم علیہ السلام! میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔

اضافہ از مترجم:

"گویا اگر اللہ تعالیٰ سب کو صحیح سلامت پیدا فرما دیتا تو اس صورت میں شکر ادا کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس وجہ سے کہ جب کوئی سلامت الاعضاء آدمی کسی اندھے، بہرے یا لنگڑے آدمی کو دیکھتا ہے تو اسے اپنی آنکھوں کانوں اور ٹانگوں کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے تو وہ اللہ رب العزت کا اس بات پر شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اسے سلامت الاعضاء پیدا فرمایا"۔

ہم سے محمد بن عبدالملک نے بیان کیا۔ فرماتے ہیں ہم سے ابو محمد حسن بن علی جوہری نے بیان کیا۔ فرمایا: ہم سے عمر بن حیویہ نے بیان کیا۔ فرمایا: ہمیں ابن مرزبان نے خبر دی۔ فرمایا: حارث بن محمد فرماتے ہیں کہ

میں نے محمد بن مسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں گفتگو کی تو بہت زیادہ غلطیاں کیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے آزاد کر دیا۔

اس آدمی نے آپ سے پوچھا کہ اس شکر ادا کرنے کا سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری طرح نہیں بنایا۔

دوسری وجہ: دوسری وجہ یہ ہے کہ غافلین کا ذکر بیدار مغز آدمی کو اسباب غفلت سے

بچنے پر ابھارے گا جبکہ وہ اسباب غفلت کسبی ہوں اور ان میں جدّ و جہد اور کوشش کارگر ہوتی ہو اور اگر غفلت فطری طور پر ہو تو وہ تغیر و تبدل قبول نہیں کرتی۔[4]

تیسری وجہ: تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان ناقص العقل لوگوں کی سیرت دیکھ کر اپنے دل کو خوش کر سکے۔ اس لئے کہ نفس کبھی کبھی کسی کام میں بہت زیادہ جدّ و جہد کی وجہ سے اکتا جاتا ہے اور کسی جائز شغل کی طرف متوجہ ہونے سے خوش ہوتا ہے۔[5]

رسول نبی کریم ﷺ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور دوسری گھڑی میں غفلت بہتر ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا اور ہم ایسے تھے کہ گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں میں وہاں سے نکلا اور اپنے گھر والوں کے پاس آیا تو ان کے ساتھ ہنسنے مسکرانے لگا۔ تو میرے دل میں ایک قسم کا کھٹکا پیدا ہوا۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ میں تو شاید منافق ہو گیا ہوں۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کیسے؟ میں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔ آپ ﷺ نے جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا: اور ہم ایسے تھے گویا کہ جنت و دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا تو ہنسی مذاق میں مشغول ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی ایسے ہی کرتے ہیں۔ تو میں رسول نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ حالت بیان کی۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے حنظلہ رضی اللہ عنہ! اگر تم اپنے گھر والوں کے پاس بھی ایسے ہی رہو جیسے میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے ساتھ تمہارے بستروں پر اور راستے میں مصافحہ کریں۔ اے حنظلہ! ایک گھڑی اللہ کی یاد اور ایک گھڑی غفلت بہتر ہے۔ (یعنی اسی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے)[6]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اپنے دلوں کو آرام پہنچاؤ اور ان کیلئے دانائی پر مبنی لطیفے تلاش کرو کیونکہ جیسے جسم اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں ایسے ہی دل بھی اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں''۔[7]

آپ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

''یہ دل بھی اکتا جاتے ہیں جیسا کہ جسم اکتا جاتے ہیں تو ان کیلئے دانائی سے بھرپور لطیفے ڈھونڈو''۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

''دلوں کو ذکر الٰہی کی تھکاوٹ سے آرام پہنچاؤ''۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

''یہ دل مرتے بھی ہیں اور زندہ بھی ہوتے ہیں تو جب یہ زندہ ہوں تو انہیں نوافل کی ادائیگی پر ابھارو اور جب مر جائیں تو فرائض کی ادائیگی پر آمادہ کرو''۔

حضرت زہری سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

ایک آدمی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا اور ان سے گفتگو کرتا تھا۔ تو جب صحابہ کرام زیادہ احادیث سناتے اور وہ اس پر بوجھ بن جاتیں تو وہ کہتا کہ یہ کان ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور دل دلچسپی کی باتیں پسند کرتا ہے۔ اس لئے اب دلچسپی کی باتیں اور اپنے اشعار سنائیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں بعض اوقات اپنے دل کو جائز شغل سے آرام پہنچاتا ہوں کیونکہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا دل حق بات کا بوجھ اٹھانے میں اکتاہٹ اور ناگواری محسوس کرے''۔

حضرت محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے تو ایک گھڑی ان سے دین کے متعلق گفتگو فرماتے اور پھر فرماتے کہ ہمیں کوئی عمدہ اور دلچسپی کی مزیدار باتیں سناؤ۔ پھر عربوں کے واقعات سناتے۔ پھر دین کی باتیں سناتے حتّٰی کہ بار بار ایسا ہی کرتے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے فرماتے کہ اپنے اشعار سناؤ اپنی دلچسپ باتیں سناؤ کیونکہ کان (زیادہ دیر دین کی باتیں سن کر) ڈھیلے پڑ

جاتے ہیں اور دل مزیدار اور مزاحیہ باتوں کو پسند کرتے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ دین کے متعلق گفتگو بیان کیا کرتے پھر فرماتے کہ اپنے لطیفے سناؤ اور اپنے اشعار پیش کرو اور ایسی باتیں کروں کہ جن سے تمہارا بوجھ ہلکا ہو اور تمہاری طبیعتیں مانوس ہو جائیں کیونکہ کان ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور دل ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھرنا پسند کرتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ امتوں میں ایک آدمی تھا جب اس پر (دین کی) باتیں بوجھ بنتیں تو وہ کہتا کہ کان ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور دل مزاحیہ باتوں کو پسند کرتا ہے لہٰذا مزاحیہ حکایات سناؤ۔

ابن زید فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عطاء بن یسار مجھ سے اور ابو حازم سے گفتگو فرماتے حتّٰی کہ ہمیں رُلا دیتے پھر گفتگو فرماتے حتّٰی کہ ہمیں ہنسا دیتے پھر کہتے کہ کبھی یہ ہوگا یعنی رلاؤں گا اور کبھی ایسے ہوگا یعنی ہنساؤں گا۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ علماء وفضلاء مزاحیہ باتوں کو پسند کرتے رہے ہیں اور ان کی طرف مائل ہوتے رہے ہیں کیونکہ یہ نفس کو آرام پہنچاتی اور دل کو غور وفکر کی مشقت وتھکاوٹ سے راحت بخشتی ہیں۔

حضرت شعبہ حدیث بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ جب کسی نحوی کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ ''ابوزید'' ہے۔

اضافہ از مترجم:

''نحوی جب کوئی مثال بیان کرتے ہیں اور کسی آدمی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو اس کیلئے زید کا نام اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بطور مزاق نحوی کو ابوزید کہتے تھے''۔

استعجمت دار نعم ما تکلّمنا والدّار لو کلّمتنا ذات اخبار

''نعم کا گھر خاموش ہے ہم سے گفتگو نہیں کرتا۔ اور اگر یہ گھر ہم سے گفتگو کرتا تو بہت سی حکایات بیان کرتا''۔

ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نے بہت سی مزاحیہ باتیں نقل کی ہیں۔ ان میں سے بعض فحش بھی

ہیں۔ ایک آدمی نے اسے کہا کہ آپ جیسے آدمی سے ایسی فحش باتیں منقول ہیں؟ تو ابن عائشہ نے کہا کہ تیری خرابی! کیا تو نے ان کی اسناد نہیں دیکھیں؟ جن سے بھی میں نے یہ باتیں نقل کی ہیں وہ ہمارے زمانے کے افضل ترین لوگ تھے۔ لیکن تم جیسے لوگ کہ جن کا باطن قبیح صورت ہوتا ہے انہوں نے اس کے ظاہر کو دیکھا حالانکہ ان شخصیات کا باطن ان کے ظاہر سے بلند تھا۔

عبید اللہ بن عائشہ کے پاس ایک عبادت گزار آدمی کی تعریف بیان کی گئی۔ لوگوں نے کہا کہ وہ ہمیشہ محنت و مشقت میں لگا رہتا ہے۔ تو ابن عائشہ نے فرمایا کہ اس نے اپنے آپ پر چراگاہ کو تنگ کر رکھا ہے اور کثرت ممانعت سے اس نے اپنی عقل کو کم کر لیا ہے۔ اگر وہ اسے ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کیلئے آزاد چھوڑتا تو اس سے تنگی کی گرہ کھل جاتی اور وہ خوشی خوشی دوبارہ محنت و مشقت کی طرف لوٹ آتا۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ[9] میں نے ہارون الرشید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عجیب و غریب باتیں ذہنوں کو تیز کرتی اور کانوں کو خوش کرتی ہیں۔

حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہارون الرشید کہا کرتے تھے کہ مزاحیہ باتیں مردوں کو ہی پسند آتی ہیں اور عورتیں انہیں ناپسند کرتی ہیں۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی مدینہ طیبہ محمد بن عمران تیمی کو درج ذیل اشعار پڑھ کر سنائے میں نے قاضیوں میں سے ان سے بڑھ کر عقلمند قاضی کوئی نہیں دیکھا۔

یا ایّھا السائل عن منزلی نزلت فی الخان علی نفسی
یغدو علیّ الخبز من خابز لا یقبل الرھن و لا ینسی
آکل من کیسی و من کسوتی حتّی لقد او جعنی ضرسی

"اے میرے گھر کے متعلق پوچھنے والے۔ آپ تو میری دکان میں میرے پاس آچکے ہیں۔ ہر صبح میرے پاس ایسے نانبائی سے روٹی آتی ہے جو کہ نہ تو رہن قبول کرتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔ میں اپنی جیب سے اور اشعار کے ذریعے تعریف کر کے کھاتا ہوں حتی کہ اس بات نے میری داڑھ میں درد پیدا

کر دیا ہے''۔

قاضی مدینہ نے یہ اشعار سن کر کہا کہ مجھے یہ اشعار لکھ دو۔ میں نے عرض کی کہ اللہ آپ کی اصلاح فرمائے کیا یہ چیز لکھنے کے قابل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے خرابی ہو لکھ دو۔ کیونکہ اشراف مزاحیہ باتیں پسند کرتے ہیں۔

حاشیہ جاتِ مقدّمہ

1- مصنف ابن جوزی کی کتاب ''الاذکیاء'' مراد ہے اور یہ کتاب اپنے موضوع میں یکتا اور سیاق کلام میں عجیب و غریب ہے۔ مصنف نے اس کے مقدمہ میں اس کے تین مقاصد ذکر کئے ہیں۔

پہلا مقصد یہ ہے کہ ذہین لوگوں کے احوال پڑھ کر ذہین لوگ اپنی قدر و منزلت پہچانیں۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ صاحب عقل سامعین میں اگر ان مراتب کو حاصل کرنے کی طاقت ہے تو ان کی اس طرف رہنمائی کرنا۔ تیسرا مقصد یہ ہے کہ اس آدمی کو جو کہ خود اپنی رائے کو پسند کرتا ہے جب وہ اس آدمی کے حالات سنے کہ جس پر بہت مشکل حالات آگئے تھے اس سے اسے ادب سکھلایا جائے۔

2- امام راغب اصبہانی کہتے ہیں کہ عقل سے مراد قولاً اور فعلاً اشیاء کی مقادیر پر غور و فکر کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک عواقب و انجام میں غور کرنا عقل ہے۔ بعض کے نزدیک عقلمند وہ ہے جس کی تمام خواہشات پر کوئی نگران ہو بعض کے نزدیک عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کو حرام کردہ اشیاء سے روک لے۔ جبکہ حماقت سے مراد صحیح چیز کی معرفت کی کمی اور نامناسب جگہ پر گفتگو کرنا ہے اور بعض کے نزدیک عقل مند آدمی کو جو چیز قابل ستائش بناتی ہے اس کا فقدان حماقت ہے (محاضرات الادبا) مزید تفصیل کیلئے ''الطب الروحانی'' از ابن جوزی کا مطالعہ کیجئے۔

3- حسن سے مراد ابو سعید حسن بن یسار بصری ہیں۔ آپ تابعی تھے۔ آپ بہت بڑے عالم، فقیہہ، فصیح اللسان، بہادر اور عبادت گزار تھے اور اپنے زمانے میں اہل بصرہ کے امام تھے۔ حافظ ابن حجر نے انہیں ثقہ، فقیہہ اور مشہور فاضل گردانا ہے۔ اکثر مرسل و مدلس روایات ذکر کرتے تھے۔ بزار فرماتے ہیں کہ آپ ایک ایسی جماعت سے روایت کرتے جن سے آپ نے سنا نہیں تھا اور اس بات کو جائز قرار دیتے تھے۔ کہ ''حدثنا'' اور ''خطبنا'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے بصرہ میں احادیث و خطبات بیان کئے۔

4- جاحظ کہتا ہے کہ احمقوں کی ہم نشینی اختیار مت کر کیونکہ عقلمندوں کے ساتھ ایک زمانہ بیٹھنے سے تیری اتنی اصلاح نہیں ہو گی جتنی ان احمقوں کی ہم نشینی سے تجھے خرابی پہنچے گی کیونکہ خرابی فطرتوں یعنی طبیعتوں میں شدت سے لاحق ہو جاتی ہے۔

شاعر متنبی کہتا ہے کہ

ومن ذا الذی یدری بما فیہ من جھل
یری النّاس ضلالا و لیس بمھتدی

''جو آدمی اپنی جہالت کو کسی حیلہ سے جانتا ہے وہ لوگوں کو گمراہ خیال کرتا ہے حالانکہ وہ خود راہ راست پر نہیں ہوتا''۔

5- اصمعی کہتے ہیں کہ ہم نے علم سے رابطہ رکھا اور مزاحیہ باتوں سے اسے حاصل کیا۔

عطاء بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر باتیں کرتے کرتے ہمیں رلا دیتے تھے اور اکثر اوقات ہم کھڑے بھی نہیں ہوتے تھے کہ ہمیں ہنسا دیتے تھے۔

6- امام مسلم نے ''صحیح'' میں کتاب التوبہ کے باب ''فضل دوام الذکر والفکر فی الآخرۃ'' میں، ابن ماجہ نے مسند میں (۵۲۳۹)، امام احمد نے اپنی مسند میں (۳۴۶،۱۷۸/۴) اور ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں (۲۴۹۳) کے تحت یہ حدیث روایت کی ہے۔

7- ابن جوزی نے آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے متعلق ''الظراف والمتماجنین'' میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی میں خوش طبعی کی خصلت ہو وہ تکبر سے بچ جاتا ہے۔

الابشیہی نے ''المستطرف'' میں آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے کانوں کی آوازیں سننے میں کشادگی دی جس دل کو بھی خوش طبعی ودیعت کی گئی اس خوشی سے اللہ تعالیٰ لطف و کرم تخلیق فرماتا ہے تو جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ لطف و کرم اس کی طرف دوڑتا ہے حتیٰ کہ اسے دور ہٹا دیتا ہے جیسے نامانوس اونٹ کو بھگا دیا جاتا ہے۔

8- ابن عائشہ سے مراد ابو عبدالرحمٰن عبیداللہ بن محمد بن حفص بن معمر تیمی المعروف ابن عائشہ ہے۔ جید فصحاء میں سے اور حدیث و سیر کا عالم ہے۔ وفات ۲۲۸ھ۔

9- اصمعی: عبدالملک بن قریب بن علی بن اصمع الباہلی ابو سعید اصمعی مراد ہے۔ راویان عرب میں سے ہے۔ لغت، اشعار اور شہروں کی تاریخ کا عالم ہے۔ اس کی تصنیفات کثیر ہیں۔ ولادت ۱۲۲ھ۔ وفات ۲۱۶ھ۔

فصل

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے یہ ظاہر ہوا کہ علماءِ کرام بھی جائز شغل سے آرام و راحت حاصل کرتے رہے ہیں وہ جائز شغل ان میں محنت و مشقت کیلئے چستی پیدا کرتے تھے۔ گویا یہ شغل ہمیشہ محنت و مشقت کا حصہ رہے ہیں۔

ابو فراس شاعر کہتا ہے:

اروّح القلب ببعض الهزل   تجاهلاً منّی بغیر جهل

امزح فیه مزح اهل الفضل   و المزح احیانا جلاء العقل

"بعض اوقات میں تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے ہنسی مذاق سے اپنے دل کو آرام پہنچاتا ہوں۔ اور اس ہنسی مذاق کے دوران اہل فضل جیسا مذاق کرتا ہوں۔ اور کبھی کبھی مزاق عقل کو جلا بخشتا ہے"۔

فصل

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ احمقوں اور غافلین کی حکایات کا ذکر ہنسی مذاق کا سبب ہے۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔ ارشاد فرمایا:

''ایک آدمی اپنے ہم نشینوں کو ہنسانے کیلئے کوئی بات کرتا ہے تو اس بات کی وجہ سے اسے ثریا سے بھی دور جہنم میں گرایا جاتا ہے''۔[1]

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آدمی انہیں جھوٹی بات سے ہنساتا ہے اس حدیث کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ اس کی مزید وضاحت کیلئے یہ حدیث مروی ہے کہ

آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہلاکت ہے اس آدمی کیلئے جو جھوٹ بول کر لوگوں کو ہنساتا ہے''۔[2]

کبھی کبھار آدمی کا لوگوں کو ہنسانا جائز ہے۔ امام مسلم کی ''افراد'' میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آج ضرور رسول نبی کریم ﷺ سے گفتگو کر کے انہیں ہنساؤں گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی اگر میری بیوی بنت زید نے مجھ سے نفقہ مانگا تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔ تو رسول اکرم ﷺ مسکرا پڑے۔[3]

اضافہ از مترجم:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر نبی اکرم ﷺ اس لئے مسکرائے کیونکہ آپ ﷺ ''امہات المؤمنین'' ازواج مطہرات کی جانب سے زیادہ نفقہ کے مطالبے کی وجہ سے الگ تھے''۔

تو آدمی کیلئے یہ چیز مکروہ ہے کہ وہ ہر وقت لوگوں کو ہنسانے میں ہی مشغول رہے کیونکہ تھوڑا مذاق قابل مذمت ہے۔ رسول نبی کریم ﷺ بھی تو مسکرایا کرتے تھے حتی کہ آپکے

دندان مبارک ظاہر ہو جاتے۔ تو پتہ چلا کہ زیادہ مذاق کرنا مکروہ ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ سے یہ مروی ہے۔ ارشاد فرمایا:

زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔[4]

اور کبھی کبھار اتنی مقدار میں جائز شغل سے خوشی اور راحت حاصل کرنا ایسے ہی ہے جیسے کہ ہانڈی میں نمک ہوتا ہے۔

حاشیہ جات

1- مسند احمد: ۲/ ۴۲، ۴۰۲۔ ابونعیم فی الحلیۃ: ۳/ ۱۴۴۔ ابن عدی فی الکامل۔ ۳/ ۱۰۸۰۔ ذہبی فی المیزان: ۲۸۳۶۔ عقیلی فی الضعفاء: ۳/ ۲۰۲۔ ابن حجر فی لسان المیزان: ۴/ ۳۱۶ اور المطالب العالیہ: ۳۲۲۳۔ ابن مبارک فی الزہد ۳۳۲۔ عراقی نے تخریج الاحیاء میں اسے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن ابی الدنیا نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور شیخین اور ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "آدمی کوئی بات کرتا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتا تو اس کی وجہ سے جہنم میں ستر گز نیچے گرایا جائے گا"۔

یہ الفاظ ترمذی نے نقل کئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(دیکھئے مجمع الزوائد: ۸/ ۹۵، ۱۰/ ۲۹۷۔ صحیح الالبانی: ۲/ ۲۹۔ صحیح بخاری ۶۴۷۷، ۶۴۷۸۔ مسلم "الزہد": ۴۹، ۵۰)

2- ابوداؤد: ۴۹۹۔ ترمذی: ۲۳۱۵۔ ابن عساکر فی تہذیب تاریخ دمشق: ۵/ ۲۱۸۔ مسند احمد ۵/ ۵، ۷۔ دارمی: ۲/ ۲۹۶۔ بغوی فی شرح السنۃ: ۱۳/ ۵ حاکم: ۱/ ۴۶۔ بیہقی: ۱۰/ ۶، ۱۷۔ طبرانی فی الکبیر: ۱۹/ ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴۔ خطیب بغدادی فی تاریخ بغداد: ۳/ ۴، ۷، ۱۴۴۔ ترمذی نے کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔ البانی نے بھی "صحیح الجامع" میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

3- امام مسلم نے کتاب الطلاق: ۲۹۔ مسند احمد: ۳/ ۳۲۸۔ بیہقی فی سنن الکبریٰ ۸/ ۳۸۔ فتح الباری کی حدیث نمبر ۴۷۸۶ کے تحت مزید تشریح دیکھئے۔

4- امام ترمذی نے حضرت حسن کی حدیث سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات لے کر ان پر عمل کرے یا اسے سکھائے جو ان پر عمل کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی۔ میں یا رسول اللہ اس کیلئے حاضر ہوں۔ رسول نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ چیزیں گنوائیں۔ اور فرمایا: حرام کردہ اشیاء سے بچ لوگوں میں سب سے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ جو کچھ

اللہ تعالٰی نے تمہیں عطا کیا ہے اس پر راضی رہ تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے اپنے پڑوسی سے نیک سلوک کرو مؤمن کامل ہو جاؤ گے اور اپنے لیئے جو پسند کرتے ہو وہی لوگوں کیلئے بھی پسند کرو مسلم کامل ہو جاؤ گے اور زیادہ مت ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ غریب حدیث ہے۔ہم نے اسے جعفر بن سلیمان کی حدیث سے ہی جانا ہے۔ اور حسن نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز نہیں سنی۔ابو عبیدہ الناجی نے حضرت حسن سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں ''عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔

ابن ماجہ نے ایک دوسری سند کیساتھ اسنادِ صحیح سے مختصراً روایت کی ہے۔وہ یہ ہے کہ زیادہ مت ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

بخاری نے ''الادب المفرد'' میں، بوصیری نے ''الزوائد'' میں اس کی اسناد صحیح قرار دی ہیں۔البانی نے ''سلسلۃ الصحیحہ'' میں اسے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان اسناد کے رجال جید ہیں تمام ثقہ ہیں سوائے عبد الحمید بن جعفر کے۔

اور حافظ ابن حجر نے ''التقریب'' میں ذکر کیا ہے کہ سچا ہے کبھی کبھی وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(عبد الحمید بن جعفر کے متعلق کہا ہے)

فصل

ابن جوزی کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو چوبیس ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1- پہلا باب: حماقت اور اس کے معنیٰ کے بیان میں ہے۔
2- دوسرا باب: حماقت کے فطری ہونے کے بیان میں ہے۔
3- تیسرا باب: حماقت کے متعلق لوگوں میں پائے جانے والے اختلاف کا ذکر اس باب میں ہے۔
4- چوتھا باب: احمقوں کے اسماء پر مشتمل ہے۔
5- پانچواں باب: احمق کی صفات کے بیان میں ہے۔
6- چھٹا باب: احمق کی صحبت سے بچنے کے بیان میں ہے۔
7- ساتواں باب: معروف احمقوں کو ضرب المثل بنانے کے بیان میں ہے۔
8- آٹھواں باب: جن کی حماقت اور غفلت ضرب المثل بن چکی ہے ان کی حکایات کے بیان میں ہے۔
9- نواں باب: عقلاء کے اس گروہ کا بیان جن سے فعلِ حماقت سرزد ہوا۔
10- دسواں باب: مغفل قاریوں کے بیان میں ہے۔
11- گیارہواں باب: مغفل راویان حدیث اور حدیث کو غلط لکھنے اور پڑھنے والوں کے بیان میں ہے۔
12- بارہواں باب: مغفل امراء و حکام کے بیان میں ہے۔
13- تیرہواں باب: مغفل قاضیوں کے بیان میں ہے۔
14- چودھواں باب: مغفل کاتبین اور دربانوں کے بیان میں ہے۔

15- پندرھواں باب: مغفّل موذنوں کے بیان میں ہے۔
16- سولھواں باب: مغفّل آئمہ کے بیان میں ہے۔
17 سترھواں باب: مغفّل دیہاتیوں کے بیان میں ہے۔
18- اٹھارھواں باب: جنہوں نے فصاحت کا ارادہ کیا اور مغفّل دیہاتیوں کے بیان میں ہے۔
19- انیسواں باب: مغفّل شعراء کے بیان میں ہے۔
20- بیسواں باب: قصہ گو مغفّلین کے بیان میں ہے۔
21- اکیسواں باب: مغفّل زاہدوں کے بیان میں ہے۔
22- بائیسواں باب: مغفّل اساتذہ کے بیان میں ہے۔
23- تیئسواں باب: مغفّل جولاہوں کے بیان میں ہے۔
24- چوبیسواں باب: مطلق مغفّلین کے بیان میں ہے چاہے ان کا تعلّق کسی بھی طبقہ اور پیشہ سے ہو۔

پہلی قسم

مفہوم حماقت اور احمقوں کی صحبت سے بچنے کا بیان

اس قسم میں نو ابواب ہیں:

1- پہلا باب: حماقت اور اس کے معنیٰ کا بیان۔
2- دوسرا باب: حماقت کے فطری ہونے کا بیان۔
3- تیسرا باب: حماقت کے متعلق لوگوں کے اختلاف کا بیان۔
4- چوتھا باب: احمقوں کے اسماء کا بیان۔
5- پانچواں باب: احمق کی صفات کا بیان۔
6- چھٹا باب: احمق کی صحبت سے بچنے کا بیان۔
7- ساتواں باب: معروف احمقوں کے ضرب المثل ہونے کا بیان۔
8- آٹھواں باب: جن کی حماقت ضرب المثل بن چکی ہے ان کی حکایات کا بیان۔
9- نواں باب: عقلاء کی اس جماعت کا بیان جن سے فعل حماقت سرزد ہوا۔

پہلا باب:

حماقت اور اس کے معنیٰ کا بیان

ابن اعرابی[1] فرماتے ہیں کہ لفظ حماقت "حمقت السوق" سے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب بازار مندا پڑ جائے ٹھپ ہو جائے۔ گویا احمق بھی کمزور عقل اور رائے والا ہوتا ہے تو اس سے نہ تو مشورہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی جنگ کے معاملہ میں اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

ابو بکر المکارم فرماتے ہیں کہ خرفہ ساگ کو "البقلة الحمقاء" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ پانی اور اونٹوں کے راستے میں اگ آتا ہے۔ (اسی وجہ سے کچلا جاتا ہے اور بچ نہیں پاتا)

ابن اعرابی فرماتے ہیں کہ احمق آدمی کو احمق اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی رعونت اور بیوقوفی کی وجہ سے اپنے کلام کو ممتاز نہیں کر پاتا۔

حاشیہ

1-ابن اعرابی:

ان کا نام محمد بن زیاد ابو عبداللہ ہے۔ لغت کے عالم اور راوی ہیں۔ ان سے بڑھ کر فطری طور پر شعر کہنے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔ کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔ حماقت کی لغوی تعریف جو انہوں نے ذکر کی ہے وہ "المستطرف" میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں اس طرح ہے کہ "کسی معاملہ میں اس احمق کی طرف توجہ نہیں کی جاتی"۔ ابن اعرابی نے "کسی معاملہ" کی بجائے "جنگی معاملہ" بیان کر دیا ہے۔

فصل

حماقت کے لغوی معنیٰ کے متعلق جو کچھ تھا وہ ہم نے بیان کر دیا لیکن مقصود اصطلاحی معنیٰ کے بیان سے ہی ظاہر ہوگا۔ لہذا ہم اس کا اصطلاحی معنیٰ بیان کرتے ہیں۔

حماقت و تغفیل کا معنیٰ:

مقصود کے صحیح ہونے کے باوجود مطلوب تک پہنچنے کے راستہ اور ذریعہ میں غلطی کرنا حماقت کہلاتا ہے۔ بخلاف جنون کے کیونکہ جنون ذریعہ اور مقصود دونوں میں غلطی اور خلل سے عبارت ہے۔ تو احمق آدمی کا مقصود تو صحیح ہوتا ہے لیکن جو راستہ وہ اختیار کرتا ہے وہ فاسد اور غلط ہوتا ہے اور جو راستہ وہ غرض کی طرف پہنچنے کیلئے تلاش کرتا ہے وہ صحیح نہیں ہوتا۔ جبکہ مجنون کا تو اصل اقدام ہی فاسد اور غلط ہوتا ہے تو وہ ایسی چیز کا انتخاب کرتا ہے جسے اختیار ہی نہیں کیا جاتا۔[1]

آئندہ صفحات میں جو ہم احمقوں کے واقعات ذکر کریں گے ان سے اس کا فرق ظاہر ہو جائے گا۔ بہر حال ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک حاکم کا پرندہ اڑ گیا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔

تو اس حاکم کا مقصود پرندے کی حفاظت تھا۔

اضافہ از مترجم:

یعنی حاکم یہ چاہتا تھا کہ پرندہ شہر سے باہر نہ نکلنے پائے اور پکڑ لیا جائے۔ اس مقصد کیلئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ شہر کے دروازے بند کرنے کا حکم دے دیا۔ اور یہی اس کی حماقت تھی کیونکہ پرندہ تو اڑنے والا جانور ہے نا کہ چلنے والا۔ اب اس کا مقصد تو صحیح تھا لیکن طریقہ غلط تھا۔

حاشیہ

1- ابشیہی کہتے ہیں کہ حماقت فطری چیز ہے اس میں کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوتا یہ ایسی بیماری ہے کہ جس کی دوا موت ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ

لکل داء دواء یستطب بہ　　　　الا الحماقۃ اعیت من یداویھا

''ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا ہے کہ جس سے علاج کرلیا جاتا ہے سوائے حماقت کے۔ کیونکہ جو اس کا علاج کرتا ہے یہ اسے عاجز کردیتی ہے''۔

ابشیہی کہتے ہیں کہ حماقت مذموم ہے اور احمق کی صفات اس کے افعال سے پہچانی جاسکتی ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔ عواقب و انجام میں غور و فکر نہ کرنا۔ ناواقف پر یقین کرنا، خود پسندی، کثرت کلام، جلدی جواب دینا، ادھر ادھر بہت زیادہ متوجہ ہونا، علم سے خالی ہونا، عجلت بازی، خفت، بیوقوفانہ پن، ظلم، غفلت، بھولنا، خیالوں کی دنیا میں رہنا، اگر امیر ہوجائے تو تکبر کرے، اگر غریب ہوجائے تو مایوس ہو، فحش کلامی کرنا، اگر اس سے سوال کیا جائے تو کنجوسی کرے، اور اگر سوال کرے تو ضد کرے، بات کرے تو اچھی نہ کرے، اگر اس سے کوئی بات کہی جائے تو سمجھ نہ سکے، اگر ہنسے تو منہ پھاڑ کر قہقہہ مارے، اگر روئے تو چیخے چلائے، یہ سب علامات احمق ہیں۔ اگر ہم ان عادات پر غور و فکر کریں تو اکثر لوگوں میں یہ موجود ہوں گی تو احمق اور عقلمند کے درمیان فرق بہت مشکل ہے۔ اگر یہ کوئی سوال کرے تو اس احمق کے پاس خاموش رہنا ہی اس کا جواب ہے۔

بہلول دانا سے کہا گیا کہ ہمیں بیوقوفوں کی علامات بتایئے۔ تو انہوں نے کہا کہ ان کی علامات تو بہت زیادہ ہیں۔ ہاں! میں تمہیں عقلمندوں کی علامات بتاتا ہوں۔

دوسرا باب:

حماقت کے فطری چیز ہونے کا بیان

ابو اسحاق[1] فرماتے ہیں کہ جب تجھے یہ خبر پہنچے کہ امیر آدمی فقیر ہو گیا ہے، فقیر آدمی امیر ہو گیا۔ اور یہ کہ زندہ آدمی مر گیا ہے تو ان سب کی تصدیق کر لے اور جب تجھے یہ بات پہنچے کہ احمق آدمی عقلمند ہو گیا ہے تو اس کی تصدیق مت کرنا۔

قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ تین چیزوں میں سے دو کی تصدیق کر لو مگر ایک بات کی تصدیق مت کرو۔ یعنی اگر تجھے یہ کہا جائے کہ جو آدمی تیرے ساتھ تھا وہ دیوار کے پیچھے گیا تو مر گیا تو اس کی تصدیق کر لو۔ اگر تجھ سے یہ کہا جائے کہ فقیر آدمی کسی دوسرے شہر جا کر امیر ہو گیا اس نے مال و دولت حاصل کر لی ہے تو اس کی بھی تصدیق کر لو۔ اور اگر تجھے یہ کہا جائے کہ احمق آدمی دوسرے شہر جا کر عقلمند ہو گیا ہے تو اس کی تصدیق مت کرنا۔

امام اوزاعی[2] فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے کہا گیا کہ اے روح اللہ! آپ مردے زندہ کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ کے اذن سے زندہ کرتا ہوں۔ تو پھر کہا گیا کہ آپ مادر زاد اندھوں کو تندرست کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ کے اذن سے تندرست کرتا ہوں۔ تو پھر کہا گیا کہ حماقت کی دوا کیا ہے؟ تو فرمایا: یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔[3]

جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ احمق کو ادب سکھلانا اندرائن (حنظل) کی جڑوں میں پانی دینے کے مترادف ہے۔ جتنا زیادہ سیراب کرو گے اتنا زیادہ کڑوا ہو گا۔

مامون[4] الرشید فرماتے ہیں کہ کیا تمہیں علم ہے اس واقعہ کے بارے میں جو میرے اور امیر المؤمنین ہارون الرشید کے درمیان پیش آیا۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ میں ان کا کچھ قصوروار تھا۔ تو میں ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اے احمق! دور ہو جا۔ تو میں غصہ ہو کر لوٹ آیا۔ اور کچھ دن ان کے پاس نہ گیا۔ تو انہوں نے میری طرف ایک رقعہ

لکھ کر بھیجا جس پر لکھا تھا۔

لیت شعری قد تمادی بك الهجر أمنك التفريط أم كان منّی

ان تكن خنتنا فعنك عفا الله و ان كنت خنتكم فاعف عنّی

"افسوس ہے کہ تجھ سے جدائی طویل ہوگئی۔ کیا زیادتی تیری تھی یا میری۔ اگر تو نے ہم سے خیانت کی ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے اور اگر میں نے تیرے ساتھ خیانت کی ہے تو تو مجھے معاف کر دے"۔

میں یہ رقعہ پڑھ کر ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر تو قصور ہمارا ہے تو ہمیں معاف کرنا اور اگر تیرا ہے تو ہم نے تجھے معاف کیا۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ نے مجھے احمق کہا تھا اگر آپ مجھے "ارعن" متکبر کہتے تو یہ مجھ پر آسان ہوتا اور مجھے غصہ نہ آتا۔

تو انہوں نے کہا کہ ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ میں نے انہیں جواب دیا کہ رعونت عورتوں سے پیدا ہوتی ہے اور آدمی ان کی زیادہ دیر صحبت اختیار کرے تو اسے بھی لاحق ہو جاتی ہے اور جب وہ ان سے جدائی اختیار کر لے اور مردوں کے ساتھ صحبت اختیار کر لے تو اس سے زائل ہو جاتی ہے۔ جبکہ حماقت تو فطری چیز ہے۔

کسی دانا نے یہ شعر کہا ہے کہ

و علاج الابدان ایسر خطبا حين تعتل من علاج العقول

"جب جسم بیمار ہو جائیں تو ان کا علاج عقلوں کے علاج کی نسبت زیادہ آسان ہے"۔

حاشیہ جات

1- ابو اسحاق: میرا خیال ہے کہ یہ ابو اسحاق سبیعی ہیں ان کا پورا نام عمرو بن عبداللہ بن علی بن احمد ابو اسحاق سبیعی ہمذانی کوفی ہے۔ عظیم ثقہ تابعی ہیں۔ انہوں نے اڑتیس صحابہ کرام سے حدیث سنی ہے۔

2- اوزاعی: ان کا پورا نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن ابی عمرو اوزاعی ہے۔ فقیہ اور جلیل القدر ثقہ آدمی ہیں ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ اور جو اثر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نقل کیا ہے وہ "المستطرف" میں اس طرح نقل

کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے کوڑھی اور مادرزاد اندھے کا علاج کیا اور انہیں تندرست کر دیا۔ تو میں نے احمق کا علاج کیا تو اس نے مجھے عاجز کر دیا۔ (یعنی اس کا علاج نہ کر سکا)

3- بشر بن معتمد فرماتے ہیں کہ

و اذا الغبی رایتہ مستغنیا اعیی الطبیب و حیلۃ المحتال

''جب تو بیوقوف امیر آدمی کو دیکھے تو تو دیکھے گا کہ اس نے طبیب اور حیلہ کرنے والے کو عاجز کر دیا ہے''۔

ایک اور شاعر فرماتے ہیں کہ

و انّ عناء ان تفھّم جاھلا و یحسب جھلا انہ منک افھم

''اور سب سے بڑی تھکاوٹ یہ ہے کہ تو جاہل کو سمجھنے بیٹھ جائے اور جہالت کے متعلق یہ گمان ہو کہ تو اسے بہت سمجھنے والا ہے''۔

جریر فرماتے ہیں کہ

و لا یعرفون الشرّ حتّی یصیبھم
و لا یعرفون الامر الّا تدبّرا

''اور وہ شر کو اسی وقت پہچانتے ہیں جب وہ انہیں لاحق ہو جاتی ہے اور معاملے کو تدبّر و تفکر ہی سے پہچانتے ہیں''۔

4- مامون: ان کا نام عبداللہ المامون بن ہارون الرشید ہے ۱۹۸ھ میں ان کی خلافت کی بیعت ان کے بھائی امین کے فوت ہونے کے بعد کی گئی۔ اور ہارون الرشید محمد المہدی کے بیٹے تھے اور بہت دیندار اور کثرت سے جہاد کرنے والے تھے ۱۹۳ھ میں وفات پائی۔

تیسرا باب:

حماقت کے متعلق لوگوں کے اختلاف کا بیان

ہم نے یہ بیان کر دیا ہے کہ حماقت عقل یا ذہن میں فساد کا نام ہے۔ تو جو حماقت اصلِ جوہر میں پائی جائے وہ فطری ہوتی ہے اسے ادب سکھلانا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور جس کا اصلی جوہر اس سے محفوظ ہو تو اس کیلئے جدّ و جہد اور ادب سکھلانا فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور یہ جدّ و جہد مفسد عوارض دور کر دیتی ہے۔

بعد ازاں!

لوگوں کا عقل، اس کے جوہر اور جتنی مقدار میں کسی کو عقل عطا کی گئی ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے اسی لئے حماقت کے متعلق بھی ان کا اختلاف ہے۔

ابراہیم نظام سے پوچھا گیا کہ

حماقت کی تعریف کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے اس چیز کے متعلق پوچھ رہے ہیں جس کی کوئی تعریف ہی نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

"ما غرّك بربّك الكريم"۔ (الانفطار:۶)

"کس چیز نے تجھے ربّ کریم کیساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا ہے"۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے پروردگار! حماقت نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہر شخص میں کچھ نہ کچھ حماقت ہوتی ہے جس میں وہ زندگی گزارتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم سب اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق حماقت میں مبتلا ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ رب العزت نے بتقاضائے حکمت حضرت آدم علیہ السلام کو بھی احمق تخلیق کیا اگر یہ بات نہ ہوتی تو انہیں زندگی کبھی خوش نہ کرتی۔

حضرت مطرّف سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

اگر میں قسم اٹھاؤں تو مجھے امید ہے کہ میں بری ہو جاؤں گا اور وہ قسم یہ ہے کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے ربّ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ میں حماقت میں مبتلا نہ ہو۔ ہاں! مگر یہ بات ہے کہ بعض حماقتیں بعض سے کم ہوتی ہیں۔

آپ ہی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

لوگوں کی عقلیں ان کے زمانوں کی مقدار کے مطابق ہوتی ہیں۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے:

لوگ سخت بھوک میں مبتلا ہیں میں نے کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں کے پانی میں گھسے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انسان کو احمق تخلیق کیا گیا ہے تا کہ زندگی سے نفع حاصل کر سکے۔

کسی کا شعر ہے کہ

لعمرك ما شئ يفوتك نيله ... بغبن و لكن في العقول التّغابن

''تیری عمر کی قسم! تو نے کوئی چیز دھوکہ کی وجہ سے فوت نہیں کی لیکن عقلوں میں ہی نقصان ہے''۔

چوتھا باب:

احمقوں کے اسماء کا بیان

احمق مردوں کا نام:

1- احمق
2- رقی
3- مائق[1]
4- ازبق
5- ہجہاجہ
6- ہلباجہ
7- خطل
8- خرف
9- ملغ
10- ماج
11- مسلوس
12- مأفون
13- مأفوک
14- اعفک
15- فقاقہ
16- ہجاۃ
17- الق
18- خوعم
19- الفت
20- رطی
21- باحر
22- ہجرع
23- مجع
24- انوک[2]
25- ہبنک
26- اہوج
27- ہبنق
28- اخرق
29- داعک
30- ہداک
31- ہبنقع
32- مدلہ
33- ذہول
34- جعبس
35- اورہ
36- ہوف

37- معصل
38- فدم
39- ہتور
40- عیایاطباقاء

اگر زیادہ ناموں کی وجہ سے کسی چیز کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے تو ان میں سے تقریباً احمق ہی زیادہ ناموں والا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اگر کثرت اسماء کے علاوہ احمق کیلئے کوئی فضیلت نہ بھی ہو تو یہی اس کیلئے کافی ہے۔

ابن اعرابی فرماتے ہیں۔

''رقیع'' وہ ہوتا ہے جو کہ اپنی حماقت کو ظاہر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

کسی دیہاتی عرب سے پوچھا گیا کہ

احمق اور مائق کے درمیان کیا فرق ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ احمق وہ ہوتا ہے جو کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر چلّو سے پانی پلانے کی درخواست کرتا ہے اور مائق اس آدمی کی مانند ہے جو کنویں کے نیچے سے چلّو سے پانی پلانے کی درخواست کرتا ہے...... جیسے ان دونوں آدمیوں کے مابین فرق ہے ایسے ہی احمق اور مائق کے درمیان فرق ہے عرب کہتے ہیں کہ

احمق وہ ہوتا ہے جو کہ قضائے حاجت کیلئے ایسی جگہ جاتا ہے جو مناسب ہو یعنی احمق دستور کے مطابق قضائے حاجت کرنا جانتا ہے اور اخرق وہ ہوتا ہے جو کہ چیزوں کو پھاڑ دیتا ہے اور کوئی کام بہتر طریقے سے سرانجام نہیں دے پاتا ہے۔

احمق عورتوں کے نام:

1- درہاء
2- خرقاء
3- دفنس
4- خذعل
5- ہوجاء
6- قریع
7- داعکہ
8- رطیہ

حاشیہ جات

1- شاعر کہتا ہے:

اعلّل نفسی بما لا یکون کما یفعل المائق الأحمق

''میں اپنے آپ کو بے فائدہ چیز سے بیمار کرتا ہوں جیسا کہ مائق احمق کرتا ہے''۔

2- شاعر کہتا ہے:

فانّ العقل لیس لہ اذا ما تفاضلت الفضائل من کفاء

فانّ النوک للاحساب غول واھون دائہ داء العیاء

''یعنی جب فضائل زیادہ ہو جائیں تو عقل کیلئے کوئی چیز کفایت نہیں کرتی کیونکہ نوک (احمق) گمان کرنے میں جلدی کرتا ہے اور اس کی ہلکی سی بیماری بھی ایسی ہوتی ہے جس سے وہ صحت مند نہیں ہوتا''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے کہ

اری زمنا نوکاہ اسعد اھلہ ولکنّما یشقی بہ کلّ عاقل

''میں نے ایک زمانہ ایسا دیکھا ہے کہ احمق آدمی لوگوں میں سب سے زیادہ خوش بخت تھا۔ لیکن اس کی وجہ سے ہر عقل مند بدبخت ہو چکا تھا''۔

پانچواں باب:

احمق کی صفات کا بیان

احمق کی صفات دو قسموں میں منقسم ہوتی ہیں۔

1- شکل وصورت کی حیثیت سے۔

2- عادات وافعال کی حیثیت سے۔

پہلی قسم

شکل وصورت کی حیثیت سے احمق:

حکماء فرماتے ہیں کہ بدصورت چھوٹا سر، دماغ کی ہیئت کی بدصورتی اوراس کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔

حکیم جالینوس کہتے ہیں کہ سر کا چھوٹا ہونا یقینی طور پر دماغ کے کمزور ہونے کی علامت ہے اور چھوٹی گردن دماغ کی کمزوری اور قلّت عقل پر دلالت کرتی ہے۔ جس آدمی کی بناوٹ متناسب الاعضاء نہ ہو وہ پست ہمت اور کمزور عقل والا ہوتا ہے مثلاً پیٹ بڑا ہو۔ انگلیاں چھوٹی ہوں، چہرہ گول ہو۔ لمبوترا قد، چھوٹی کھوپڑی، پر گوشت پیشانی موٹا چہرہ، گردن موٹی ور پنڈلیاں موٹی ہوں گویا اس کا چہرہ دائرے کا نصف حصہ ہے ایسے ہی گول سر ہو داڑھی گول ہو چہرہ سخت کھردرا ہو آنکھوں سے بیوقوفانہ حرکات کا اظہار ہوتا ہو تو وہ بھی لوگوں میں سے سب سے زیادہ بھلائی سے دور ہوتا ہے۔ ابھری ہوئی آنکھوں والا بیہودہ اور بے شرم ہوتا ہے۔ جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی ہوں وہ مکار اور چور ہوتا ہے اگر بڑی بڑی متحرک و مضطرب آنکھیں ہوں تو ایسا شخص ست، نکما، احمق اور عورتوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔ نیلی آنکھوں والا جن میں زعفران کی مانند زردی ہو ایسا آدمی انتہائی بداخلاق ہوتا ہے۔ بیل سے مشابہ آنکھوں والا احمق ہوتا ہے۔ آنکھیں ابھری ہوئی ہوں اور پپوٹا چمٹا ہوا ہو

تو یہ بہت حماقت پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر پپوٹا آنکھوں سے چھوٹا ہو یا بغیر کسی بیماری کے رنگدار ہو تو ایسا آدمی جھوٹا مکار اور احمق ہوتا ہے۔

کندھوں اور گردن پر بالوں کا ہونا حماقت اور جرأت کی دلیل ہے۔ سینے اور پیٹ پر بال ہوں تو یہ کم عقلی کی دلیل ہے۔ جس شخص کی گردن لمبی اور پتلی ہو تو وہ چیخنے والا، احمق اور بزدل ہوتا ہے۔ جس آدمی کی ناک بھری ہوئی موٹی ہو تو وہ کم فہم ہوتا ہے۔ جس کے ہونٹ موٹے ہوں وہ احمق اور کھردری طبیعت والا ہوتا ہے اور جس آدمی کا چہرہ انتہائی گول ہو تو وہ جاہل ہے اور بڑے کانوں والا آدمی جاہل اور لمبی عمر والا ہوتا ہے۔ خوبصورت آواز ذہانت کی کمی اور حماقت پر دلالت کرتی ہے۔ زیادہ سخت گوشت والا آدمی کم فہم اور موٹی حس والا ہوتا ہے۔ بیوقوفی اور جہالت لمبے قد والوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور احمق کے متعلق ایسی علامت جو کہ غلط نہیں ہوتی داڑھی کا لمبا ہونا ہے کیونکہ ایسا آدمی حماقت سے خالی نہیں ہوتا۔

داڑھی کا لمبا ہونا حماقت:

روایت کیا گیا ہے کہ تورات شریف میں لکھا ہے کہ داڑھی دماغ سے نکلتی ہے تو جس آدمی کی داڑھی لمبی ہوتی ہے اس کا دماغ کم ہوتا ہے جس کا دماغ کم ہوتا ہے اس کی عقل کم ہوتی ہے اور جس کی عقل کم ہوتی ہے وہ احمق ہوتا ہے۔[1]

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ حماقت داڑھی کی کھاد ہے تو جس کی داڑھی لمبی ہوتی ہے اس میں احمق پن زیادہ ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے بہت زیادہ لمبی داڑھی والے آدمی کو دیکھا تو انہوں نے کہا۔ قسم بخدا! اگر یہ آدمی نہر سے بھی نکلے تو تب بھی خشک رہے۔

احنف بن قیس فرماتے ہیں کہ جب تو کسی بڑی کھوپڑی والے اور لمبی داڑھی والے آدمی کو دیکھے تو اس پر بے شرم ہونے کا حکم لگا دے اگرچہ وہ امیہ بن عبد شمس ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہ جس پر آپ غصے ہوئے تھے فرمایا کہ ہمارے پاس تیری حماقت اور کمزور عقلی کی شہادت کیلئے تیری داڑھی کا لمبا ہونا ہی کافی ہے۔

عبدالملک بن مروان فرماتے ہیں کہ جس کی داڑھی لمبی ہوتی ہے وہ کم عقل ہوتا ہے۔

دیگر حضرات کہتے ہیں کہ جو پستہ قد ہو، چھوٹی کھوپڑی والا ہو اور لمبی داڑھی والا ہو تو ایسے آدمی کی عقل کے بارے میں مسلمانوں پر لڑنا لازم ہے۔

اصحابِ فراست فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی کا قد بھی لمبا ہو اور داڑھی بھی لمبی ہو تو اس پر حماقت کا حکم لگا دو اور اگر ان کے ساتھ ساتھ سر بھی چھوٹا ہو تو پھر تو اس کے احمق ہونے میں کوئی شک ہی نہیں۔

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ عقل کا مقام دماغ ہے اور روح کا راستہ ناک ہے اور بیوقوفی کا مقام لمبی داڑھی ہے۔

سعید بن منصور سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

میں نے ابن ادریس سے پوچھا کہ کیا آپ نے سلام بن ابی حفصہ کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ دیکھا ہے لمبی داڑھی والا اور احمق تھا۔

ابن سیرین سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

جب آپ کسی لمبی داڑھی والے آدمی کو دیکھیں تو اس کی عقل میں حماقت کو پہچان لیں۔

زیاد بن امیہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی داڑھی ایک مٹھی سے زیادہ ہو جاتی ہے تو جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی اس کی عقل کم ہو جاتی ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

اذا عرضت للفتی لحیة — و طالت فصارت الی سرّته

فنقصان عقل الفتی عندنا — بمقدار ماز ادفی لحیته

”جب کسی نوجوان کی داڑھی نکلے اور اس کی ناف تک لمبی ہو جائے تو جتنی مقدار میں اس کی داڑھی لمبی ہوتی ہے ہمارے نزدیک اتنی ہی اس کی عقل کم ہو جاتی ہے“۔

احمق کی صفات میں سے کانوں کا چھوٹا ہونا بھی ہے۔ اور احمق آدمی اپنی چال ڈھال سے بھی پہچانا جا سکتا ہے اور احمق کی گفتگو اس کی حماقت پر سب سے قوی دلیل ہوتی ہے۔

خلیفہ مہدی کا احمقوں اور عقل مند کو پہچاننا:

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ خلیفہ مہدی اپنے محل عیساباذ کے مکمل ہونے کے بعد چند لوگوں کے ہمراہ اسے دیکھنے کیلئے گیا اور اچانک اس محل میں داخل ہوا جو لوگ وہاں موجود تھے سب کو باہر نکال دیا گیا لیکن دو آدمی نکالنے والوں کی نگاہوں سے چھپ کر اندر رہ گئے۔

خلیفہ مہدی نے ان میں سے ایک کو دیکھا۔ وہ دہشت کی وجہ سے عقل کھو بیٹھا مہدی نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا۔ میں! میں! میں۔ (یعنی کچھ بتا نہ سکا) مہدی نے کہا۔ بدبخت! تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے پتہ کہ میں کون ہوں۔ مہدی نے کہا کہ تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں! نہیں! کوئی حاجت نہیں۔ تو مہدی نے کہا۔ اسے باہر نکال دو۔ اللہ تعالیٰ اس کی جان نکال دے۔ اور پیچھے سے اس کی گدی میں ایک چپت رسید کی۔ جب وہ چلا گیا تو مہدی نے اپنے غلام سے کہا کہ اس طرح اس کا پیچھا کر کہ اسے علم نہ ہو اور اس کے پیشے وغیرہ کے متعلق معلوم کرنا۔ میرا خیال ہے کہ یہ جولاہا ہے۔ تو غلام اس کے پیچھے ہولیا۔

پھر دوسرے کو دیکھا تو اس سے گفتگو کی تو اس نے مہدی کو دلیرانہ اور جرأتمندانہ انداز میں جواب دیا۔ مہدی نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں آپ کی رجال دعوت کی اولاد میں سے ہوں۔ مہدی نے پوچھا کہ یہاں کس لئے آئے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس خوبصورت عمارت کو دیکھنے آیا ہوں تاکہ اسے دیکھ کر لطف حاصل کروں اور امیر المؤمنین کیلئے درازئ عمر، اتمام نعمت اور عزت و سلامتی کی بڑھوتری کیلئے زیادہ سے زیادہ دعا کروں۔ مہدی نے کہا کہ تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں! میں نے اپنی چچازاد بہن کو نکاح کا پیغام دیا تو اس کے باپ نے یہ کہہ کر میرا پیغام مسترد کر دیا کہ تیرے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ اور لوگ مال و دولت میں رغبت رکھتے ہیں۔ میں اس لڑکی سے عشق کرتا ہوں۔ مہدی نے کہا کہ میں نے تیرے لئے پچاس ہزار درہموں کا حکم دیا۔ تو اس آدمی نے کہا۔ امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے آپ نے انعام دیا تو بہت

بڑا انعام دیا احسان کیا تو بہت بڑا احسان کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی باقی ماندہ زندگی گزشتہ زندگی سے زیادہ فرمائے اور باقی ایام کو پہلے سے بہتر بنا دے۔ اور اللہ کرے کہ آپ اس کے انعامات سے فائدہ اٹھائیں اور آپ کی رعایا آپ سے فائدہ اٹھائے۔ مہدی نے اس کو انعام دینے کا حکم صادر کیا اور اس کے ساتھ اپنا خاص آدمی روانہ کیا۔ اور کہا کہ اس کے پیشے کے بارے میں معلوم کرنا۔ میرا خیال ہے کہ یہ کاتب ہے۔

تھوڑی دیر بعد پہلا قاصد یعنی غلام واپس آ گیا اور کہا کہ وہ جولاہا ہی تھا۔ اور دوسرے آدمی نے بتایا کہ وہ دوسرا آدمی کاتب ہی تھا۔ تب مہدی نے کہا کہ مجھے جولاہے اور کاتب کی گفتگو سے کوئی خدشہ نہیں ہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ احمق کے ساتھ رہے بغیر تم اسے کیسے پہچانو گے؟ تو بعض نے کہا کہ اس کی چال ڈھال، نظر اور تردّد سے پہچانیں گے۔ بعض نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ آدمی کی حماقت اس کی کنیت اور انگوٹھی کے نقش سے پہچانی جاتی ہے۔

وہ احمقوں کے متعلق گفتگو میں مصروف تھے کہ ایک آدمی نے چیخ کر دوسرے آدمی کو آواز دی اور کہا۔ اے ابو یاقوت! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو بلایا تو وہ مسلح تھا۔ آپ نے تھوڑی دیر اس سے گفتگو کی۔ پھر اس سے پوچھا کہ تیری انگوٹھی کے نگینے پر کیا لکھا ہوا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ

مالی لا اری الهدهد ام کان من الغائبین۔ (النمل: ۲۰)

"مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں"۔

تو آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ واقعی جیسا آپ نے کہا تھا معاملہ ایسا ہی ہے۔ (یعنی آدمی کی انگوٹھی سے بھی حماقت کی پہچان ہو جاتی ہے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ اس کی انگوٹھی کا حلقہ بڑا اور نگینہ چھوٹا ہے تو وہ عقلمند آدمی ہے۔ اور اگر یہ دیکھیں کہ انگوٹھی کی چاندی کم اور نگینہ بڑا ہے

تو وہ آدمی عاجز یعنی بیوقوف ہے۔

اگر آپ دیکھیں کہ کسی لکھنے والے کی دوات اس کے بائیں طرف پڑی ہے تو وہ کاتب نہیں ہے اور اگر دوات دائیں جانب اور قلم کان پر ہو تو وہ کاتب ہے۔

دوسری قسم

عادات وافعال کی حیثیت سے احمق:

احمقانہ عادات میں سے امور کے عواقب وانجام پر غور وفکر نہ کرنا ہے اور ایسے شخص پر یقین کر لینا جس سے جان پہچان نہ ہو۔ ان میں ایک کسی دوست کا نہ ہونا ہے اور خود پسندی اور کثرت کلام وغیرہ ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی میں تین خصلتیں دیکھو تو اس کی ظرافت طبع اور فصاحت کلام سے دھوکہ نہ کھانا اگرچہ وہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ رات کو قیام کرنے والا اور دن کو روزہ رکھنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ وہ عادات درج ذیل ہیں۔

1- خود پسندی

2- لایعنی چیزوں کے متعلق کثرتِ کلام

3- جو کام خود کرتا ہو اس میں لوگوں پر غصے ہوتا ہو۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احمق دو عادات سے خالی نہیں ہوتا۔ جواب دینے میں جلدی کرنا اور کثرت سے ادھر ادھر متوجہ ہونا۔

ایک آدمی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت زیادہ باتیں کیں۔ آپ نے اسے ڈانٹ کر فرمایا کہ خاموش ہو جا۔ تو اس نے آگے سے جواب دیا کہ بھلا میں نے کوئی بات کی ہے۔

علامات احمق:

احمق کی علامات میں سے کسی آدمی کا مکمل طور پر علم سے خالی ہونا ہے کیونکہ عقل کچھ نہ

کچھ علم حاصل کرنے کی تگ و دو کرتی ہے اگر چہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔ تو جب کسی کی عمر بڑھ جائے اور اس نے تھوڑا سا علم بھی حاصل نہ کیا یہ اس کے احمق ہونے کی دلیل ہے۔

اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی ایسے بوڑھے کو دیکھتا ہوں کہ علم سے خالی ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ اس کی گدی پر تھپڑ لگاؤں۔

حضرت عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ''ولید'' کے دوست تھے اور اس کے پاس گپ شپ لگانے آتے تھے۔ ایک روز دونوں شطرنج کھیل رہے تھے کہ دربان آیا اور کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ امیر کو اصلاح و تندرستی عنایت فرمائے۔ اشراف ثقیف میں سے آپ کا ایک ننھیالی آدمی جہاد سے واپس آیا ہے اور آپ کو سلام کہنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر ولید نے کہا۔ اسے وہیں رہنے دو۔ عبداللہ نے کہا کہ اس سے تجھ پر کیا فرق پڑے گا اسے آنے دو ہم اپنے کھیل کو جاری رکھیں گے۔ ہاں! رومال منگوا دو وہ اس بساط پر ڈال دیں گے۔ اور اس سے ملاقات اور سلام دعا کر کے واپس آ جائیں گے۔ چنانچہ ولید نے ایسا ہی کیا۔ اور دربان سے کہا کہ اسے اندر آنے دو۔ جب وہ آدمی اندر داخل ہوا تو وہ ایک ہیبت ناک شخص تھا اور اس کی پیشانی پر سجدہ کے نشان تھے اور اس نے عمامہ شریف پہنا ہوا تھا۔ سلام کرنے کے بعد اس نے کہا کہ اللہ امیر کو دوست رکھے۔ میں جہاد سے واپس آیا ہوں اور مجھے یہ اچھا محسوس نہیں ہوا کہ آپ کا حق ادا کئے بغیر گزر جاؤں۔ ولید نے کہا کہ اللہ تجھے زندگی عطا فرمائے اور برکتیں عطا فرمائے۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد جب وہ کچھ مانوس ہو گیا تو ولید اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔ ماموں جان! آپ نے قرآن مجید میں سے کچھ یاد کیا ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ مصروفیات نے اپنے شغل میں مشغول رکھا۔ ولید نے کہا کہ سنّت نبوی، مغازی یا احادیث میں سے کچھ یاد کیا ہے؟ کہنے لگا۔ نہیں۔ کاموں سے ہی فرصت نہیں ملی۔ ولید نے کہا کہ عربوں کے واقعات اور اشعار کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟ کہا نہیں۔ ولید نے کہا۔ حجازیوں کے واقعات اور ان کی مزاحیہ باتوں کے بارے میں کچھ علم ہے؟ کہا۔ نہیں۔ ولید نے پوچھا عجمیوں کے واقعات اور ان کے آداب و اطوار سے واقفیت ہے؟ تو کہنے لگا کہ اس چیز کی

میں نے کبھی تلاش ہی نہیں کی۔

یہ سب سن کر ولید نے شطرنج کی بساط سے رومال اٹھایا اور کہا چلو شروع کرو تو عبداللہ بن معاویہ نے کہا۔ سبحان اللہ! کیا ان کے سامنے کھیلنے لگیں۔ تو ولید نے کہا۔ نہیں قسم بخدا! ہمارے ساتھ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ (یعنی یہ ایسا احمق ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے) جب اس آدمی نے یہ ماجرا دیکھا تو وہاں سے چلا گیا اور ان دونوں نے اپنا کھیل شروع کیا۔

عادات احمق:

احمق کے عادات میں سے چند یہ ہیں:

اپنی جھوٹی تعریف پر خوش ہونا، اپنی تعظیم سے متاثر ہونا اگر چہ تعظیم کا مستحق ہی نہ ہو۔

حضرت حسن سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

احمق کو پیچھے سے جوتے بھی مارے جائیں تو وہ کم ہی ٹھہرتا ہے۔

زید بن خالد فرماتے ہیں کہ اس امیر سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں جو کہ غربت سے بے خوف ہو اور اس فقیر سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں جو غنا (امیری) سے مایوس ہو۔

اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ ایک ہی مجلس کے دوران کسی آدمی کی عقل کے متعلق معلوم کرنا چاہیں تو کوئی سی بھی بے بنیاد بات چھیڑ دیں۔ اگر دیکھیں کہ وہ بہت غور سے آپ کی بات سن رہا ہے اور اسے قبول بھی کرلے تو جان لیں کہ وہ احمق ہے۔ اور اگر ناپسند کرے تو وہ عقلمند ہے۔

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ احمقانہ اخلاق یہ ہیں۔

احمقانہ اخلاق:

جلد بازی، چھچھوراپن، جفا، غرور، فجور (بدکاری)، بیوقوفی، جہالت، سُستی، خیانت، ظلم، ضیاع، کوتاہی، غفلت، بے جا خوشی، تکبر، مکروفریب، امیر ہو جائے تو تکبر کرے، غریب ہو جائے تو مایوس ہو، خوش ہو تو حد سے زیادہ شریر ہو، بولے تو فحش کلامی کرے، اس سے سوال کیا جائے تو بخل کرے، اگر خود مانگے تو گریہ وزاری کرے، بات کرے تو اچھی

طرح بول نہیں پاتا، اگر اس سے کچھ کہا جائے تو سمجھ نہیں سکتا، اگر ہنسے تو گدھے کی مانند ہینگتا ہے۔ اگر روئے تو بیل کی طرح ڈکارتا ہے۔

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ احمق کو چھ عادات کی وجہ سے پہچانا جاسکتا ہے۔

احمق کی پہچان:

1- بلا وجہ غصے ہونا

2- ناحق عطا کرتے رہنا

3- بے فائدہ اور فضول گفتگو کرنا

4- ہر ایک پر بھروسہ کرنا

5- اپنا راز فاش کرنا

6- اپنے دوست اور دشمن میں تمیز نہیں کرسکتا جو دل میں آئے زبان پر لے آتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند وہی ہے۔

حماقت کی علامات:

حافظ ابو حاتم بن حیان فرماتے ہیں کہ حماقت کی علامات یہ ہیں۔ جواب دینے میں جلدی کرنا، ثابت قدم نہ رہنا، بہت زیادہ اور بے تحاشا ہنسنا، کثرت سے ادھر ادھر متوجہ رہنا، واقعات کی کرید میں رہنا، شریروں سے میل جول رکھنا، اگر آپ احمق سے منہ موڑیں تو غمگین ہو جاتا ہے۔ اگر اسے توجہ دیں تو اتراتا ہے۔ اگر اس سے نرمی سے پیش آئیں تو جہالت سے پیش آتا ہے۔ اگر آپ جہالت سے پیش آئیں تو بردبار بنتا ہے۔ اگر اس سے اچھا سلوک کریں تو برا سلوک کرتا ہے اگر اس سے برا سلوک کریں تو اچھا بننے کی سعی کرتا ہے۔ اگر اس پر ظلم کریں تو انصاف سے پیش آتا ہے اور اگر انصاف سے پیش آئیں تو ظلم پر اتر آتا ہے۔ تو جو آدمی احمق کی صحبت میں مبتلا ہوا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس نعمت کا کثرت سے شکر ادا کرنا چاہئے جس سے وہ احمق محروم ہے۔ (یعنی نعمت عقل)

محمد شامی فرماتے ہیں:

لنا جليس تارك للادب جليسه من قوله في تعب
يغضب جهلا عند حال الرّضى و منهٗ يرضى عند حال الغضب

''ہمارا ایک ادب سے عاری ہمنشین ہے۔ اس کے ساتھ بیٹھنے والا اس کی گفتگو سے تکلیف میں مبتلا ہے''۔

رضامندی کی حالت میں جہالت کی وجہ سے غصے ہوتا ہے جبکہ غصے کی حالت میں اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

حاشیہ جات

1- ابشیہی فرماتے ہیں کہ احمق کی صفات پر اس کی صورت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ یعنی اس کی داڑھی لمبی ہوتی ہے کیونکہ داڑھی دماغ سے نکلتی ہے تو جس کی داڑھی حد سے زیادہ لمبی ہو اس کا دماغ کم ہوتا ہے اور جس کا دماغ کم ہوتا ہے اس کی عقل کم ہوتی ہے اور جس کی عقل کم ہوتی ہے وہ احمق ہوتا ہے۔

2- عیسیٰ بن مہدی، اس کی والدہ اور رشید کی والدہ سے منسوب بغداد کا شرقی محلّہ ہے اس محلّے میں مہدی نے محل تعمیر کیا جس کا نام اس نے ''قصر السلام'' رکھا اور اس پر پچاس ہزار درہم خرچ ہوئے۔ (معجم البلدان: ۵۲/۳ ۷)

3- اصمعی: ان کا نام ابو سعید عبدالملک بن قریب ہے۔ بصرہ میں پرورش پائی۔ اور بصرہ کے آئمہ کرام سے علوم عربیہ، حدیث اور قراءت حاصل کئے اور روایت میں لغت میں اور تنقید شعری میں ثقہ مشہور ہوئے۔ تاریخ وفات ۲۱۶ھ ہے۔

چھٹا باب:

احمقوں کی صحبت سے بچنے کا بیان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

احمق سے بھائی چارہ مت اختیار کرو کیونکہ وہ تمہارے خلاف مشورہ دے گا۔ خود کوشش کرے گا تو غلطی کر بیٹھے گا۔ بعض دفعہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچا دے گا اس کا خاموش رہنا اس کے بولنے سے بہتر ہے اس کی دوری اس کے قرب سے بہتر ہے۔ اس کا مرنا اس کے زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

ابن ابی زیاد فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ بیٹے! عقلمندوں کو لازم پکڑ اور ان سے ہمنشینی اختیار کر اور احمق سے بچ۔ کیونکہ میں جب بھی احمق کی صحبت میں بیٹھا۔ اٹھا تو میں نے اپنی عقل میں کمی پائی۔ عبداللہ بن حبیق سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ احمق پر غصہ مت کیجئے اس سے آپ کا غم بڑھے گا۔ (یعنی آپ کے غصے سے اسے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اس لئے آپ غمگین ہوں گے)

حضرت حسن سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

احمق سے جدائی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

حضرت سلمان بن موسیٰ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

تین اشخاص دوسرے تین آدمیوں سے انتقام نہیں لے سکتے۔ بردبار آدمی احمق سے، شریف آدمی کمینے سے اور نیک آدمی بدکار سے۔

ہم نے احنف بن قیس سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

خلیل بن احمد نے فرمایا کہ آدمی چار قسم کے ہیں۔

ایک وہ آدمی جو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے تو وہ عالم ہے اس سے کچھ

حاصل کرو۔ دوسرا وہ آدمی جو جانتا تو ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے تو وہ بھولا ہوا ہے اسے یاد دلاؤ۔ تیسرا وہ آدمی جو نہیں جانتا اور اسے علم ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تو ایسا آدمی خواہشمند ہوتا ہے اسے سکھاؤ۔ اور چوتھا وہ آدمی جو نہیں جانتا اور اسے یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ نہیں جانتا تو وہ احمق ہے اس سے دور رہو۔

نیز فرماتے ہیں کہ آدمی چار قسموں کے ہیں۔ ان میں سے تین سے گفتگو کرو اور چوتھے سے مت کرو۔ پہلا وہ آدمی جو کہ علم رکھتا ہے اور اسے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ وہ علم رکھتا ہے تو اس سے گفتگو کرو دوسرا وہ جو جانتا تو ہے لیکن اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تو اس سے بھی گفتگو کر لو۔ تیسرا وہ آدمی جو نہیں جانتا اور اسے علم ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتا اس سے بھی گفتگو کی جاسکتی ہے اور چوتھا وہ آدمی جو کہ نہیں جانتا لیکن اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ جانتا ہے تو اس سے گفتگو مت کرو۔

جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ آدمی چار قسموں کے ہیں۔

ایک آدمی وہ جو کہ جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے تو وہ عالم ہے اس سے علم حاصل کرو۔ دوسرا وہ جو کہ جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے تو وہ سویا ہوا ہے اسے بیدار کرو۔ تیسرا وہ جو کہ نہیں جانتا اور یہ جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تو وہ جاہل ہے اسے سکھاؤ۔ اور چوتھا وہ جو کہ نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا تو وہ احمق ہے اس سے اجتناب کرو۔

ہم نے قاضی ابو یوسف سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں:

آدمی تین قسم کے ہیں۔

پاگل، نیم پاگل اور عقلمند۔ پاگل اور نیم پاگل کیساتھ تو آپ راحت میں رہیں گے جبکہ عقلمند آدمی اپنا بوجھ خود اٹھالیتا ہے۔

حضرت اعمش سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

احمق آدمی کو ڈانٹنا اس کے تھیلے میں پھونک مارنے کے مترادف ہے۔

عبد اللہ بن داؤد خریبی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

ہر وہ دوست جو کہ عقلمند نہ ہو وہ تجھ پر تیرے دشمن سے زیادہ بھاری ہے۔[1]

بشر بن حارث سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

احمق آدمی کو دیکھنا آنکھوں کو تکلیف میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔

میں نے (ابن جوزی) انہیں کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں حکومت احمقوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

نیز فرماتے ہیں کہ احمق آدمی آنکھوں کیلئے باعث تکلیف ہوتا ہے چاہے غائب ہو یا حاضر۔

حضرت شعبہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

ہماری عقلیں کم ہیں تو جب ہم ایسے آدمی کے پاس بیٹھتے ہیں کہ جو ہم سے بھی کم عقل ہوتا ہے تو ہماری وہ کم عقل بھی چلی جاتی ہے۔ میں جب بھی کسی ایسے آدمی کو دیکھتا ہوں کہ جو اپنے سے کم عقل آدمی کے ساتھ بیٹھا ہو تو میں اسے ڈانٹتا ہوں۔ بعض حکماء فرماتے ہیں کہ عقلمند آدمی کا بوجھ اس کی اپنی ذات پر ہوتا ہے اور احمق کا بوجھ لوگوں پر ہوتا ہے جس آدمی کی عقل نہیں اس کی دنیا و آخرت نہیں۔

ایک اور دانا کا قول ہے کہ احمق آدمی کیساتھ معاملہ نباہنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں میں اس کے ساتھ بحسن وخوبی معاملہ نباہتا ہوں۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیسے نباہتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اسے اس کے حق سے تھوڑا دیتا ہوں حتی کہ وہ اپنا پورا حق طلب کر لے۔ اور جب میں اسے اس کا حق پورا دیتا ہوں تو وہ اس سے زیادہ کا طلبگار رہتا ہے۔

بقول شاعر:

اتق الاحمق ان تصحبہ انما الاحمق کالثوب الخلق

"احمق کی صحبت اختیار کرنے سے بچو اس لئے کہ احمق آدمی بوسیدہ کپڑے کی مانند ہوتا ہے"۔

کلما رقعت منہ جانبا خرقتہ الریح و ھنا فانخرق

"جب بھی آپ اس کا ایک کونہ سیئیں گے تو بوسیدگی کی وجہ سے ہوا اسے پھاڑ

دے گی تو وہ پھٹ جائے گا''۔

او کصدع فی زجاج فاحش هل تری صدع زجاج یرتتق

''یا وہ پرانے شیشے کے شگاف کی مانند ہوتا ہے کیا آپ نے کبھی ٹوٹے ہوئے شیشے میں جوڑ لگتے دیکھا ہے''۔

کحمار السوق ان اقضمته رمح النّاس و ان جاع نهق

''یا اس بازاری گدھے کی مانند ہے کہ جسے اگر آپ خوب چارہ کھلائیں تو لوگوں کو دولتیاں مارتا ہے اور اگر بھوکا ہو تو ہینگتا رہتا ہے''۔

او غلام السوء ان اسغبتهٗ سرق النّاس و ان یشبع فسق

''یا اس برے غلام کی مانند ہے کہ اگر اسے آپ بھوکا رکھیں تو لوگوں کی چوری کرے اور اگر سیر ہو تو گناہ کرتا ہے''۔

و اذا عاتبته کی یرعوی افسد المجلس منهٗ بالخرق[۲]

''اور جب آپ اسے اس کام سے باز رکھنے کیلئے ڈانٹیں تو اپنی حماقت کی وجہ سے تمام مجلس میں فساد برپا کر دیتا ہے''۔

حاشیہ جات

1- زہری فرماتے ہیں:

''تیرا عقلمند دشمن تجھ پر رحم کھا سکتا ہے۔ مگر احمق بیوقوف آدمی سے بچ کر رہ''۔ (محاضرات الادبا للاصبہانی)

2- اسی طرح کے یہ اشعار ہیں۔

بقول شاعر:

اذا ما کنت متّخذا خلیلا فلا تثقن بکل اخی اخاء

فان خیّرت بینهم فالصق باهل العقل منهم و الحیاء

فانّ العقل لیس له اذا ما تفاضلت الفضائل من کفاء

فانّ النوك للاحساب غول و اهون داءه داء العیاء

و من ترك العواقب مهملات فأیسر سعیه سعی العناء

فلا تثقن بالنوکی لشئ ولو کان بنی ماء السماء

فلیسوا قابلی ادب فدعھم وکن من ذاک منقطع الرّجاء

''جب کوئی دوست بنانے لگو تو بھائی چارے میں ہر ایرے غیرے پر یقین مت کرو اگر تجھے دوست اختیار کرنے کا موقع ملے تو عقلمند اور حیاء والا دوست چنو۔ کیونکہ جب فضائل زیادہ ہو جائیں تو عقل کو کوئی چیز کفایت نہیں کرتی''۔

بیوقوف آدمی گمان کرنے میں جلدی کرتا ہے اور اس کی ہلکی سی بیماری بھی عاجز کر دیتی ہے۔ جو آدمی عواقب وانجام کو ایسے ہی چھوڑ دیتا ہے اس کی کم از کم کوشش بھی اس کیلئے دشوار ہوتی ہے۔

بیوقوف آدمی پر کسی چیز کیلئے بھروسہ مت کر اگرچہ وہ بہت ہی نخی آدمی کا بیٹا ہو۔ بیوقوف آدمی قابل ادب نہیں انہیں چھوڑ دو اور ان سے اپنی امیدیں ختم کرلو۔

ساتواں باب:

جن کی حماقت عربوں میں ضرب المثل ہے ان کا بیان

عربوں کی عادت ہے کہ وہ احمق کیلئے ضرب المثل بیان کرتے ہیں۔ کبھی تو اس آدمی کا نام لیتے ہیں جس کی حماقت لوگوں میں معروف ہو چکی ہو اور کبھی ان چوپایوں اور پرندوں کا نام لیتے ہیں جن کی طرف سوءِ تدبیر منسوب ہو چکی ہو اور کبھی انہیں ایسی چیزوں کے نام سے منسوب کرتے ہیں کہ جن سے حماقت کا فعل صادر تو نہیں ہوا ہوتا لیکن اگر ان کیلئے فعل تصور کرلیا جائے تو ان سے احمقانہ فعل ہی صادر ہو۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے کہ جن کی حماقت عربوں میں معروف ہے اور وہ انہیں ضرب المثل کے طور پر بیان کرتے ہیں ان کے متعلق ابو ہلال عسکری[1] فرماتے ہیں۔

حماقت میں ضرب المثل لوگ:

عرب کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ہبنقہ سے زیادہ احمق ہے اس کا ذکر عنقریب آگے آئے گا۔ اور فلاں آدمی حذنہ سے زیادہ احمق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک مرد تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ چھوٹے کانوں والا، ہلکے سر والا اور کم دماغ والا شخص تھا اور ایسا ہی احمق ہوتا ہے۔ جبکہ بعض نے یہ کہا ہے کہ حذنہ ایک عورت تھی جو کہ انگوٹھے کی جانب کلائی کے کنارے سے ناک پونچھتی تھی۔

عرب کہتے ہیں کہ فلاں ابوغبشان سے بڑا احمق ہے، حجا سے زیادہ احمق ہے، عجل بن لجیم سے بڑا احمق ہے، جحینہ سے بڑھ کر احمق ہے اور یہ بنی الصداء قبیلے کا مرد تھا۔ اور فلاں بیہس سے زیادہ احمق ہے، مالک بن زید مناۃ سے اور عدی بن حباب سے بڑا احمق ہے اور فلاں مہورہ سے زیادہ احمق ہے۔

حماقت میں ضرب المثل چوپائے:

عرب چوپایوں کے متعلق اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں بجّو سے زیادہ احمق ہے، امّ عامر سے زیادہ احمق ہے۔ حوض پر آنے والی بھیڑ سے زیادہ احمق ہے کیونکہ جب یہ پانی پر آتی ہے تو اس پر ٹوٹ پڑتی ہے اور کسی طرف توجہ نہیں کرتی۔ اور کہتے ہیں کہ فلاں مادہ بھیڑیئے سے زیادہ احمق ہے کیونکہ یہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر بجّو کے بچّوں کو دودھ پلاتی ہے۔

حماقت میں ضرب المثل پرندے:

حماقت میں ضرب المثل پرندوں کے متعلق عرب کہتے ہیں:

فلاں آدمی کبوتری سے زیادہ بڑا احمق ہے کیونکہ یہ اپنا گھونسلہ ٹھیک سے نہیں بناتی۔ اور بعض اوقات اس کے انڈے گر کر ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض اوقات یہ کھونٹی اور کیلوں وغیرہ پر انڈے دے دیتی ہے تو وہ نیچے گر پڑتے ہیں۔

فلاں آدمی شتر مرغ سے بڑا احمق ہے کیونکہ جب یہ کسی دوسرے جانور کے انڈے دیکھتا ہے تو ان پر بیٹھ کر انہیں سینے لگتا ہے اور اپنے چھوڑ دیتا ہے۔ اور فلاں گدھ سے زیادہ احمق ہے، عقعق سے بڑا احمق ہے اس لئے کہ یہ اپنے انڈے اور بچّے ضائع کر دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ فلاں کروان سے بڑا احمق ہے کیونکہ جب یہ لوگوں کو دیکھتا ہے تو راستے میں گر جاتا ہے تو لوگ اسے پکڑ لیتے ہیں۔

حماقت میں معروف حیوان:

حماقت میں معروف حیوان سرخاب، بھیڑ، اونٹ، مور اور زرافہ ہیں۔ اور جن سے فعل صادر نہیں ہوا ہوتا ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ عرب کہتے ہیں۔

فلاں آدمی رِجلۃ سے زیادہ احمق ہے اور رجلہ سے مراد ایک قسم کا ساگ ہے جو کہ سیلابی راستے میں اگتا ہے۔

حاشیہ جات

1-ابو ہلال عسکری:

ان کا پورا نام حسن بن عبداللہ بن سہل بن سعید ابو ہلال عسکری ہے۔ ان کو عسکری بصرہ اور فارس کے درمیان اہواز کی سرحد پر ایک شہر عسکر مکرم کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔ یہ ابو احمد عسکری نہیں بلکہ وہ ان کے ماموں تھے اور نہ ہی ابو سعید حسن بن سعید ہیں کیونکہ وہ ان کے والد صاحب اور چچا تھے۔ ابو ہلال نے تقریباً بیس کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ جمہرۃ الامثال، پیچھے ذکر کیا گیا قول اسی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں معانی الادب، المحاسن فی تفسیر القرآن، الکرماء و فضل العطاء، الاوائل، ما تلحن فیہ الخاصۃ، کتاب الصناعتین وغیرہ ہیں۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی لیکن تمام عمر غربت میں گزری۔

آٹھواں باب:

حماقت میں ضرب المثل لوگوں کی حکایات کا بیان

ان میں سے کچھ تو مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں۔

1-ہبنقہ:

اس کا نام یزید بن ثروان[1] ہے۔ اور بعض کے نزدیک ابن مروان ہے۔ یہ قیس بن ثعلبہ کی اولاد میں سے ہے۔

اس کی حماقت کے واقعات درج ذیل ہیں۔

اس نے گھونگوں، ہڈیوں اور ٹھیکریوں کا ایک ہار اپنے گلے میں اس خدشہ سے ڈال لیا کہ کہیں میں اپنے آپ کو گم نہ کر بیٹھوں۔ ایک رات وہ ہار اس کے بھائی نے اس کی گردن سے اتار کر اپنی گردن میں ڈال لیا۔ صبح ہوئی تو اسے ہار نظر نہ آیا۔ تو اس نے اپنا ہار اپنے بھائی کے گلے میں دیکھا تو کہا۔ بھائی! تو تو ''میں'' بن گیا تو پھر میں کون ہوں؟

ایک مرتبہ اس کا اونٹ گم ہو گیا تو یہ اعلان کرنے لگا کہ جو اونٹ تلاش کرلے تو وہ اسی کا ہو جائے گا۔ اس سے پوچھا گیا کہ پھر اس اعلان کا کیا فائدہ ہے: تو اس نے کہا کہ پھر اونٹ کے ملنے کا مزا کہاں سے ملے گا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ جس نے اونٹ تلاش کرلیا اسے دس اونٹ ملیں گے۔ تو اس سے پوچھا گیا کہ ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ اونٹ کے مل جانے سے دل کو لذت ملے گی۔ (وہی لذت پانا چاہتا ہوں)

ایک دفعہ قبیلہ طفاوۃ اور قبیلہ بنو راسب کا ایک آدمی کے متعلق جھگڑا ہو گیا ہر فریق یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ یہ آدمی ان کا عرّاف (طبیب یا نجومی) ہے۔ تو ہبنقہ نے کہا کہ اس کا فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس آدمی کو پانی میں پھینکا جائے۔ اگر تو یہ الٹا ہو کر پانی کی سطح پر آجائے تو یہ قبیلہ طفاوۃ میں سے ہے۔ (طفاوۃ کا معنیٰ یہی ہے) اور اگر یہ فیل ہو جائے یعنی

پانی کی سطح پر نہ آئے تو قبیلہ بنو راسب سے ہے۔ (راسب کا معنیٰ فیل ہونا ہے) یہ سن کر ایک آدمی نے کہا کہ اگر فیصلہ یہی ہے تو آپ نے محکمۂ دیوان سے بے رغبتی کی ہے۔ (یعنی تمہیں عدالت کا قاضی ہونا چاہئے تھا)

ہبنقہ جب بکریاں چرانے لے جاتا تو موٹی تازی بکریوں کو چراگاہ میں لے جاتا اور کمزور بکریوں کو چراگاہ سے دور ہٹا کر کہتا کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے برباد کیا ہے میں انہیں درست نہیں کرسکتا۔[2]

2-ابوغبشان:

ابوغبشان کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے تھا اور یہ کعبہ کا متولّی تھا۔ایک دفعہ طائف میں قصی بن کلاب کے ساتھ شراب کی مجلس میں شریک ہوا۔جب اسے خوب نشہ چڑھ گیا تو قصی نے اس سے کعبہ کی ولایت شراب کے ایک مشکیزہ کے عوض خرید لی اور اس سے خانہ کعبہ کی چابیاں لے کر مکّہ آیا اور یہ اعلان کیا کہ اے گروہِ قریش! یہ تمہارے جدّ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر کی چابیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی دھوکہ اور ظلم کے تمہاری طرف لوٹا دی ہیں۔

جب ابوغبشان کو ہوش آیا تو وہ شرمندہ ہوا اور سخت نادم ہوا۔ (اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت)

اس وقت سے یہ ضرب المثل بن گئی۔ کہ فلاں آدمی ابوغبشان سے زیادہ نادم ہے، ابو غبشان سے زیادہ خسارہ اٹھانے والا ہے، ابوغبشان سے بڑا احمق ہے۔

چنانچہ کسی نے یہ شعر کہے:

باعت خزاعة بيت الله اذ سكرت — بزقّ خمر فبئست صفقة البادی

باعت سدانتها بالخمر و انقرضت — عن المقام و ضلّ البيت و النادی

''خزاعہ نے نشے کی حالت میں بیت اللہ کو شراب کے ایک مشکیزہ کے عوض فروخت کردیا تو یہ کتنا ہی بڑا نقصان ہے۔اپنی وجاہت شراب کے عوض بیچ دی اور اپنے مقام و مرتبہ سے گر گیا اور بیت اللہ شریف کو کھو دیا''۔

بعدازاں بنوخزاعہ اس معاملہ میں قصی پر غالب آ گئے۔

3- شیخ مھو:

یہ عبدالقیس کا ایک قبیلہ ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن بیدرہ ہے۔ قبیلہ ایاد کو پھوسی (بلا آواز گوز مارنا) کی عار دلائی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ عکاظ کے میلے پر قبیلہ ایاد کا ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس کے پاس ایک یمنی چادر تھی۔ اس نے اعلان کیا۔ اے لوگو! میں قبیلۂ ایاد کا آدمی ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے ان دو یمنی چادروں کے عوض پھوسی کی عار خریدے گا؟ تو شیخ مھو عبداللہ بن بیدرہ کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میں خریدتا ہوں۔ ان میں سے ایک چادر ازار (تہبند) کے طور پر استعمال کروں گا اور دوسری اوڑھ لیا کروں گا۔ ایاد قبیلہ کے آدمی نے قبیلے والوں کو اس بات پر گواہ بنالیا۔

عبداللہ اپنی قوم کے پاس گیا اور انہیں کہا کہ میں تمہارے لئے ہمیشہ کی عار (طعنہ اور شرمندگی) لایا ہوں۔ تو اس وقت سے یہ طعنہ ہمیشہ عبدالقیس قبیلہ کے ساتھ رہا۔

4- عجل بن لجیم:

اس کا پورا نام عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے۔ اس کی حماقت کا واقعہ یہ ہے کہ

کسی آدمی نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنے گھوڑے کا نام کیا رکھا ہے؟ (اس نے پہلے تو گھوڑے کا کوئی نام نہیں رکھا ہوا تھا لیکن) اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور گھوڑے کی ایک آنکھ پھوڑ کر کہنے لگا کہ میں نے اس کا نام ''اعور'' یعنی کانا رکھا ہے۔

عنزی شاعر کہتا ہے:

رمتنی بنو عجل بداء ابیھم
و أیّ امریٔ فی النّاس احمق من عجل
ألیس ابوھم عار عین جوادہ
فصارت بہ الامثال تضرب بالجھل

''بنو عجل قبیلہ کے آدمی نے مجھ پر اپنے جدّ امجد کی بیماری یعنی حماقت کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ لوگوں میں سے عجل سے بڑھ کر کون احمق ہے۔ کیا ایسا ہی نہیں ہے کہ ان کے باپ عجل نے اپنے گھوڑے کو کانا کر دیا تھا تو ان کی حماقت ضرب المثل بن گئی''۔

5- حمزہ بن بیض ؒ

ابو طالب عمر بن ابراہیم سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

حمزہ بن بیض نے پچھنے لگانے والے کو بلوایا۔ پچھنے لگانے والا ایک بھاری بھرکم اور باتونی آدمی تھا۔ جب اس نے آلات جراحی تیار کیے تو حمزہ نے اسے کہا کہ اس وقت آپ مجھے تکلیف دیں گے۔ اس نے کہا نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

حمزہ نے کہا کہ آج آپ تشریف لے جایئے۔ (پھر کسی وقت سہی!)

اس نے کہا کہ ایسا مت کرو تمہیں اس وقت خون نکلوانے کی سخت ضرورت ہے اور تیرے چہرے سے بھی ظاہر ہو رہا ہے علاوہ ازیں یہ سنّت نبوی بھی ہے۔

حمزہ نے کہا کہ آج آپ چلے جایئے اور کل میرے پاس آجایئے گا۔

اس نے کہا کہ تجھے یہ معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ اور آج آلات بھی تیز ہیں اور اس کام میں چند سیکنڈ لگیں گے۔

حمزہ نے کہا کہ اگر تم آج ہی مجھے پچھنے لگانا چاہتے ہو تو پھر میرے ہاتھ میں اپنے خصیے کی ایک گولی رہن رکھو (یعنی اپنا خصیہ مجھے پکڑا دو) اگر تم نے مجھے تکلیف پہنچائی تو میں اسے دبا کر تجھے تکلیف پہنچاؤں گا۔

تو پچھنے لگانے والا اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ میرا خیال ہے کہ اس سال تمہیں پچھنے لگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (تو بیچارہ اور کیا کرتا شرط ہی ایسی تھی۔ از مترجم)

محمد بن علاء کاتب سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

حمزہ بن بیض نے اپنے غلام سے کہا کہ رصافہ شہر میں ہم نے کس دن جمعہ کی نماز ادا کی تھی؟ غلام نے کچھ دیر سوچا پھر جواب دیا۔ منگل کا دن تھا۔ (بڑے میاں تو بڑے میاں

چھوٹے میاں سبحان اللہ! از مترجم)

حمزہ بن بیض سے پوچھا گیا کہ

تم کتنی نبیذ (انگوروں کا شربت یا پھلوں کا شربت) پیتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ دو رطل سے کچھ زیادہ پیتا ہوں۔

6-ابو اسید:

محمد بن رجاء سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

ابو اسید نے ایک واقعہ بیان کیا اور کہ یہ واقعہ منصور کی موت سے پہلے مہدی کی خلافت کا واقعہ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابو اسید کے سامنے سے دو اونٹ گزرے تو اس کے ارد گرد جو آدمی بیٹھے تھے انہوں نے اس سے پوچھا کہ ان دونوں میں سے تیز کون سا ہے؟ تو ابو اسید نے جواب دیا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ تیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے مگر جو تیز ہے وہ کون سا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آگے والا پہلے والے سے زیادہ تیز ہے۔

ابو اسید نے ایک مصیبت زدہ آدمی کو ان الفاظ میں تسلی دی کہ جناب! اللہ تعالیٰ آپ کے اعمال کا بدلہ ہمیں نصیب فرمائے۔

محمد بن عبد المطلب سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

ابو اسید نے ایک سوئے ہوئے آدمی کو دیکھ کر کہا۔ اٹھ! کتنا سوئے گا گویا کہ تو بد کنے والا اونٹ ہے۔

ابو اسید سے کہا گیا کہ

ہمیں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کوئی روایت سنا دو؟ تو کہنے لگا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی موچھیں کترواتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ (کترواتے موچھیں تھے اور سفیدی بغلوں کی ظاہر ہوتی تھی۔ صدقے جاواں! از مترجم)

7۔۔ حجا:

اس کی کنیت ابوالغصن ہے۔اس سے ایسی بہت سی باتیں بھی منقول ہیں جو کہ اس کی ذہانت وفطانت پر دلالت کرتی ہیں مگر اس پر حماقت غالب تھی۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ

اس کے کسی دشمن نے اس کے متعلق کچھ حکایات گھڑ لیں تھیں۔واللہ اعلم بالصواب۔

مکی بن ابراہیم سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ

میں حجا کو عقلمند اور ظریف آدمی سمجھتا ہوں۔اور جو واقعات اس کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں سب جھوٹ ہیں۔اصل میں بات یہ ہے کہ اس کے کچھ پڑوسی مخنث (خسرے۔تیسری مخلوق) تھے۔یہ ان سے مذاق کرتا تھا اور وہ اس سے مذاق کرتے تھے۔ انہوں نے ہی اس کے متعلق یہ واقعات گھڑ لئے تھے۔

ابوبکر کلبی سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ

میں بصرہ سے نکلا۔جب کوفہ پہنچا تو وہاں ایک شیخ کو دھوپ میں بیٹھے دیکھا میں نے پوچھا۔محترم!حکم کا گھر کہاں ہے؟تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ ''وراءک'' (عربی میں وراءک کے معنیٰ ''تیرے پیچھے'' کے ہیں) تو میں واپس لوٹا تو کہنے لگے!سبحان اللہ!میں نے تجھے ''وراءک'' کہا ہے اور تو پیچھے مڑ گیا ہے۔

پھر کہنے لگے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان میں

و کان وراءھم ملك یأخذ کلّ سفینة غصبا (الکھف:۷۹)

وراءہم کا معنیٰ ''بین ایدیھم'' یعنی ''ان کے آگے'' نقل کیا ہے۔(لہٰذا حکم کا گھر آگے ہے ناکہ پیچھے)

تو میں نے یہ سن کر کہا کہ آپ کی کنیت کیا ہے؟تو کہنے لگے ابوالغصن۔میں نے کہا کہ نام کیا ہے؟تو کہنے لگے۔میں حجا ہوں۔

یہی واقعہ دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔

عباد بن صہیب سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں اسماعیل بن خالد سے حدیث سننے آیا تو میرا گزر ایک بیٹھے ہوئے آدمی کے پاس سے ہوا۔ میں نے کہا کہ محترم! اسماعیل بن خالد کا گھر کہاں ہے؟ تو اس نے کہا کہ ''الیٰ و رائك'' میں نے کہا کہ لوٹ جاؤں؟ تو اس نے کہا کہ میں تجھے ورائک کہہ رہا ہوں اور تو واپس جانے کی بات کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ ورائك کا معنیٰ ''پیچھے کی طرف'' نہیں ہے؟ کہا: نہیں۔

پھر کہا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ''و رائھم'' کا معنیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ''بین ایدیھم'' یعنی ''ان کے آگے'' نقل کئے ہیں۔

عباد کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا کہ محترم! خدا کیلئے یہ تو بتاؤ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں جحا ہوں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ جمہور سے جو کچھ جحا کے متعلق منقول ہے وہ حماقت پر دلیل ہے اس لئے جو ہم نے سنا وہ بیان کریں گے۔

ابوالحسن فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جحا سے کہا کہ میں نے تمہارے سے گھر سے چیخ و پکار کی آواز سنی تھی تو جحا نے کہا کہ ہاں! میری قمیض اوپر سے گر گئی تھی۔

اس آدمی نے کہا کہ واقعی قمیض ہی اوپر سے گری تھی؟ جحا نے کہا۔ اے احمق! اگر میں قمیض کے اندر ہوتا تو کیا میں اس کے ساتھ نہ گرتا۔

ابو منصور ثعالبی نے کتاب ''غرر النوادر'' میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابو الغصن جحا کو ہوا نے تکلیف پہنچا دی۔ تو یہ ہوا کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تجھے تو سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ہی پہچانا تھا۔ تجھے اتنا رو کے رکھا کہ تو نے اپنی ہی گندگی کھائی۔

ایک دن جحا سردیوں کے دنوں میں حمام سے نہا کر نکلا۔ اسے ہوا لگی تو اس نے اپنے خصیئے چھوئے۔ تو ایک خصیہ سردی کی وجہ سے سکڑ گیا تھا۔ وہ دوبارہ حمام میں گیا اور لوگوں سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ لوگوں نے کہا۔ تجھے کیا مسئلہ ہے؟ تو کہنے لگا کہ میرا ایک انڈا (خصیہ) چوری ہو گیا ہے۔ پھر جب اسے حرارت پہنچی اور جسم میں گرمی آئی تو خصیہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

اس نے جب اسے ہاتھ لگا کر دیکھا اور اصلی حالت میں پایا تو فوراً سجدۂ شکر بجالایا اور کہا کہ ہر وہ چیز جسے ہاتھ نہیں پکڑتا وہ گم نہیں ہوتی۔

ایک مرتبہ اس کا ایک پڑوسی فوت ہو گیا تو اس نے قبر کھودنے والے کو بلایا۔ اس کے اور کھدائی کرنے والے کے درمیان قبر کی کھدائی کی اجرت میں اختلاف ہو گیا۔ تو جحا بازار گیا اور وہاں سے دو درہم میں ایک لکڑی خرید لایا۔ لوگوں نے اس لکڑی کے متعلق اس سے پوچھا تو کہنے لگا کہ قبر کھودنے والا پانچ درہم سے کم میں قبر نہیں کھودتا۔ میں نے یہ لکڑی دو درہم میں خریدی ہے اس پر مردے کو سولی دے دوں گا۔ اس طرح ہمیں تین درہم کا نفع بھی ہوگا اور مردہ بھی قبر کے دبانے اور منکر نکیر کے سوالوں سے بچ جائے گا۔

ایک دفعہ جحا نے دھونی لی تو دھونی لیتے ہوئے اس کے کپڑے جل گئے۔ تو غصے سے کہنے لگا۔ خدا کی قسم! آئندہ ننگا ہو کر دھونی لوں گا۔

ایک دن تیز ہوا چلنے لگی تو لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگے اور توبہ و استغفار کرنے لگے۔ جحا نے چیخ کر کہا۔ اے لوگو! توبہ کرنے میں جلد بازی مت کرو۔ یہ تو بگولے ہیں ابھی خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ جحا کے والد کے گھر کے دروازے کے سامنے بہت ساری مٹی جمع ہو گئی۔ تو اس کے والد نے کہا کہ ہمسائے مجھ پر الزام لگائیں گے کہ یہ مٹی میں نے پھینکی ہے اور مشقت میں پڑوں گا۔ یہ مٹی بھی ایسی ہے کہ اس سے اینٹیں بھی نہیں بنائی جا سکتیں۔ سمجھ نہیں آتی اس کا کیا کروں۔ جحا نے اپنے والد سے کہا کہ جب آپ سے مٹی کی اتنی مقدار ختم ہو جائے تو آپ اس سے کوئی سی بھی اچھی چیز بنا سکتے ہیں۔ تو اس کے والد نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ اس سے کیا بنائیں گے۔ جحا بولا۔ اس کیلئے کنواں کھود کر اسے اس کنویں میں پلٹ دیں گے۔

ایک دن جحا نے آٹا خریدا اور مزدور سے اٹھوا کر گھر لے جانے لگا۔ تو وہ مزدور آٹا لے کر بھاگ گیا۔ کچھ دن بعد جحا نے اس مزدور کو دیکھا تو اس سے چھپنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ تو ایسا کیوں کر رہا ہے (حالانکہ مزدور کو ایسا کرنا چاہئے تھا)؟ تو جحا کہنے لگا کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ

مجھ سے آٹا اٹھانے کی مزدوری مانگ لے گا۔

ایک مرتبہ جحا کو اس کے والد نے بھنی ہوئی سری خریدنے کیلئے بھیجا۔ جحا نے سری خریدی اور راستے میں ہی بیٹھ کر اس کی آنکھیں، کان، زبان اور دماغ چٹ کر گیا۔ اور باقی سری اپنے والد کو آ کر پیش کی۔ (باقی بچا کیا تھا جو اس نے پیش کیا۔ از مترجم) اس کے والد نے جب سری دیکھی تو اسے کہا۔ بد بخت! یہ کیا ہے؟ تو جحا نے کہا کہ یہ وہی سری ہے جو آپ نے منگوائی تھی۔ اس نے کہا کہ اس کی آنکھیں کہاں ہیں؟ جحا بولا کہ یہ اندھا تھا۔ اس نے کہا اس کے کان کہاں ہیں؟ جحا نے کہا کہ یہ بہرا تھا۔ اس نے پوچھا زبان کدھر گئی؟ جحا نے بتایا کہ یہ گونگا تھا۔ اس نے پوچھا کہ اس کا دماغ کہاں ہے؟ تو جحا نے جواب دیا کہ گنجا تھا۔ والد نے کہا۔ بد بخت! اسے لے جاؤ اور تبدیل کر کے لاؤ۔ تو جحا نے جواب دیا کہ اسے اس کے مالک نے ہر عیب سے بری ہو کر بیچا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جحا نے صحراء میں کچھ درہم دفن کئے اور اس جگہ کی نشانی کے طور پر اس نے وہ بادل مقرر کئے جو اس وقت سایہ کئے ہوئے تھے۔

جحا کا والد فوت ہو گیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ جا کر کفن خرید لاؤ۔ تو جحا کہنے لگا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں کفن خریدنے جاؤں تو مجھ سے نماز جنازہ فوت ہو جائے گی۔

ایک دفعہ مہدی نے جحا کو اپنے پاس مزاح کرنے کیلئے بلایا اور چمڑے کا فرش بچھوا کر تلوار منگوا کر پاس رکھ لی۔ جب جحا کو فرش پر بٹھایا گیا تو جلاد سے کہنے لگا کہ خیال رکھنا کہیں میرے پچھنے لگوانے کی جگہ پر تلوار نہ مار دینا کیونکہ میں نے پچھنے لگوائے ہوئے ہیں۔

ایک دن لوگوں نے اسے بازار میں دوڑتے ہوئے دیکھا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کیوں دوڑے جا رہے ہو؟ جحا کہنے لگا کیا تمہارے پاس سے ایک آدمی کی لونڈی جس کی داڑھی میں خضاب لگا ہوا ہے گزری ہے؟

ایک مرتبہ جامع مسجد کے دروازے کے سامنے سے گزرا تو کہنے لگا کہ یہ کیا ہے تو اسے بتایا گیا کہ یہ مسجدِ جامع ہے۔ تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ جامع صاحب پر رحمت فرمائے۔ کتنی خوبصورت مسجد تعمیر کی ہے۔

ایک دفعہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا۔اس کی آستین میں آڑو تھا۔ کہنے لگا کہ جو مجھے یہ بتائے کہ میری آستین میں کیا ہے تو اس کیلئے سب سے بڑا آڑو۔لوگوں نے کہا کہ آڑو ہے۔تو کہنے لگا کہ تمہیں اسی نے بتایا ہے کہ جس کی ماں زانیہ عورت ہے۔

اس نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ چاند کتنا خوبصورت ہے۔تو کہنے لگا ہاں! بالکل! قسم بخدا! خصوصاً رات کو کتنا خوبصورت ہوتا ہے۔

ایک آدمی نے اسے کہا کہ انگلیوں پر گن کر اچھی طرح حساب لگا لیتے ہو؟ تو کہنے لگا۔ ہاں! تو اس آدمی نے کہا کہ دو تھیلی گندم کا حساب لگاؤ۔تو اس نے چھنگلیا اور ساتھ والی انگلی ملا لی۔اس آدمی نے کہا کہ اب دو تھیلی جَو کا حساب لگاؤ۔تو اس نے انگوٹھا اور انگشتِ شہادت ملائی اور درمیانی انگلی کھڑی کر دی۔اس آدمی نے کہا کہ درمیانی انگلی کیوں کھڑی کی ہے؟ تو کہنے لگا۔اس لئے کھڑی کی ہے کہ گندم جَو کے ساتھ نہ مل جائے۔

ایک مرتبہ جحا مردہ باز کے ساتھ کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرا۔تو ان سے ایک درہم کے عوض وہ مردہ باز خرید لیا اور اسے لے کر گھر گیا اور اپنی والدہ سے کہا کہ میں یہ خرید کر لایا ہوں۔تو اس کی والدہ نے کہا: بدبخت! اس مردہ باز کا کیا کرے گا؟ تو اس نے کہا کہ والدہ! خاموش رہو۔اگر یہ زندہ ہوتا تو آپ اسے سو درہموں میں بھی خریدنے کی امید نہیں کر سکتی تھیں۔

ایک مرتبہ اس کا باپ حج کرنے کیلئے مکۃ المکرمہ جانے لگا تو اسے الوداع کہتے ہوئے۔جحا اسے کہنے لگا کہ تجھے خدا کی قسم! زیادہ دیر وہاں مت رہئے گا اور کوشش کیجئے گا کہ عید کے دن قربانی ہمارے پاس آ کر کیجئے۔

8-مزبد:

ابوزید کہتے ہیں کہ

مزبد سے کسی آدمی نے کہا کہ فلاں قبریں کھودنے والا آدمی وفات پا گیا ہے۔تو مزبد بولا۔اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے جو اس بری قسم کے گڑھے کھودتا ہے کہ ان میں خود ہی گر جاتا ہے۔

مزبد نے ایک آدمی سے کہا کہ کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ آپ چھت سے گریں اور اس کے بدلے میں آپ کو ایک ہزار درہم ملیں؟ اس نے کہا نہیں۔ تو مزبد بولا کہ اگر مجھے ایک ہزار درہم ملیں تو میں ثریا ستارے کے اوپر سے بھی گرنے کو تیار ہوں۔ تو اس آدمی نے کہا۔ او بد بخت! جب تو گرے گا تو مر جائے گا (درہموں کا کیا فائدہ؟) تو مزبد نے اسے جواب دیا کہ تو نہیں جانتا شاید میں بھوسے کے ڈھیر پر گر جاؤں یا زبیدہ کے تخت پر۔ (اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔ از مترجم)

کسی نے مزبد سے پوچھا کہ اگر تجھے یہ جبہ مل جائے تو کیا تو اس بات پر راضی ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ ہاں! اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے بیس کوڑے مارے جائیں۔ اس آدمی نے کہا کہ کوڑے کس وجہ سے مارے جائیں؟ تو کہنے لگا کہ ہر چیز کسی نہ کسی چیز کے عوض ہی ملتی ہے۔

9-ازہر الحمار:

ایک دن یہ امیر عمرو بن لیث کے سامنے بیٹھ کر تربوز کھا رہا تھا۔ عمرو نے اس سے کہا۔ اے ازہر! اس کا ذائقہ کیسا ہے؟ کیا میٹھا ہے؟ تو یہ بولا کہ میں نے کبھی پاخانہ نہیں کھایا۔

ایک مرتبہ امیر عمرو کے پاس بادشاہ کا قاصد آیا۔ اس کیلئے دستر خوان بچھا کر کھانا چنا گیا۔ امیر نے ازہر سے کہا کہ آج خاموش رہ کر ہمیں زینت بخشو۔ ازہر کافی دیر چپ بیٹھا رہا لیکن آخر برداشت نہ کر سکا تو کہنے لگا کہ میں نے بستی میں ایک مینار تعمیر کیا ہے۔ جس کی بلندی ہزار قدم ہے۔ یہ سن کر امیر کے دربان نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں قاصد نے اس سے پوچھ لیا کہ اس کی چوڑائی کتنی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ چوڑائی ایک قدم ہے۔ تو قاصد نے کہا کہ جس مینار کی لمبائی ہزار قدم ہے اس کی چوڑائی ایک قدم کافی نہیں ہے۔ تو ازہر بولا کہ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ چوڑائی زیادہ کروں لیکن یہ جو آدمی کھڑا ہوا ہے اس نے مجھے منع کر دیا ہے۔

ایک دوسرا قاصد آیا تو ازہر سے کہا گیا کہ مہربانی کر کے آج مت بولنا اور قاصد کے سامنے خوب وقار کا مظاہرہ کرنا۔ کچھ دیر ازہر خاموش رہا اتنے میں قاصد نے چھینک ماری تو

ازہر نے ارادہ کیا کہ اسے "یرحمک اللہ" سے چھینک کا جواب دوں لیکن پھر "یرحمك الله" کی بجائے "صبحك الله" کہہ دیا تو امیر نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے پہلے نہیں کہا تھا کہ بکواس مت کرنا۔ تو ازہر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ کہیں قاصد واپس بغداد جا کر یہ نہ کہے کہ انہیں عربی بھی نہیں آتی۔

ایک دفعہ حکیم نے اسے کہا کہ دو انار لے کر انہیں چھلکے سمیت نچوڑ کر ان کا پانی پیو (حکیم نے چھلکے کیلئے "شحم" کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلق معنیٰ چربی کے ہیں) تو ازہر نے دو انار اور ایک چربی کا ٹکڑا لیا اور انہیں اکٹھا ایک ساتھ کوٹ کر نچوڑا اور پھر پی گیا۔

10-ابو محمد جامع صیدلانی:

علی بن معاذ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

میں نے جامع الصیدلانی کو خط لکھا تو اس نے جواب لکھ کر پتہ یوں لکھا کہ "اس آدمی کی طرف جس نے مجھے خط لکھا"۔

کچھ آدمی اس کے پاس ایک دیوار کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے آئے اور اس سے پوچھا کہ اے ابو محمد! آپ اس دیوار کو کب سے جانتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اسے اس وقت سے جانتا ہوں جب یہ فلاں آدمی کے پاس چھوٹی سی ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے کتنے سال شمار کیے؟ تو کہنے لگا کہ اکہتر سال گنے ہیں۔ اس آدمی نے پوچھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کون آپ کو یاد ہے؟ تو جواب دیا کہ ایتاخ۔[1] (یہ ترکی جرنیل تھا۔ مزید تفصیل حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

ایک مرتبہ کشتی میں سوار ہوا تو ملاح کو ایک ٹکڑا دیا۔ ملاح نے اور مانگا تو اسے کہنے لگا کہ اگر میں نے تجھے اس سے زیادہ دیا تو اللہ تعالیٰ مجھے مسخ کر کے تیرے جیسا چوپایہ بنا دے گا۔

ایک مرتبہ اپنے بیٹے کیلئے جوتا خریدنے بازار گیا۔ دوکاندار نے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کی عمر کتنی ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ وہ دارنی انگور کے پھلوں کے ابتدائی موسم میں پیدا ہوا تھا اور میرا بیٹا محمد "میں اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں" اس سے آدھا سال اور دو مہینے بڑا ہے۔

اس کی ایک بیٹی تھی۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس کی عمر کتنی ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ وہ پسوؤں والے دن پیدا ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ جامع الصیدلانی کے بیت الخلاء ابلنے لگے۔ تو غلام سے کہنے لگا۔ جلدی سے کسی ٹھیک کرنے والے کو لے آ۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمارے ساتھ شام کا کھانا کھائے ہم اس سے پہلے دوپہر کا کھانا کھالیں۔

ایک دفعہ اس کا بیٹا حج پر جانے لگا تو اسے کہنے لگا۔ پیارے بیٹے! تو جانتا ہے کہ تیرے بغیر مجھے صبر نہیں آتا۔ اس لئے کوشش کرنا کہ قربانی ہمارے پاس ہی آ کر کرو۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ تیری والدہ اس وقت تک کچھ نہیں کھاتی جب تک تو عید کی نماز سے واپس نہ آجائے۔

11-ابو عبداللہ بن جصاص:

ابن جصاص ایک دن وزیر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا جب کھانے سے فارغ ہوا تو دعا یوں مانگی۔

الحمد للّٰہ الّذی لا یحلف باعظم منہٗ۔

''تمام تعریفیں اس ذات کیلئے جس سے بڑھ کر اونچی ذات پر قسم نہیں کھائی جاتی''۔

ایک مرتبہ قرآن مجید میں دیکھ کر یہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم سستی چیز ہے اور یہ میرے پروردگار کا فضل ہے کھاتا ہوں اور درہم سے فائدہ حاصل کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اس طرح ہے۔ ''ذرھم یأکلوا و یتمتّعوا'' یعنی ان کو چھوڑ دیں کہ وہ کھائیں اور نفع حاصل کریں۔ اس نے ''ذرہم'' کو غلطی سے ''درہم'' پڑھ لیا۔

ایک دفعہ یہ ابن الفرات وزیر خاقانی کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں کافور کا تربوز تھا۔ تو اس نے ارادہ کیا کہ تربوز وزیر کو دوں اور دریائے دجلہ میں تھوک پھینکوں۔ جب اس ارادے پر عمل کرنے لگا تو اس نے تربوز دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور وزیر کے منہ پر تھوک دیا۔ اس عمل سے وزیر بہت گھبرایا۔ یہ دیکھ کر ابن جصاص بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا۔ عظیم خدا کی قسم! میں نے بہت بڑی غلطی کی۔ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ آپ کے چہرے پر تھوکوں اور تربوز دجلہ میں پھینک دوں تو وزیر نے کہا او احمق! تو نے ایسا ہی کیا ہے۔ چنانچہ

ابن جصاص نے کام میں بھی غلطی کی اور عذر پیش کرنے میں بھی غلطی کی۔

ایک دن شیشے میں دیکھ کر کہنے لگا "اللھمّ بیّض و جوھنا یوم تبیضّ وجوہ وسوّدھا یوم تسودّ وجوہ" یعنی الٰہی! جس دن تو بہت سے چہرے سفید بنائے گا اس دن ہمارے چہرے سفید کر دینا اور جس دن بہت سے چہرے سیاہ بنائے گا اس دن ہمارے چہرے بھی سیاہ بنا دینا"۔

ایک مرتبہ کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس نبی کریم ﷺ کے خچر کی نسل میں سے ایک خچر ہو اور میں بھی اس کا نام دلدل رکھوں۔

ایک دفعہ کہنے لگا کہ میرا ہاتھ غلاظت میں پڑ گیا ہے اگر میں اسے ہزار بار بھی دھولوں تو بھی یہ صاف نہیں ہوگا جب تک کہ دوبارہ نہ دھولوں۔

ایک دفعہ شیشے میں دیکھ کر پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہنے لگا کہ آپ میری داڑھی دیکھ رہے ہیں لمبی ہو چکی ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ شیشہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ (نہ کہ میرے ہاتھ میں) تو کہنے لگا کہ ہاں! آپ نے سچ کہا ہے لیکن حاضر آدمی جو کچھ دیکھتا ہے غائب نہیں دیکھ سکتا۔

ایک مرتبہ بادام توڑ رہا تھا۔ بادام پر چوٹ لگائی تو چوٹ لگاتے ہی بادام اُڑ گیا۔ تو ابن جصاص کہنے لگا۔ لا الہ الا اللہ! ہر چیز موت سے دور بھاگتی ہے حتّٰی کہ چوپائے بھی۔

ایک دفعہ اس نے وزیر عباس بن احنف کو بیر تحفہ کے طور پر بھیجے اور ساتھ ہی خط بھیجا اس میں لکھا کہ میں نے اس بیر کے تحفہ سے آپ کے باقی رہنے سے ہاتھی بنا (غلطی سے لفظ تفلیت استعمال کیا جس کے معنی ہاتھی بنا کے ہیں جبکہ تفاءلت استعمال کرنا چاہتا تھا جس کے معنی شگون لینا کے ہیں) تو وزیر نے جواب میں لکھا کہ اے عبداللہ! آپ ہاتھی نہیں بنے بلکہ بیل بنے ہیں۔

ابن جصاص روزانہ یہ تسبیح پڑھا کرتا تھا۔

نعوذ باللّٰہ من نعمۃ و نتوب الیہ من احسانہ و نستقیلہ من عافیتہ و نسألہ عوائق الامور حسبی اللّٰہ و انبیائوہٗ و الملائکۃ الکرام۔

''ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی نعمتوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کے احسان سے توبہ کرتے ہیں اور اس کی عافیت واپس لوٹاتے ہیں اور اس سے مصیبتیں مانگتے ہیں۔ میرے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام اور معزز فرشتے کافی ہیں''۔

ایسے ہی یہ دعا بھی مانگا کرتا تھا:

اللّٰھمّ ادخلنا فی برکة القصور علی قبورھم و البیع الثغور الکنائس، سبحان اللّٰہ قبل اللّٰہ سبحان اللّٰہ بعد اللّٰہ۔

''الٰہی ہمیں محلات کی برکت میں ان کی قبروں، گرجوں اور کنیساؤں کی سرحدوں پر داخل فرما۔ سبحان اللہ! اللہ سے پہلے۔ سبحان اللہ! اللہ کے بعد''۔

ایک دن اس کا غلام اس کے پاس چوزہ لایا تو ابن جصاص کہنے لگا کہ دیکھو! یہ چوزہ اپنی ماں سے کتنی زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ پھر کہنے لگا کہ اس کی ماں نر ہے یا مادہ۔

ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تو کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ تو کہنے لگا کہ ساری دنیا کو بخار چڑھا ہوا ہے۔

محمد بن احمد ترمذی[7] بیان کرتے ہیں کہ میں زجاج[8] نحوی کے پاس اس کی والدہ کی تعزیت کیلئے موجود تھا۔ اس وقت اس کے پاس بہت سے رؤساء اور کاتب بھی موجود تھے کہ اچانک ابن جصاص ہنستا ہوا داخل ہوا اور کہہ رہا تھا۔ اے ابو اسحاق! قسم بخدا تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کیلئے ہیں جس نے مجھے خوش کیا۔ یہ سن کر زجاج اور تمام حاضرین مجلس حیران رہ گئے۔ ابن جصاص سے پوچھا گیا کہ تجھے اس چیز نے کیسے خوش کر دیا جس نے زجاج اور ہم سب کو غمزدہ کیا ہے؟ تو ابن جصاص بولا کہ او بدبخت! مجھے تو یہ پتہ چلا تھا کہ زجاج انتقال کر گئے۔ لیکن بعد ازاں جب مجھے پکی خبر ملی کہ (زجاج نہیں بلکہ) اس کی والدہ انتقال کر گئی ہیں تو میں خوش ہوا۔ یہ سن کر تمام لوگ ہنس پڑے۔

ایک دن اپنے وکیل کی طرف خط لکھا کہ سو من روئی بھجواؤ۔ جب ابن جصاص نے روئی دھنوائی تو اس میں سے چوتھائی وزن کم ہو گیا۔ تو ابن جصاص نے وکیل کی طرف لکھ بھیجا کہ اس میں سے صرف پچیس من روئی نکلی ہے اس لئے آئندہ جب بھی روئی کاشت کرو

تو دبی ہوئی کاشت کرنا اور کچھ اون بھی اسی طرح کاشت کرنا۔

ایک مرتبہ باغ میں داخل ہوا اور کوئی کڑوی چیز کھانے سے منہ کڑوا کر بیٹھا تو تلخی اور کڑواہٹ ختم کرنے کیلئے سرکے کے ساتھ پیاز منگوائی۔ اتفاقاً یہ چیزیں باغبان کے پاس موجود نہیں تھیں تو ابن جصاص اسے کہنے لگا کہ تم نے ہمارے لئے سرکہ ملی ہوئی پیاز کیوں نہیں کاشت کی۔

ایک دفعہ امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا تھا۔ جب امام نے "ولا الضالین" کہا تو ابن جصاص نے (آمین کہنے کی بجائے) کہا: ہاں! میری عمر کی قسم!

ابن جصاص جب تسبیح پڑھتا تھا تو یوں پڑھا کرتا تھا "حسبی اللہ وحدی" یعنی صرف میرے لئے ہی اللہ کافی ہے۔

ایک دن کہنے لگا کہ انسان کو چاہئے کہ مقبروں میں جا کر غصہ کریں۔ کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ نصیحت حاصل کریں۔

ایک دفعہ کہنے لگا کہ ایک چوہا ہمیں چھت پر سے بہت تکلیف پہنچاتا تھا۔ تو ایک آدمی نے مجھے دوائی بتائی تو اس کے استعمال کے بعد میں نے چوہے کے گھونٹ کی آواز نہیں سنی۔ کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ میں نے اس کی آہٹ نہیں سنی۔

ایک مرتبہ کپڑے کے تین اقسام بیان کر کے کہنے لگا کہ جب میں ان میں سے ایک قسم کا کپڑا پہن لوں تو دوسری قسموں کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

ایک دفعہ کہنے لگا کہ گزشتہ رات ہوا بہت ٹھنڈی تھی مگر مجھے محسوس نہیں ہوئی۔

ایک دن اسے ایک قسم کا حلوا پیش کیا گیا جو اسے بہت مزیدار لگا تو کہنے لگا کہ کتنا مزہ آتا اگر میں اسے قریہ یعنی بستی کے ساتھ ملا کر کھاتا حالانکہ کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ سالن کے ساتھ ملا کر کھاتا۔

ایک مرتبہ بیمار ہوا تو اس سے کہا گیا کہ ممکن ہے آپ نے کوئی نقصان دہ چیز کھائی ہو۔ تو کہنے لگا کہ قسم بخدا! میں نے تو صرف چوزے کا چوزہ کھایا ہے۔

اس کے سامنے ایک آدمی کا ذکر ہوا تو کہنے لگا کہ اس کی ماں نے مجھے بتایا تھا کہ جب

اس کا والد پیدا ہوا تھا تو اس کی عمر اسی سال تھی۔

ایک مرتبہ اس کے سامنے سیسہ پیش گیا تو پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا کھاؤ! امّ القریٰ یہی ہے۔

ایک دفعہ کہنے لگا کہ گزشتہ رات میں بیت الخلاء جانے کیلئے اٹھا تو چراغ بجھ چکا تھا تو میں قضائے حاجت کی جگہ تلاش کرنے کیلئے فرش کو چاٹتا رہا یہاں تک کہ وہ جگہ مجھے مل گئی۔

ایک دن کسی مریض کے پاس آ کر بیٹھا تو مریض نے اس کے سامنے کاندھوں کے درد کی شکایت کی۔ تو ابن جصاص گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ میں اپنے ان دونوں کاندھوں کے درد سے کبھی غافل نہیں ہوا۔

ابن جصاص کے بارے میں ایسی باتیں بھی منقول ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سے اس کا مقصد دل لگی ہوا کرتا تھا نا کہ ثواب حاصل کرنا۔

علی ابن ابی علی تنوخی اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ ۳۵۶ھ میں بغداد میں میری ملاقات ابوعلی بن ابی عبد اللہ بن جصاص سے ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت اور خوش مزاج آدمی تھا۔ تو میں نے اس سے ان حکایات کے متعلق پوچھا جو کہ اس کے والد سے منسوب کی جاتی ہیں مثلاً امام کے پیچھے "ولا الضالّین" کے بعد آمین کے بجائے "ہاں! میری عمر کی قسم" کہنا۔ اور ایسے ہی جب اس نے وزیر کے سر کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا تو کسی نے اس سے کہا کہ کیا اس میں سونا ہے؟ تو کہنے لگا کہ اگر وزیر کے سر میں غلاظت بھی ہو تب بھی میں اس کا بوسہ لوں گا۔ اور اسی طرح قرآن مجید کے نسخے کو عتق سے متصف کیا اور کہا کہ یہ کسروی ہے۔

تو اس کے بیٹے نے جواب دیا کہ قسم بخدا! یہ اور اس جیسی دوسری تمام حکایات جھوٹ پر مبنی ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں۔ میرے والد تو ہوشیار لوگوں میں سے تھے۔ البتہ وہ کچھ وزراء کے سامنے اس قسم کی مزاحیہ باتیں کرتے تھے تو جو ان کے متعلق منقول ہے وہ فقط ان کی خوش مزاجی کی وجہ سے ہے اور دوسری بات یہ کہ میرے والد یہ پسند کرتے تھے کہ وزراء کے سامنے اپنے آپ کو بے وقوف ظاہر کریں تا کہ وہ ان سے مطمئن رہیں اس لئے کہ

میرے والد اکثر وزراء کے ساتھ خلوت میں رہا کرتے تھے اور انہیں بہت قرب حاصل تھا۔

میں آپ سے ان کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے آپ جان لیں گے کہ وہ نہایت زیرک اور دانا انسان تھے۔ میرے والد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوالحسن بن فرات کو عہدہ وزارت سونپا گیا تو اس نے میرے متعلق برا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے گورنر کو میرے اثاثہ جات کے پیچھے لگا دیا اور میرے معاملات کو کنٹرول میں لینے کا حکم دیا اور میری عیب جوئی میں خوب زبان درازی کی اور اپنی مجلس میں میرے خوب نقص بیان کیے۔

ایک دن میں اس کے گھر گیا تو واپس لوٹتے ہوئے اس کے دربان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ کون سا بیت المال ہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے اور کوئی آدمی اسے لینے والا نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اس کے ساتھی کا کلام ہے اور میں تو وہ آدمی ہوں جس سے مال چھین لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس وقت میرے پاس میری جائیداد کے علاوہ ساٹھ لاکھ مالیت کی نقدی اور جواہرات تھے۔ چنانچہ میں رات بھر جاگتا رہا اور ان کے ساتھ اپنے معاملے کے متعلق سوچتا رہا تو رات کے آخری حصے میں میں نے ایک رائے قائم کر لی۔ تو اسی وقت میں گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے گھر کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو سب دروازے بند تھے۔ میں نے دروازے کھٹکھٹائے تو دربانوں نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ابن جصاص ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھلا کوئی آنے کا وقت ہے وزیر صاحب سو رہے ہیں تو میں نے کہا کہ حاجبوں کو بتا دو کہ معاملہ بڑا اہم ہے۔ تو انہوں نے بتایا تو ان میں سے ایک باہر آ کر کہنے لگا کہ وزیر صاحب دیر سے بیدار ہوں گے۔ میں نے کہا معاملہ اس سے بھی زیادہ سنگین ہے تم انہیں جگا کر میرے متعلق بتا دو۔ تو وہ اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نکلا اور مجھے گھر میں داخل کر کے اس وزیر کی خوابگاہ میں پہنچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ وزیر اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے اردگرد خادموں کے پچاس بستر لگے ہوئے ہیں ایسے لگ رہا تھا کہ وہ محافظ ہیں۔ وزیر صاحب خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اور گمان یہ تھا کہ کوئی بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے یا میں اس کے پاس خلیفہ کا خط لے کر آیا ہوں۔ مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا اپنے ساتھ بٹھا کر کہنے لگا کہ کونسی چیز تجھے اس وقت لے کر آئی ہے؟ کیا کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے یا

تیرے پاس خلیفہ کا خط ہے؟ میں نے کہا۔ خیر ہے نا تو کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور نہ ہی میرے پاس خلیفہ کا خط ہے۔ البتہ میں ایک ایسے کام کے متعلق آیا ہوں جو صرف میرے اور وزیر کے ساتھ خاص ہے اور وہ کام تنہائی میں ہی ہو سکتا ہے۔ تو وزیر کو اطمینان ہوا اور اس نے اپنے خادموں سے چلے جانے کو کہا۔ جب وہ چلے گئے تو مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ وزیر صاحب! آپ نے میرے بارے میں برا ارادہ کیا ہے۔ آپ مجھے ہلاک کرنے اور میری نعمتوں کو زائل اور ختم کرنے کے چکر میں ہیں اور ان نعمتوں کے ختم ہونے سے میری جان نکلتی ہے اور میری جان کا کوئی عوض نہیں ہے۔ میری عمر کی قسم! میں نے کبھی آپ کی خدمت میں گستاخی نہیں کی۔ یہی میری طرف سے پیغام ہے اور میں یہی کوشش کر سکتا تھا۔ میں نے حتی المقدور آپ کی اصلاح کی کوشش کی اور آپ مجھے تکلیف پہنچانے پر ڈٹے رہے۔ اور دنیا میں بلی سے بڑھ کر کمزور کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن آپ نے پرچون کی دکان پر دیکھا ہوگا کہ جب دکاندار اس کا گلا گھونٹنے کیلئے اسے ایک کونے میں گھیر لیتا ہے تو وہ کمزور بلی بھی اس کے چہرے اور بدن کو زخمی کر دیتی ہے اور کپڑے پھاڑ ڈالتی ہے اور اپنی زندگی بچانے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ حالانکہ آپ کے ساتھ اس معاملہ میں میں بلی سے زیادہ کمزور نہیں ہوں۔ اور یقینی طور پر میں نے اس گفتگو سے اتمام حجت کر لی ہے۔ اگر تو آپ میرے فیصلے کو مانتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ آپ میرا سلوک دیکھ لیں گے اور میں بہت زوردار قسمیں کھا چکا ہوں۔ میں ابھی خلیفہ کے پاس حاضر ہوتا ہوں اور اپنا خزانہ جو کہ ایک لاکھ دینار اور چاندی کی صورت میں ہے صبح ہونے سے پہلے اس کے پاس منتقل کرتا ہوں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ میں ایسا کر سکتا ہوں اور کہوں گا یہ کہ یہ مال لے لیں اور ابن فرات کو فلاں آدمی کے حوالے کر کے اس آدمی کو وزیر بنا دیں اور میں اس کے سامنے ایسے آدمی کا تذکرہ کروں گا جو کہ میرے نزدیک خلیفہ کے قریب ترین ہو اور وہ بادشاہ کی تقلید قبول کرے گا ان لوگوں میں سے جو کہ وجاہت والا، میٹھی زبان والا اور خوشنویس ہوگا۔ اور اس معاملہ میں میں آپ کے کسی کاتب پر ہی اعتماد کروں گا۔ کیونکہ جب وہ مال دیکھیں گے تو آپ کے اور غیر کے درمیان کوئی فرق نہیں کریں گے اور تجھے اس آدمی کے حوالے کر دیں

گے اور ذمہ داری اٹھانے والا شخص مجھے کن انکھیوں سے دیکھے گا کہ کون سے آدمی نے مجھے چھوٹی سی عمر میں ہی وزیر بنوادیا ہے اور یہ کثیر مال دیا ہے تو وہ میری خدمت کرے گا اور میری رائے کو بروئے کار لائے گا اور میں آپ کو اس کے حوالے کردوں گا وہ برابر آپ کو عذاب دیتا رہے گا یہاں تک کہ آپ سے دولاکھ دینار حاصل کرلے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اب تو حالات ٹھیک ہیں اس کے بعد آپ فقیر اور محتاج ہو جائیں گے اور میرا مال میرے پاس آجائے گا اور مجھ سے کبھی بھی ختم نہیں ہوگا تو اس طرح میں اپنے دشمن کو ہلاک کردوں گا اور اپنے غصہ کا علاج کرلوں گا۔ اپنے مال کو واپس حاصل کرلوں گا اور اپنی نعمتوں کو دوام بخشوں گا۔

یہ سب کچھ سن کر وزیر میرے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے دشمن! کیا تو اسے حلال سمجھتا ہے۔ میں نے کہا میں اللہ کا دشمن نہیں بلکہ اللہ کا دشمن تو وہ ہے جو کہ میرے بارے میں اس چیز کو حلال سمجھتا ہے جس چیز نے اس وقت مجھے اس سوچ پر مجبور کیا۔ اور میں کس طرح اس شخص کے متعلق برے ارادے کو حلال نہ سمجھوں جس نے میری ہلاکت اور نعمتوں کے ختم کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ وزیر یہ سن کر کہنے لگا کہ اچھا پھر بتاؤ کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ آپ اسی وقت اس بات پر زوردار قسم کھائیں گے کہ آئندہ میرے چھوٹے بڑے کسی معاملے میں آپ میرے خلاف نہیں ہوں گے اور میرے بارے میں معاہدہ میں تحریر کو کم نہیں کریں گے اور نہ میرے کسی معاملہ کو تبدیل کریں گے۔ نہ میرے خلاف سازش کریں گے اور نہ میرے لئے کسی ظاہری اور باطنی کام میں برا مشورہ دیں گے۔ وزیر نے کہا ایسے ہی آپ بھی میرے لئے نیک نیتی، اطاعت اور آپس میں تعاون کی قسم کھائیں گے۔ میں نے کہا کہ ایسے ہی کروں گا۔

وزیر کہنے لگا۔ تیرا ستیاناس ہو تو تو شیطان ہے۔ قسم بخدا! تو نے مجھ پر جادو کر دیا ہے اس کے بعد اس نے دوات منگوائی اور پھر ہم نے ایک حلف نامہ تیار کیا۔ پہلے میں نے اس سے حلف لیا۔ بعد ازاں میں نے اسے حلف دیا۔ جب میں اٹھ کر جانے لگا تو وزیر کہنے لگا۔ اے ابو عبداللہ! یقیناً میرے دل میں تیری عظمت پیدا ہوئی ہے اور تو نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کیا ہے ورنہ قسم بخدا! مال کی موجودگی میں تو خلیفہ مقتدر[9] میرے اور میرے حقیر ترین

کاتب کے درمیان فرق پیدا کر لیتا ہے۔ تو پھر وہ کچھ ہوگا جو کاغذ میں لپٹا ہوا ہے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! وزیر نے کہا کہ صبح جب مجلس میں آپ تشریف لائیں گے تو دیکھ لیں گے کہ میں کیسے آپ سے حسن سلوک سے پیش آؤں گا۔ اس کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا تو وزیر نے کہا۔ اے خدام! سب کے سب کھڑے ہو جاؤ۔ پھر وہ دو سو غلاموں کے ہمراہ میرے آگے آگے چلا اور میں گھر لوٹ آیا۔

جب صبح ہوئی تو کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں مجلس میں حاضر ہوا۔ جو لوگ اس وقت موجود تھے انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ اور وزیر نے مجھ سے ایسا سلوک کیا کہ جس کا حاضرین نے مشاہدہ کیا۔ پھر گردونواح کے گورنروں کی طرف میرے اور میرے وکلاء و عمال کے اعزاز و اکرام اور ساز و سامان کی حفاظت کے خطوط جاری کئے۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

وزیر نے کہا۔ اے خدام! ان کے آگے آگے چلو۔ چنانچہ دربان ننگی تلواریں لے کر میرے آگے چلے اور لوگ تعجب کر رہے تھے۔ لیکن کوئی بھی اس عزت افزائی کا سبب نہ جان سکا۔ اور میں نے یہ سارا واقعہ اس وزیر کی وفات کے بعد ہی بیان کیا۔

یہ تمام واقعہ بیان کرنے کے بعد ابو علی نے مجھ سے کہا کہ کیا یہ کسی ایسے شخص کا فعل ہو سکتا ہے جس کے متعلق ایسی حکایات منقول ہیں؟ تو میں نے کہا کہ بالکل نہیں۔

تنوخی بیان کرتے ہیں کہ مقتدر کے زمانے میں ابن جصاص نے احرار کے سامنے مطالبے شروع کئے اور یہ مطالبے اس کے ظاہری مال کے علاوہ جو مال تھا اس کے متعلق تھے اور وہ مال چھ لاکھ دینار تھا۔

تنوخی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبداللہ بن احمد بن مکرمہ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے شیخ نے بیان کیا۔ فرماتے ہیں:

ہم قاضی ابو عمر کے پاس تھے۔ وہاں ابن جصاص اور اس کی غفلت کا ذکر چل نکلا۔ تو قاضی ابو عمر نے کہا کہ خدا کی پناہ! وہ اس طرح نہیں تھا۔ جیسا کہ اس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔ میں اس کے پاس کچھ دن ٹھہر چکا ہوں۔ اس کے گھر کے صحن میں پردے لگے

ہوئے ہیں۔ ہم اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ایک پردے کے پیچھے سے جوتیوں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ تو ابن جصاص نے کہا کہ اے غلام! اس آدمی کو میرے سامنے لاؤ۔ چنانچہ ایک کالی لونڈی اس کے سامنے پیش کی گئی۔ ابن جصاص نے اس سے پوچھا کہ تو یہاں کیا کر رہی تھی؟ تو وہ کہنے لگی کہ میں خادم کے پیچھے آئی تھی تاکہ اس کو بتادوں کہ میں خربوزے کو تیار کرنے سے فارغ ہو چکی ہوں اور اب اسے پیش کرنے کی اجازت چاہتی ہوں۔ ابن جصاص نے کہا کہ اپنے کام کیلئے چلی جا۔

میں سمجھ گیا کہ یہ خادم اس طرح مجھے یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس نے ایک کالی لونڈی سے صحبت کی ہے اور یہ کہ وہ لونڈی اس کے حرم میں بھی نہیں ہے۔ (جس نے یہ بات سمجھ لی) تو کیا ایسا شخص احمق ہو سکتا ہے۔

ابو القاسم علی بن محسن اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو القاسم جہنی نے بیان کیا کہ میں ابو الحسن بن فرات کے پاس موجود تھا۔ ابن جصاص بھی وہاں ہی تھا۔ اسی دوران انہوں نے ان لوگوں کا تذکرہ شروع کیا کہ جو اپنی اولاد کیلئے سرمایہ جمع کرتے اور جائیدادیں بناتے ہیں۔

ابن فرات نے کہا کہ ایسی کون سی بڑی چیز ہے جسے لوگ اپنی اولاد کیلئے جائیداد بنائیں؟ حاضرین مجلس نے کہا کہ ساز و سامان وغیرہ۔ کسی نے کہا کہ زمین اچھا سرمایہ ہے۔ کسی نے کہا کہ سونا چاندی بہتر ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ ہلکا سا قیمتی جوہر بہتر ہے کیونکہ بنو امیہ سے پوچھا گیا کہ اولاد کیلئے کون سا مال زیادہ نفع بخش ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہلکے قیمتی جواہرات۔ اس لئے کہ ہم انہیں آسانی سے بیچتے ہیں اور ان میں سے بعض اپنی قیمت سے بھی زیادہ ہلکے ہوتے ہیں۔ ابن جصاص اس تمام گفتگو کے دوران خاموش رہا۔ ابن فرات نے کہا۔ ابو عبد اللہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ ابن جصاص نے کہا کہ سب سے بڑی چیز جسے لوگ اپنی اولاد کیلئے جائیداد بناتے ہیں وہ زمین اور افراد ہیں کیونکہ اگر بغیر افراد کے اپنی اولاد کیلئے زمین یا سونا چاندی کی جائیداد مہیا کرتے ہیں تو وہ جائیداد ضائع ہو جاتی ہے۔ اور وزیر صاحب (ابن فرات) سے میں ایک ایسا واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے

میری بات کی سچائی معلوم ہو جائے گی۔ ابن فرات نے کہا کہ وہ بات کیا ہے؟ ابن جصاص نے جواب دیا کہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ ابوالحسن ایک مشہور آدمی ہے جس نے اپنی اولاد اور لونڈیوں کیلئے جواہرات کا اثاثہ جمع کیا تھا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا دربان آ کر کہنے لگا کہ دروازے پر ایک عورت ہے جو اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی ہے۔ تو میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب وہ اندر آئی تو کہنے لگی کہ میں ابو الحسن کی فلاں باندی ہوں۔ تب میں نے اسے پہچان لیا۔ اور اس کی خستہ حالی دیکھ کر رو پڑا۔ اور اپنے غلاموں کو بلوا کر ایسی چیز منگوائی جس سے اس کی حالت درست کر سکوں۔ لیکن وہ کہنے لگی کہ کسی کو مت بلائیں۔ میرے خیال میں آپ نے اس لئے بلایا ہے کہ میری حالت درست کر سکیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس کفایت کیلئے مال موجود ہے۔ میں اس وجہ سے آپ کے پاس نہیں حاضر ہوئی بلکہ میری ضرورت تو اس سے زیادہ اہم ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ ضرورت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ جانتے ہیں کہ ابوالحسن نے ہمارے لئے صرف ہیرے جواہرات کا اثاثہ چھوڑا ہے جب ہم جدا ہو گئے اور ہماری سابقہ حالت نہ رہی تو میرے پاس ایک ہیرا تھا جو ابوالحسن نے اپنی فلاں بیٹی جو کہ میرے بطن سے ہے اس کیلئے دیا تھا۔ اب وہ بچی یہاں میرے ساتھ ہے۔ میں اس بات سے ڈری اور خوفزدہ ہوئی کہ اگر میں یہ ہیرا ظاہر کر دوں گی تو یہ مجھ سے چھین لیا جائے گا۔ تو میں وہاں سے نکلنے کیلئے تیار ہو گئی۔ چھپ کر نکل پڑی اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت فرمائی اور ہم ہیرے سمیت اس شہر میں بخیریت و حفاظت پہنچ گئے۔ بعد ازاں میں نے کچھ جواہرات نکالے ان کی قیمت تقریباً پانچ ہزار دینار تھی۔ انہیں بازار فروخت کرنے کیلئے لے گئی۔ تو ان کی قیمت دو ہزار دینار لگی۔ میں نے خریدار سے کہا کہ دو ہزار دے دو۔ جب انہوں نے رقم حاضر کی تو خریدار کہنے لگا کہ ان کا مالک کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہی مالک ہوں۔ تو کہنے لگا کہ کہاں تو اور کہاں یہ جواہرات۔ تو چور ہے اور پھر مجھے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ پھر میں اس وجہ سے خوفزدہ ہو گئی کہ اگر زیادہ کچھ کہوں گی تو اس کی تشہیر کرا دی جائے گی وہ جواہرات مجھ سے چھین لئے گئے۔ میں نے مال کے عوض ان کا مطالبہ کیا اور میرے پاس

جتنے دینار موجود تھے وہ ان لوگوں کو رشوت کے طور پر دے دیئے۔ اب جواہرات ان کے پاس چھوڑ آئی ہوں اور پوری رات غم کی وجہ سے سو نہیں سکی ہوں اور غربت کا خوف الگ ہے۔ کیونکہ میرے مال کا تو یہ حشر ہو گیا ہے اب میں امیر ہوتے ہوئے بھی غریب عورت ہوں۔ اور مجھے یہ بھی علم نہیں کہ اب کیا کروں۔ اس لئے آپ کے پاس حاضر ہوئی اور سارا معاملہ ذکر کر چکی ہوں اور آپ کے اثر ورسوخ کی وساطت سے اپنا مال چھڑانا چاہتی ہوں۔ آپ وہ مال بیچ کر اس سے ہمارے لئے زمین خرید کر دے دیں تاکہ میں اور میری بیٹی اس کے اناج سے فائدہ حاصل کریں۔

میں نے اس سے پوچھا کہ تجھ سے جواہرات کس نے لئے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ فلاں شخص نے۔ میں اس آدمی کے پاس گیا اور تنہائی میں اس سے کہا کہ یہ ہمارے خاندان کی عورت ہے اور یہاں اپنے اثاثے کی قیمت معلوم کرنے آئی تھی۔ آپ لوگوں نے بلاوجہ کیوں تنگ کیا؟ تو کہنے لگے ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا۔ اور آپ کو علم ہے کہ ہمارا یہ قانون ہے کہ مالک کی معرفت کے بغیر ہم کوئی چیز نہیں خریدتے۔ جب ہم نے اس سے مالک کے بارے میں پوچھا تو وہ پریشان ہو گئی۔ اسی وجہ سے ہمیں چوری کا شبہ ہونے لگا۔ میں نے کہا کہ فی الحال میں جواہرات لینا چاہتا ہوں وہ لے کر آیا۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ میں نے وہ پانچ ہزار دینار میں ابوالحسن کیلئے خریدا تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے وہ جواہرات لے لئے اور وہ عورت میرے گھر میں ٹھہری رہی۔ میں نے جواہرات کے فروخت کرنے میں اس کے ساتھ بڑی نرمی کا معاملہ کیا۔ وہ جواہرات پوری قیمت پر فروخت ہوئے۔ اس مال سے پانچ ہزار دینار مخصوص کر کے اس عورت کیلئے زمین اور گھر خریدا جس میں وہ اور اس کے بچے آج تک زندگی گزار رہے ہیں۔ جب میں نے غور کیا کہ اس عورت کے پاس جواہرات بغیر کسی مددگار کے تھے وہ مجبور ہوئی۔ بلکہ وہ تکلیف کا سبب تھے۔ لیکن جب اسے مخلص و مددگار ملا تو اس کو کتنا بڑا حلال مال میسر آیا۔ اسی لئے دوست مال سے بہتر ہے۔

یہ واقعہ سن کر ابن فرات نے کہا کہ اے ابو عبداللہ! آپ نے بہت عمدہ اور بہترین

بات کی ہے۔ لوگ ایسے شخص کی طرف بھی غفلت کی نسبت کرتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ اس نے آپ لوگوں سے کہا ایسا شخص بیوقوف بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔

حاشیہ جات

1- جاحظ کہتا ہے کہ ہبنقہ کا اصل نام یزید بن ثروان ہے اور وہ قیس بن ثعلبہ کی اولاد میں سے تھا۔

2- جب سلیمان بن عبدالملک نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان سے معزول کر دیا تو ایک خطیب اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے اہل خراسان! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا حاکم کون ہے؟ تمہارا حاکم یزید بن ثروان ہے۔ یعنی اس خطیب نے کنایۃً ہبنقہ کا ذکر کیا کیونکہ وہ بھی بکریوں سے ایسا ہی سلوک کرتا تھا۔ اور ایسے ہی سلیمان بن عبدالملک امیروں کو عطا کرتا تھا اور غریبوں کو عطا نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں اسی کی اصلاح کروں گا جس کی اللہ تعالیٰ نے اصلاح فرمائی اور اسے برباد کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے برباد کیا ہے۔

3- حمزہ بن بیض: ابن بیض اموی عہد حکومت کے شعراء میں سے اسلامی شاعر ہے اموی وزراء و خلفاء کے دربار سے وابستہ رہا اور اشعار سے بہت سی دولت کمائی۔ ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔

4- جحا: جحا عربی کا اصل نام دجین بن ثابت ہے۔ ولادت غیر معروف ہے جبکہ تاریخ وفات تقریباً ۱۳۰ھ ہے۔ جبکہ جحا کوفی فزاری کا اصل نام ابو الغصن ہے۔ جو کہ حماقت اور غفلت میں ضرب المثل ہے۔ ابن حجر نے لسان المیزان میں اہل بصرہ کے محدث کا نام دجین بن ثابت یربوعی اور کنیت ابو الغصن بیان کی ہے اور جس نے ابو الغصن کو جحا کہا ہے اس کا انہوں نے انکار کیا ہے۔

5- مزبد: اصل نام ابو اسحاق مدنی ہے۔ ایک دفعہ ایک حاکم اس پر غصے ہوا تو اس نے حجام کو اس کی داڑھی مونڈنے کا حکم دے دیا۔ حجام نے اسے کہا کہ اپنے باچھوں میں پھونکو تاکہ میں داڑھی مونڈ سکوں۔ تو اس نے کہا کہ حاکم نے تجھے میری داڑھی مونڈنے کا حکم دیا ہے یا مجھے تو نے بانسری بجانا سکھانا ہے۔

جاحظ نے ''البیان والتبیین'' میں بیان کیا ہے کہ مزبد نے نافۂ مشک چوری کر لیا تو اس سے کہا گیا کہ جو خیانت کرتا ہے وہ اپنا بوجھ قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر آئے گا۔ تو اس نے کہا کہ تب تو خدا کی قسم میں بہترین خوشبو اور ہلکے بوجھ کو اٹھاؤں گا۔

6- ایتاخ: عباسی عہد حکومت میں لشکر کا سپہ سالار تھا اور ترکی کا امیر تھا۔ متوکل اس سے خوفزدہ ہوا اور اسے قید کروا دیا۔ چنانچہ ۲۳۵ھ میں بھوکا پیاسا قید میں مر گیا۔

7- محمد بن احمد ترمذی: اصل نام محمد بن احمد بن جعفر ہے ابو جعفر ترمذی شافعی فقیہ ان کے اکابر میں سے ہیں۔

بغداد میں سکونت اختیار کی۔ آپ بہت متقی، پرہیزگار اور فقر پر صبر کرنے والے تھے۔ تاریخ وفات ۲۹۵ھ ہے۔

8. زجاج نحوی: اصل نام ابراہیم بن سری بن سہل ابو اسحاق الزجاج ہے۔ نحو اور لغت کے عالم ہیں ان کی تصنیفات میں سے ''الأمالی'' مشہور ہے۔ تاریخ وفات ۳۱۱ھ ہے۔

9. خلیفہ مقتدر: اصل نام جعفر بن احمد بن طلحہ ہے ابو الفضل المقتدر باللہ کنیت ولقب ہے۔ عباسی خلیفہ ہیں۔ ان کے دور میں بہت سے فتنے برپا ہوئے ۲۹۵ھ کو خلافت کیلئے بیعت کی اور ۳۲۰ھ کو قتل کر دیے گئے۔

فصل

حماقت میں ضرب المثل عورتیں:

عورتوں میں سے جن کی طرف فعل حماقت منسوب ہے ان میں سے ایک وہ عورت ہے جو اون کات کر کھول دیتی تھی۔

مقاتل بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ یہ ایک قریشی عورت تھی جس کا نام ریطہ[1] بنت عمرو بن کعب ہے جب یہ اون کاتتی تھی تو کات کر پھر کھول دیتی تھی۔

ابن سائب کہتے ہیں کہ اس کا نام رائطہ ہے۔ ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں کہ اس کا نام ریطہ بنت عمرو المریہ ہے اور لقب جعرا ہے اور یہ اہل مکہ میں سے تھی۔ یہ عورت اپنے اس مخصوص فعل کی بنا پر مخاطبین کے ہاں مشہور و معروف تھی اور اس فعل میں اس کی کوئی مثال نہ تھی۔ یہ حماقت میں انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ روئی یا اون کاتتی اور جب خوب اچھی طرح کات لیتی تھی تو اپنے خادم کو حکم دیتی کہ اسے کھول دو۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ اور اس کی لونڈیاں اون کاتتی تھیں کاتنے کے بعد یہ انہیں کاتتے ہوئے اون کو دوبارہ کھولنے کا حکم دیتی تھی۔[2]

ان میں ایک دغہ بنت مغنج ہے۔ مغنج سے مراد ربیعہ بن عجل ہے۔ دغہ کا اصل نام ماویہ جبکہ لقب دغہ ہے۔ اس کی شادی بچپن ہی میں بنو عنبر قبیلہ میں ہوئی۔ یہ حاملہ ہوئی اور جب اسے دردزہ ہونے لگا تو اپنی سوکن سے کہنے لگی کہ اے ہنتاہ! کیا جعر یعنی شرمگاہ نے اپنا منہ کھول لیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! یہ کہہ کر اس کے والد کو بلایا۔ اس کی سوکن گئی اور بچہ اٹھالیا۔ بنو عنبر اسی کی طرف منسوب ہو کر بنو جعر کہلائے۔

ایک مرتبہ اس نے اپنے بیٹے یا فوخ کو مضطرب اور پریشان دیکھا تو چھری کے ساتھ اس کے دو ٹکڑے کر کے اس کا دماغ نکال لیا اور کہنے لگی کہ میں نے اس کے دماغ سے یہ فاسد مادہ نکال لیا ہے تا کہ اسے درد سے آرام حاصل ہو۔

اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے دانت بہت خوبصورت تھے اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ ایک مرتبہ اس بچے کے باپ نے اسے چومتے ہوئے کہا کہ میرے باپ کی قسم پوپلا ہے یعنی بغیر دانتوں کے ہے۔ یہ سن کر یہ عورت یہ سمجھ بیٹھی کہ میرے خاوند کو پوپلا بچہ پسند ہے۔ تو اس نے اپنے بچے کے سب دانت توڑ دیئے۔ جب اس کے شوہر نے کہا کہ میرے باپ کی قسم پوپلا ہے تو کہنے لگی یا شیخ ہم سب ہم پوپلے ہیں۔ خاوند نے کہا کہ تو نے تو ہمیں ابتدائی دانتوں میں ہی ہرا دیا تو آگے دانت کیسے نکلے۔ اس کے بعد دغہ حماقت میں ضرب المثل بن گئی۔

ان میں سے ایک ریطہ بنت عامر بن نمیر ہے جو اپنے بچوں کے سر کا ایک حصہ نشان کے طور پر مونڈ دیتی تھی تا کہ وہ دوسروں کے بچوں میں سے اپنے بچوں کو پہچان سکے۔

ان میں سے ایک مہورہ تھی۔ محمد بن عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ ابن خلف نے ہم سے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے۔ فلاں آدمی مہورہ سے زیادہ بیوقوف ہے یہ فزارہ قبیلے کی عورت تھی۔

ان میں سے ایک عورت ''حذنہ'' ہے۔ اس نام کے متعلق اختلاف پیچھے گزر چکا ہے۔ اور ہم نے وہاں ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ ایک عورت کا نام ہے جو کہ کلائی سے ناک صاف کیا کرتی تھی۔

حاشیہ جات

1- ریطہ: جاحظ بیان کرتے ہیں کہ ریطہ کا اصل نام ریطہ بنت کعب ابن سعد بن تیم بن مرہ ہے۔

2- ابن کثیر نے عبداللہ بن کثیر اور سدی سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ یہ بیوقوف عورت تھی۔ مکہ میں رہتی تھی جب بھی کاتتی تھی تو اچھی طرح کات لینے کے بعد اسے کھول دیتی تھی۔ جبکہ مجاہد، قتادہ اور ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ اس آدمی کیلئے مثال ہے جو پختہ وعدہ کرنے کے بعد اسے توڑ دیتا ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہی قول ترجیح یافتہ ہے چاہے مکہ میں روئی کاتنے کے بعد کھولنے والی عورت ہو یا نہ ہو۔

نواں باب:

ان عقلمندوں کا بیان کہ جن سے فعل حماقت سرزد ہوا اور وہ اسے درست قرار دینے پر بضدر ہے اور اسی ضد کی وجہ سے وہ بھی احمقوں کی فہرست میں شمار کئے گئے

1-احمق اعظم ابلیس:

ان میں سے پہلے نمبر پر ابلیس لعین ہے۔ کیونکہ وہ بہت بڑا عبادت گزار اور مؤذن ملائکہ تھا۔ اس سے ایسا فعل حماقت سرزد ہوا جو کہ کسی اور سے نہیں ہوا۔ اس لئے کہ جب اس نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے تخلیق کئے گئے ہیں تو اس نے اپنے دل میں یہ ارادہ کرلیا کہ اگر مجھے ان پر فضیلت دی گئی تو میں انہیں ہلاک کردوں گا اور اگر انہیں مجھ پر فضیلت دی گئی تو میں ضرور ان کی نافرمانی کروں گا۔

اگر ابلیس لعین اس معاملے میں غور وفکر اور تدبر سے کام لیتا تو یہ چیز جان لیتا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور میں کسی قسم کے حیلہ سے بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن ابلیس تقدیر کے علم سے جاہل تھا اور وہ اسے فراموش کر بیٹھا۔ اگر وہ اس حقیقت سے واقف ہوتا تو یہ معاملہ اسے حسد پر آمادہ نہ کرتا۔ اس نے اللہ رب العزت پر اعتراض کر کے اس کی حکمت کو غلط قرار دیا۔ چنانچہ اس نے کہا:

أرأيتك هذا الذي كرّمت عليّ۔ (اسراء:۶۲)

مطلب یہ کہ آپ نے اسے کیوں عزت عطا کی پھر بزعم خود ہی کہا کہ میں آدم علیہ اسلام سے افضل ہوں۔

خلقتني من نار و خلقته من طين۔ (اعراف:۱۲)

''تو نے مجھے آگ سے تخلیق کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا''۔

احمق اعظم کے کلام کا خلاصہ:

ابلیس لعین کے تمام کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ میں حکمت والی ذات سے بھی بڑا حکیم ہوں اور اس علیم وخبیر ذات سے بھی بڑا عالم ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو معزز کرنے کا فعل صحیح نہیں ہے۔

باوجود اس کے کہ ابلیس اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا علم ''العالم الاکبر'' کے علم سے حاصل شدہ ہے گویا ابلیس نے یوں کہا کہ اے وہ ذات! جس نے مجھے سکھایا میں تجھ سے بڑا عالم ہوں اور اے وہ ذات جس نے مجھ پر آدم علیہ السلام کی فضیلت کو مقدر کیا یہ آپ نے صحیح اور درست نہیں کیا۔ پھر جب ابلیس تمام حیلوں سے تھک گیا تو پھر اپنے آپ کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہوگیا اور اس نے اس ارادہ کو خوب پختہ کیا۔ پھر یہ کہہ کر دوسروں کو ہلاک کرنا، بہکانا اور گمراہ کرنا شروع کر دیا کہ ''لأغوینّھم'' (ص:۸۲، الحجر،۳۹) یعنی میں ضرور بالضرور ان کو گمراہ کروں گا۔

دعوے میں دو جہالتیں:

ابلیس لعین نے ''لأغوینّھم'' کے دعوے میں دو جہالتوں کا مظاہرہ کیا۔

پہلی جہالت: یہ ہے کہ اس نے اللہ رب العزت کو دھمکی دی اور اس سے غافل رہا کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ نہ تو کوئی چیز اسے تکلیف پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع پہنچا سکتی ہے کیونکہ وہ ذات پاک خود بے پرواہ ہے۔

دوسری جہالت: یہ ہے کہ ابلیس اس بات کو بھول بیٹھا کہ جسے اللہ رب العزت محفوظ رکھے یہ اسے گمراہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پھر جب یہ حقیقت اس کی سمجھ میں آگئی تو استثناء کر کے کہنے لگا ''اِلّا عبادك منھم المخلصین'' (ص:۸۳) یعنی جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں ان پر میرا زور نہیں چلتا۔

پھر جس آدمی کیلئے ہدایت مقدر ہو اس میں اس کا فعل اور گمراہ کرنا مؤثر نہیں اس سے

اس کا علم باطل ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ کیلئے اپنی ناپائیدار اور خسیس ہمت پر راضی ہوا جس کا جلد ختم ہونا یہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اس وقت یہ درخواست کرنے لگا کہ ''انظرنی الی یوم یبعثون'' (اعراب:۱۴) یعنی مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیجئے۔ اور گنہگار کو گناہ میں آلودہ کرنا اس کی لذت بنی۔ گویا یہ اس قبیح حرکت سے اللہ تعالیٰ کو غصہ دلاتا ہے اور اس کے مؤثر نہ ہونے سے جاہل ہے۔ پھر دائمی سزا کے قریب ہونے کو بھول بیٹھتا ہے۔ چنانچہ ابلیس لعین جیسا کوئی جاہل، احمق اور غافل نہیں۔ ابلیس لعین کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

عجبت من ابلیس فی نخوته	و خبث ما اظهر من نیّته
تاه علی آدم فی سجدة	و صار قوّادا لذرّیّته

''مجھے ابلیس کے تکبر اور جس بری نیت کا اس نے اظہار کیا ہے اس پر تعجب ہے آدم علیہ السلام کو ایک سجدہ کرنے میں سرکش ہوا اور اس میں اپنی ذرّیت کا قائد بن گیا''۔

احمق اعظم ثانی ابوالحسین ابن الراوندی ہے

ابلیس لعین کے علاوہ غفلت اور پاگل پن کی حرکتوں میں ابوالحسین ابن الراوندی سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا گیا۔ اس لئے کہ اس کی مختلف تصانیف ہیں جس میں اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عیب جوئی کی اور انہیں گالیاں دیں۔

پھر ایک کتاب لکھی جس میں یہ کہہ کر کتاب اللہ پر رد کیا کہ اس میں لحن ہے۔ حالانکہ اسے معلوم ہے کہ یہ ایک ایسی معزز کتاب ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس سے دشمنی کی لیکن کسی کو بھی اس قسم کا اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ گویا اس نے بزعم خود تمام فصحاء و بلغاء پر پانی پھیر دیا۔

پھر اس نے ''الدامغ'' کے نام سے ایک اور کتاب لکھی۔ اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ پر ایسے اعتراضات کئے ہیں کہ میں انہیں اپنی زبان پر نہیں لا سکتا۔ چنانچہ اس میں انتہائی قبیح طریقے سے اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کئے ہیں مثلاً یہ کہ ظلم اور شر دونوں اسی کی طرف سے ہیں۔ ایسی قبیح عبارتیں ہیں جن میں سے بعض کو میں نے ''التاریخ'' میں ذکر کیا

ہے۔تعجب کی بات ہے کہ ایک آدمی خالق کو ماننے کے باوجود اس پر اعتراض کرتا ہے پھر تو اللہ تعالیٰ کا منکر آرام سے بیٹھ جائے گا۔

پھر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تو کامل عقل عطا فرمائی اور خود اس کی صفات میں نقص ہو۔(کتنی احمقانہ اور بیوقوفانہ سوچ ہے) اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے برَی اور پاک ہے۔

حاشیہ جات

1- مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ''زاد المسیر'' میں بیان کیا ہے کہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین سے اس طرح خطا واقع ہوئی کہ اس نے نص کے موجود ہوتے ہوئے قیاس سے کام لیا اور آگ پر مٹی کی فضیلت اس سے مخفی رہی۔

علامہ ابن قیم نے ''الصواعق المرسلۃ'' میں بیان کیا ہے کہ جس کے سامنے وحی موجود ہو اس کی عقلی دلیل کے فساد کی چند وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ نص کے مقابلے میں قیاس کو ترجیح دیتا ہے اور قیاس جب نص کے مقابلے میں آئے تو وہ قیاس باطل ہوگا اور اسے قیاس ابلیسی کہا جائے گا کیونکہ یہ حق کے مقابلے میں باطل کو پیش کرنے کو متضمن ہے اور حق پر باطل کو مقدم کرتا ہے اور اسی لئے اس کی سزا یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کی عقل دنیا اور آخرت برباد کردی جاتی ہے اور ہم نے یہ بیان کردیا ہے کہ جس نے وحی کے مقابلے میں اپنی عقل کو پیش کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کی عقل فاسد کردی حتی کہ اس نے ایسی بات کہی کہ جس سے عقلمند ہنستے ہیں۔

نیز یہ بھی بیان کیا کہ ابلیس کا یہ کہنا کہ ''انا خیر منہ'' یعنی میں اس سے بہتر ہوں یہ جھوٹ کا پلندہ ہے کیونکہ ایک مادہ سے تخلیق کردہ مخلوق کی فضیلت دوسرے مادہ سے تخلیق کردہ مخلوق پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ مادہ مفضولہ سے ایسی مخلوق تخلیق فرماتا ہے جو دیگر سے افضل ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور دیگر رسول مکرم ملائکہ سے افضل ہیں اگرچہ ملائکہ کا مادۂ تخلیق نور اور انسان کا مادۂ تخلیق مٹی ہے۔ تو فضیلت مادے اور اصل کی بنا پر نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ غلام جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قریش اور بنی ہاشم کے بے ایمان لوگوں سے افضل اور بہتر ہیں اور یہی ابلیسی بیماری ابلیسی ذریّت میں میراث بن گئی ہے کہ وہ اصل و نسبت کو ایمان اور تقویٰ پر فضیلت دیتے ہیں اور اسی بیماری کا اللہ رب العزت نے اپنے اس فرمان عالیشان سے رد کیا ہے:

یا ایّھا النّاس انّا خلقنا کم من ذکرٍ و انثٰی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم آپس میں متعارف ہو۔ بیشک اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے''۔

قاضی شوکانی نے ''فتح القدیر'' میں ذکر کیا ہے کہ اگر ابلیس پر بدبختی سبقت نہ لے جا چکی ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی بات اس پر صادق نہ آئی ہوتی تو اسے فرمانبردار ملائکہ سے اس معاملے میں رہنمائی حاصل ہو جاتی۔ چنانچہ ان کا عنصر نوری ابلیس کے عنصر ناری سے افضل اور اشرف ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ ابلیس نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے اختلاف کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سوچا کہ وہ آدم علیہ السلام سے زیادہ قوت و طاقت والا ہے اور ان سے زیادہ فضیلت والا ہے کیونکہ جس جنس سے اسے تخلیق کیا گیا یعنی آگ وہ جس سے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا گیا یعنی مٹی سے زیادہ افضل ہے۔ تو یہ دشمن خدا حق بات سے جاہل رہا اور سیدھے راستے سے خطا کی۔ کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ آگ کے جوہر میں خفت یعنی ہلکا پن، طیش، اضطراب اور بلند اٹھنا ہے۔ اور جس کے جوہر میں یہ چیزیں موجود ہیں اسے ان چیزوں نے اس بدبختی کے بعد جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے پہلے ہی لکھ دی تھی اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے روکا اور تکبر پر ابھارا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر جانا تو ہلاکت و بربادی کا مستحق ٹھہرا۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ مٹی کے جوہر میں بردباری، حیا اور تثبت ہے اور جس کے جوہر میں یہ چیزیں موجود ہیں اسے ان چیزوں نے اس خوش بختی جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پہلے ہی لکھ دی تھی اس کے بعد اپنی لغزش پر توبہ کرنے اور اپنے رب تعالیٰ سے عفو و درگزر اور مغفرت کا سوال کرنے پر ابھارا۔

ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں بیان کیا ہے کہ ابلیس کی بات فی نفسہ فاسد ہے کیونکہ مٹی آگ سے زیادہ نفع بخش اور بہتر ہے کیونکہ مٹی میں بوجھل پن اور بردباری ہوتی ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین نے قیاس میں خطاء کی اور اپنے اس دعویٰ میں بھی خطا کی کہ آگ مٹی سے اشرف و افضل ہے کیونکہ مٹی کی صفت بوجھل پن بردباری اور تثبت ہے اور مٹی محل ثبات، نمو اور محل صلح ہے جبکہ آگ کی صفت جلانا طیش اور جلد بازی ہے۔ لہٰذا ابلیس نے اپنے عنصر سے دھوکہ کھایا اور آدم علیہ السلام نے اپنے عنصر سے بایں طور نفع حاصل کیا کہ انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا، توبہ کی سر تسلیم خم کیا اپنے رب کے حکم کو مانا اور توبہ و مغفرت طلب کی۔

2۔ ابو الحسین ابن الراوندی کا اصل نام احمد بن یحییٰ بن اسحاق ابو الحسین ابن الراوندی ہے۔ فلسفی اور ملحد بے دین تھا۔ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ ابن الراوندی مشہور زندیق ہے اور معتزلہ کے اولین متکلمین میں سے تھا پھر زندیق ہوا اور ملحد بے دین مشہور ہوا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ زندیقوں کے مشاہیر میں سے ایک ابن الراوندی بھی ہے۔ سلطان نے اسے طلب کیا تو یہ بھاگ نکلا اور ابن لاوی یہودی کے ہاں پناہ لی۔ اور جتنی دیر اس کے ہاں قیام کیا اس مدت کے دوران ایک کتاب ''الدفع للقرآن'' کے نام سے لکھی ۲۹۸ھ کو جہنم واصل ہوا۔

فصل

حماقت قابیل:

بعدازاں قابیل نے حماقت اور غفلت میں ابلیس لعین کی پیروی کی۔ اس کی بڑی بے وقوفی اپنے بھائی سے جس کی قربانی قبول ہوئی تھی یہ کہنا ہے کہ "لأقتلنك" (المائدہ: ۲۷) یعنی میں ضرور بالضرور تجھے قتل کروں گا۔ جب کہ یہ انتہائی قبیح اور بری حرکت تھی اس لئے کہ اگر اس میں ذراسی بھی سمجھ بوجھ ہوتی تو یہ اپنے بھائی کی قربانی کی قبولیت اور اپنی قربانی کے رد کئے جانے کے سبب میں غور کرتا۔ اس کے بجائے اس نے بڑی حماقت یہ کی کہ بھائی کی میت اپنی پیٹھ پر اٹھائے پھرتا رہا اور اسے دفن کرنے کا طریقہ بھی نہیں آیا۔

ایسی ہی حماقت قوم ابراہیم سے بھی سرزد ہوئی جنہوں نے "حرّقوہ و انصروا الھتکم" (سورۂ انبیاء: ۶۸) کہا یعنی جلاؤ اسے اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اور ان کا یہ کہنا بھی بیوقوفی ہے کہ "ان امشوا و اصبروا علی الھتکم" (ص: ۶) یعنی چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو۔

نمرود لعین کا یہ کہنا بیوقوفی اور حماقت ہے کہ "أنا اُحی و اُمیت" (بقرۃ: ۲۵۷) یعنی "میں ہی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں"۔ یعنی نمرود اتنا بیوقوف اور احمق تھا کہ حیات اور موت کی حقیقت جو کہ روح کا جسم سے ملنا اور الگ ہونا ہے اسے نہ جان سکا۔

فرعون کا یہ کہنا بھی حماقت ہے کہ "الیس لی ملك مصر و ھذہ الانھار تجری من تحتی" (الزخرف: ۵۱) یعنی کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں اور یہ نہریں میرے تصرّف میں چلتی ہیں۔

اس نے چھوٹی چھوٹی نہروں پر فخر کیا حالانکہ نہ اس نے انہیں جاری کیا اور نہ ان کی ابتداء اور نہ ہی انتہاء کو جانتا تھا اور ان جیسی بہت سی دیگر نہروں کو بھول گیا جو کہ اس کے

تصرّف میں نہیں چلتی تھیں۔ اور اس سے بڑا کوئی بیوقوف اور احمق نہیں کہ اس نے الوہیت یعنی خدائی دعویٰ کیا۔ حکماء نے اس کی ایک مثال یہ بیان فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس لعین کو فرعون کے پاس لایا گیا تو فرعون نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں ابلیس ''لعین'' ہوں۔ فرعون نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ اس لئے آیا ہوں کہ تجھے دیکھ کر تیرے پاگل پن اور حماقت پر تعجب کروں۔ فرعون نے کہا کہ وہ کیسے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں نے اپنی جیسی مخلوق کی دشمنی کی اور اسے سجدہ نہیں کیا تو میں راندۂ درگاہ ہوا اور ملعون بنا اور تم نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ میں خدا ہوں۔ قسم بخدا! یہ تو بہت بڑی حماقت ہے اور انتہائی پاگل پن کا ثبوت ہے۔

پھر سب سے حیران کن اور تعجب خیز حماقت بتوں کو خدا بنانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان تو یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو تخلیق کرے نہ کہ اسے تخلیق کیا جائے۔

پھر نمرود کی بیوقوفی یہ بھی تھی کہ اس نے محل بنایا اور پھر تیر اندازوں سے آسمان کی جانب تیر مارنے کو کہا تا کہ خود آسمان والے کو قتل کرے۔ غور کریں کہ اگر اس کا مدّ مقابل ایسی جگہ ہو جہاں سے وہ اپنی طرف آنے والے تیر کو دیکھ سکے تو کیا وہ اس سے بچ نہیں سکتا!

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ کہہ کر کہ ''اکلہ الذئب'' (یوسف:۱۴) یعنی ''اسے بھیڑیا کھا گیا ہے''۔ کہہ کر بہت بڑی بیوقوفی کا مظاہرہ کیا حالانکہ انہوں نے ان کی قمیض کو پھاڑا ہی نہیں تھا۔[1] اور حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں یہ کہہ کر بیوقوف بنایا کہ اناج تولنے والے پیمانے صاع نے مجھے فلاں فلاں بات بتائی ہے۔

ایسے ہی ہاروت و ماروت کا اپنے آپ کو گناہ میں نہ پڑنے دینے کا دعویٰ بھی حماقت ہے کیونکہ جب اسی نیت و ارادے پر آسمان سے اتارے گئے تو گناہ میں مبتلا ہو گئے۔[2]

ایسے ہی جب بنی اسرائیل دریا پار کر گئے تو وہاں مشرکین کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا کہ ''اجعل لنا الٰھا'' (اعراف:۱۳۸) یعنی ہمارے لئے بھی اسی طرح کا معبود بناؤ'' یہ بھی بہت بڑی بیوقوفی ہے۔

عیسائی بھی حماقت و بیوقوفی میں مبتلا ہیں کہ کہتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے

ہیں اور پھر یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہودیوں نے انہیں سولی پر لٹکا دیا تھا۔ تو ان کا ایک ایسے انسان کے متعلق خدائی کا دعویٰ کرنا جو پہلے نیست یعنی موجود ہی نہیں تھا پھر وجود میں آیا اور کھانا کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہوتا ہے کہ جس سے اشیاء قائم ہوتی ہیں نہ کہ وہ اشیاء کے باعث قائم ہوتا ہے۔

پھر یہ گمان کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ بیٹا ہونا یہ چیز حصہ ہونے اور مثل ہونے کو متقاضی ہے اور اللہ میں یہ دونوں چیزیں محال ہیں اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑھائے جانے اور قتل کئے جانے کا اقرار کرنا عیسیٰ علیہ السلام کیلئے عجز اور اپنی مدافعت نہ کر سکنے کا اقرار کرنا ہے اور یہ سب ایسی باتیں ہیں جو کہ سراسر حماقت اور غفلت کی دلیل ہیں۔

فرقہ مشبہ[4] کا یہ عقیدہ بھی حماقت پر مبنی ہے کہ معبود حصّوں اور اعضاء سے مرکب ہے اور اپنی مخلوق کے مشابہ ہے باوجود یہ جاننے کے کہ ہر مرکّب کو کوئی نہ کوئی جوڑنے والا اور ترتیب دینے والا ضرور ہوتا ہے۔

رافضی[5] شیعوں کی بھی یہ بہت بڑی حماقت اور عجیب غفلت ہے کہ ایک طرف تو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا حنفیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی لونڈی سے پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا۔[6] یہ سب باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رضامندی پر دلیل ہیں۔ لیکن پھر بھی شیعوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی تکفیر کرتے ہیں اور انہیں گالیاں بکتے ہیں اور بزعم خود اس بات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت چاہتے ہیں اور مذکورہ تمام باتوں کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔

ایسی ہی حماقتیں بہت ہیں جو آپ غور و فکر کر کے جان سکتے ہیں۔ یہاں ہم نے نمونے کے طور پر صرف اس لئے پیش کی ہیں تاکہ اس قسم کی باتوں میں غور و فکر کیا جائے۔ اور اس طرح کے تمام قصوں کا ذکر کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے کیونکہ اس کتاب سے بڑا مقصد کچھ اور ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس کوئی شخص یہ آ کر کہے کہ میں نے اس بات پر طلاق کا حلف اٹھالیا ہے کہ آج کسی احمق سے بات نہیں کروں گا پھر اس نے

رافضی شیعہ سے یا عیسائی سے بات کر لی تو میں کہوں گا کہ یہ آدمی حانث یعنی قسم توڑنے والا نہیں ہے یہ سن کر دینوری نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معزز بنائے کیا رافضی اور عیسائی دونوں احمق نہیں ہیں؟ حالانکہ انہوں نے تو ان لوگوں کی بھی مخالفت کی ہے جو کہ ان کے نزدیک بھی سچے ہیں پہلی صادق ہستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ آپ علیہ السلام نے عیسائیوں سے فرمایا کہ "اعبدو الله" (المائدہ: ۱۷) یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔ اور مزید فرمایا کہ "انی عبد الله" (مریم: ۳۰) یعنی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ ان باتوں کے باوجود عیسائیوں نے یہ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام بندہ نہیں بلکہ وہ اللہ ہے۔ ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

هذان سيدا كهول اهل الجنة۔ ۷

"حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنتی ادھیڑ عمر مردوں کے سردار ہیں"۔

اس کے باوجود رافضی ان دونوں کو گالیاں بکتے ہیں اور ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

قدماء کی غفلت و حماقت میں سے عجیب بات یہ ہے جسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔

رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک آدمی عبادت خانے میں عبادت کر رہا تھا کہ بارش ہوئی اور زمین خوب تر و تازہ اور سرسبز ہو گئی۔ تو اس آدمی نے ایک گدھا چرتا ہوا دیکھا تو کہنے لگا اے میرے رب! تیرا کوئی گدھا ہوتا تو میں اسے اپنے گدھے کے ساتھ چراتا۔ یہ بات بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے کسی نبی کو پہنچی تو انہوں نے اس شخص کو بددعا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ رب العزت نے وحی بھیجی کہ میں بندوں سے ان کی عقل کے مطابق مواخذہ کرتا ہوں۔ ۸

(مراد یہ ہے کہ اس نے گستاخی نہیں کی بلکہ اس نے اپنی عقل کے مطابق یوں کہا ہے۔ از مترجم)

حاشیہ جات

1- نمرود: اس کا اصل نام نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح ہے۔ جبکہ بعض نے کہا کہ اس کا اصل نام نمرود بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفحشد بن سام بن نوح ہے۔ پہلا قول حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے۔ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بابل کا بادشاہ تھا اور اس نے آپ سے آپ کے رب تعالیٰ کے متعلق جھگڑا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مناظرے کا ذکر اپنی کتاب عظیم میں یوں کیا ہے۔

الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ ان اتاہ اللہ الملک (بقرہ:۲۵۸)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے مشرق و مغرب کے چار بادشاہ ہوئے ان میں سے دو مومن تھے اور دو کافر تھے۔ تو مومن بادشاہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور ذوالقرنین تھے جبکہ کافر بادشاہ نمرود اور بخت نصر تھے۔

2- یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کی قمیض آپ کے والد گرامی کے پاس لائے تو انہوں نے قمیض کو بالکل صحیح وسلامت حالت میں پایا۔ انہوں نے یہ کیا کہ ایک بکری کا بچہ لے کر اسے ذبح کیا اور اس کے خون میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض لتھیڑ لی۔ اور یہ ظاہر کیا کہ یہ وہی قمیض ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھایا تھا اور آپ کا خون اسے لگا ہے قمیض پھاڑنا بھول گئے۔

3- یہ ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جو کہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو زمین پر آزمائش کیلئے اتارا گیا۔ جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ فرشتے بنو آدم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ اور اسی سے وہ روایت ہے جسے امام احمد نے ''مسند'' میں اور ابن حبان نے ''صحیح'' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ملائکہ نے کہا: اے پروردگار! ''کیا تو اسے اس میں بھیج رہا ہے جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری حمد کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری تقدیس کے نغمے الاپتے ہیں تو فرمایا بیشک میں وہ چیز جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔ فرشتوں نے عرض کی۔ اے ہمارے پروردگار! ہم بنی آدم سے زیادہ تیرے فرمانبردار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ میں سے دو فرشتے لاؤ انہیں ہم زمین پر اتارتے ہیں اور دیکھیں گے کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں۔ تو انہوں نے ہاروت و ماروت کو پیش کیا۔ تو ان دونوں کو زمین پر اتارا گیا۔ تب ان کے سامنے دنیا کی حسین ترین عورت زہرہ آئی۔ ان دونوں نے اس سے زنا کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ قسم بخدا! تب تک نہیں جب تک کہ تم کلمۂ شرک نہ کہہ لو، تو ان دونوں نے کہا۔ واللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ تو وہ چلی گئی۔ پھر ایک بچے کو اٹھائے ہوئے واپس آئی پھر انہوں نے مطالبہ کیا تو اس نے بچے کو قتل کرنے کی شرط لگادی۔ تو انہوں نے کہا کہ واللہ! ہم کبھی اسے قتل نہیں کریں گے۔ پھر چلی گئی۔ پھر شراب کا ایک پیالہ لے کر واپس آئی۔ انہوں نے پھر مطالبہ

کیا تو اس نے شراب پینے کی شرط لگائی تو ان دونوں نے شراب پی اور نشہ میں مدہوش ہو گئے تو اس سے زنا بھی کیا اور بچے کو بھی قتل کر دیا۔ جب ہوش میں آئے تو اس نے کہا کہ واللہ! جن چیزوں کا آپ نے مجھ سے انکار کیا تھا وہ سب کی سب تم نے نشے کی حالت میں سرانجام دے لی ہیں۔ تب انہیں عذاب دنیا اور عذاب آخرت کے متعلق اختیار دیا گیا تو انہوں نے عذاب دنیا اختیار کر لیا۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس سند سے یہ حدیث غریب ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

4- فرقہ مشبہ سے مراد وہ لوگ جو خالق کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیتے ہیں۔

5- رافضی شیعہ: وہ شیعہ جنہوں نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ شیخین رضی اللہ عنہما سے بیزاری کا اظہار کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ دونوں میرے نانا کے وزیر تھے میں ان سے بیزاری کا اظہار کیوں کروں گا۔ تو یہ لوگ ان سے جدا ہو گئے۔ جبکہ بعض کے نزدیک ہر متوالی شیعہ پر رافضی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ عبدالقاہر بغدادی نے "الفَرقُ بین الفِرَق" میں ذکر کیا ہے کہ ان میں تمام غلو بازی کرنے والے فرقے اسلام سے خارج ہیں البتہ فرقہ زیدیہ اور امامیہ امت کے فرقوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

6- سنی اور شیعہ کے درمیان مناظرہ ہوا تو سنی نے شیعہ سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنے پر کیسے راضی ہوئے۔ اگر تو کہے کہ انہیں مجبور کیا گیا تھا اور دباؤ کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا تھا تو تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دیوث یعنی نعوذ باللہ بے غیرت ہونے کا الزام لگایا جسے حقیر سے حقیر عرب بھی قبول نہیں کرتا اور اگر تو کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی اور اختیار سے کیا تھا تو پھر تو نے اپنا قول اور اصل توڑ ڈالے۔

7- امام ترمذی نے "سنن" میں (۳۶۶۴، ۳۶۶۵)۔ ابن ابی عاصم نے السنۃ (۲/۶۱۷) خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۵/۱۵، ۷/۱۱۹، ۱/۱۹۲) اور شرف اصحاب الحدیث (۱۹۶)، خطابی نے مشکل الآثار (۲/۳۹۱)، دولابی نے "الکنیٰ" (۲/۹۹) ابن ابی حاتم نے علل الحدیث (۲۶۵۸، ۲۶۷۷، ۲۶۸۱) اور ابن عدی نے الکامل (۷۸۶) میں اسے نقل کیا ہے جبکہ امام ترمذی نے اس ایک سند کے متعلق کہا ہے کہ اس سند سے یہ حدیث غریب ہے۔

8- خطیب بغدادی نے "تاریخ" (۴/۴۶، ۱۳۰) میں نقل کیا، ابن طاہر فتنی نے تذکرۃ الموضوعات (۳۰) اور امام سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ (۱/۴۹) میں نقل کیا۔

فصل

جماعت عقلاء کے افعال حماقت:

ایسے ہی عقلاء کی ایک بہت بڑی جماعت گزری ہے جن سے اسی طرح کے حماقت کے مشابہ افعال سرزد ہوئے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے ارادۃً ایسا نہیں کیا۔ ان میں سے ایک حکایت کسی گلوکار نے بیان کی ہے۔ کہتا ہے کہ میں ایک امیر کے پاس گانے کیلئے حاضر ہوا تو وہاں ایک وزیر کا تذکرہ شروع ہوا تو میں نے اس امیر کی کچھ خوبیاں اور کرم نوازیاں بیان کیں تا کہ امیر کی توجہ بھی اس جانب ہو اور یہ بھی مجھ سے اسی جیسا معاملہ کرے۔ چنانچہ میں نے یہ گانا شروع کیا۔

قواصد کافور تبوارك غیرہ و من قصد البحر استقل السواقیا

''کافور کا قصد کرنے والے دوسروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو سمندر کا قصد کرتا ہے وہ چھوٹی نہروں کو کم ہی سمجھتا ہے''۔

تو یہ سن کر امیر نے کہا کہ اے بدبخت! یہ کیا معاملہ ہے؟ (یعنی ہمیں تو نے چھوٹی نہروں سے تشبیہ دی ہے) تب میں بیدار ہوا اور قسم کھا کر کہا کہ میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں تھا۔

ایسا ہی معاملہ عبداللہ بن حسن[1] کے ساتھ بھی پیش آیا۔ وہ سفاح[2] کے ساتھ جا رہا تھا اور اس کے بنائے ہوئے شہر ''مدینۃ الانبار'' کے ظاہر کو دیکھ رہا تھا کہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

ألم تر مالكا اضحى يبنى بيوتا نفعها لبنى بقيلة

يرجى ان يعمر عمر نوح و امر اللّٰه يأتى كلّ ليلة

''کیا آپ مالک کو نہیں دیکھتے کہ ایسے گھر تعمیر کرنے شروع کئے ہیں کہ جن کا نفع بنو بقیلہ کو پہنچتا ہے۔ اس کو عمرِ نوح ملنے کی امید ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا امر ہر رات آتا ہے''۔

یہ سن کر سفاح بہت غضبناک ہوا تو میں نے فوراً معذرت چاہی۔
عیسیٰ بن موسیٰ ابو مسلم کے ساتھ جا رہے تھے جس دن انہیں خلیفہ منصور کے پاس لے جایا جا رہا تھا۔ تو عیسیٰ نے ضرب المثل کے طور پر کہا۔

سیأتیک ما افنی القرون الّتی مضت
وما حلّ فی اکباد عاد و جرھم

''عنقریب تیرے پاس وہ (موت) آئے گی جس نے گزشتہ زمانے والوں کو فنا کیا اور جو قوم عاد اور جرہم کے جگروں میں اتری''۔

یہ سن کر ابو مسلم نے کہا کہ امن دینے کی وجہ سے میں تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ عیسیٰ نے جواب دیا کہ اگر میرے دل میں کوئی برا ارادہ ہو تو میرے تمام غلام آزاد۔

جب امین الرشید کا محاصرہ کیا گیا تو اس نے اپنی لونڈی سے کہا کہ کوئی شعر پڑھو تو وہ یہ شعر گانے لگی:

کلیب لعمری کان اکثر ناصرا
و أیسر جرما منك ضرج بالدّم

''میری عمر کی قسم! ایک چھوٹا سا کتا بہت زیادہ مددگاروں والا اور تجھ سے بہت کم جرم والا تھا اسے خون میں لت پت کیا گیا''۔

یہ شعر امین پر بہت گراں گزرا تو اس نے حکم دیا کہ کوئی اور شعر پڑھو تو وہ بولی:

شکت فراقھم عینی فأرقّھا
انّ التفرّق للأحباب بکاء

''میری آنکھوں نے ان کے فراق کا شکوہ کیا تو میں نے انہیں بند کر لیا۔ بے شک جدائی دوستوں کیلئے رونے کا باعث ہوتی ہے''۔

یہ سن کر امین کہنے لگا۔ او بد بخت! تجھے اس کے علاوہ اور کوئی شعر نہیں آتا تو وہ کہنے لگی:

ما اختلف اللیل و النھار و ما
دارت نجوم السماء فی الفلك

آلا لنقل السلطان من ملك
قد غاب تحت الثریٰ الی ملك

''رات اور دن نہیں آتے جاتے اور ستارے اپنے محور میں آسمان پر گردش نہیں کرتے مگر ملک سے سلطان کے منتقل ہونے کیلئے جو کہ مٹی کے نیچے دوسرے

بادشاہ کے پاس جا کر غائب ہو چکا ہے''۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ چلی جا یہاں سے۔ جب وہ اٹھی تو بلوری پیالے پر سے پھسل گئی اور پیالہ توڑ دیا تو اس وقت ایک کہنے والے نے یوں کہا:

قضی الامر الّذی فیه تستفتیان۔ (یوسف:۴۱)

''جس معاملے کے متعلق تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا ہے''۔

جب مامون[6] الرشید زبیدہ[7] کے پاس تعزیت کیلئے گیا تو زبیدہ کہنے لگی۔ کیا خیال ہے کہ اگر آج آپ دوپہر کا کھانا میرے ساتھ تناول فرما کر مجھے تسلی دیں۔ تو جب مامون نے دوپہر کا کھانا کھایا تو امین الرشید کی ایک لونڈی نکلی اور کہنے لگی:

ھم قتلوه کی یکونوا مکانه کما فعلت یوما بکسریٰ مزازبه

''انہوں نے اسے قتل کر دیا تاکہ اس کی جگہ لے لیں جیسا کہ ایک دن کسریٰ کے ساتھ اس کے بیٹے نے کیا''۔

یہ سن کر مامون چونک اٹھا اور غضبناک ہو گیا۔ لونڈی کہنے لگی۔ امیر المؤمنین اگر مجھے علم ہوتا یا میں نے کوئی سازش کی ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے اجر و ثواب سے محروم کر دے تو مامون نے اس کی تصدیق کی۔

جب خلیفہ معتصم[8] اپنے محل کی تعمیر سے فارغ ہوا۔ لوگ اس کے پاس گئے۔ اسحاق بن ابراہیم[9] نے اس محل کی تعریف میں اشعار کہے جن میں سے پہلا یہ شعر ہے۔

یا دار غیّرك البلیٰ و محاك یا لیت شعری ما الّذی ابلاك

''اے گھر! تجھے بوسیدگی نے متغیر کیا اور مٹا ڈالا۔ افسوس! تجھے کس چیز نے بوسیدہ کیا''۔

اس شعر سے خلیفہ معتصم نے بدفالی لی اور لوگوں نے اسحاق پر تعجب کیا کہ سمجھدار آدمی ہوتے ہوئے یہ کیا کہا۔ لوگ اٹھ گئے اور محل اس طرح ویران ہو گیا کہ اس کے بعد دو آدمی بھی اس میں اکٹھے نہ ہوئے۔

ایسے ہی ایک مرتبہ صاحب بن عباد[10] نے عضد الدولہ کی تعریف میں قصیدہ کہا۔

ضممت علی ابناء تغلب تاءھا　　　فتغلب ما کر الجدید ان تغلب

''میں نے تغلب کے بیٹوں پر ان کا تکبر سمیٹ دیا تو تغلب کے دن رات مکدّر رہو کر مغلوب ہو گئے''۔

اس میں عضد الدولہ نے لفظ تغلب سے بد فالی لی اور کہا ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس سے شعر کہنے والا ابیدار ہو گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔

اسحاق مہلبی کہتے ہیں کہ میں خلیفہ واثق کے پاس گیا تو واثق نے مجھ سے کہا کہ مجھے عربی زبان میں شعر پڑھ کر سناؤ۔ تو میں نے کہا:

یا دارا ان کان البلیٰ محاك　　　فانّہ یعجبنی اراك

''اے گھر! تجھے بوسیدگی نے مٹا دیا لیکن تجھے دیکھنا مجھے پسند ہے''۔

اس شعر کی وجہ سے میں نے ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات محسوس کیے تو میں پشیمان اور شرمندہ ہوا۔

ابو نجم عجلی خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے پاس گئے اور چند اشعار پڑھے حتی کہ سورج کے تذکرہ پر پہنچ کر کہنے لگے۔ وھی علی الافق کعین الاحول یعنی سورج افق آسمان پر بھینگے کی آنکھ کی مانند ہے۔ تو ہشام بن عبد الملک نے حکم دیا کہ اسے گردن سے پکڑ کر باہر نکال دو۔

ارطاۃ جو کہ ایک بوڑھا آدمی تھا عبد الملک بن مروان کے پاس گیا۔ اس وقت عبد الملک نے اس سے وہ اشعار پڑھوائے جو اس نے عبد الملک کی درازیٔ عمر کے متعلق کہے تھے۔ ارطاۃ نے کہا:

رأیت المرء تاکلہ اللّیالی　　　کأکل الارض ساقطۃ الحدید

و ما تبغی المنیۃ حین تأتی　　　علی نفس ابن آدم من مزید

فاعلم انّھا ستکرّ حتی　　　توفی نذرھا بابی الولید

''میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ راتیں انہیں اس طرح کھا رہی ہیں جیسے زمین گرے پڑے لوہے کو کھا جاتی ہے۔ جب بنی آدم کے پاس موت آجاتی ہے تو

اسے مزید مہلت نہیں دیتی۔ خوب جان لو کہ موت بار بار آتی ہے حتی کہ ابو الولید سے اپنی نذر پوری کر لے گی"۔

(چونکہ عبدالملک کی کنیت بھی ابوالولید تھی اس لئے) یہ سن کر عبدالملک کانپ اٹھا کہ اس نے مجھے ہی مراد لیا ہے اور ارطاۃ بھی سمجھ گیا کہ میں پھسل گیا ہوں۔ تو فوراً کہنے لگا کہ امیر المؤمنین! میری کنیت ابوالولید ہے اور حاضرین نے بھی اس کی تصدیق کی۔ (تب عبد الملک کو سکون آیا)

ذوالرمہ عبدالملک کے پاس گیا اور یہ شعر کہا:

ما بال عينيك منها الدمع ينسكب　　كأنه من كلى مفرية سرب

"تیری آنکھوں کو کیا ہوا ہے کہ ان سے آنسو بہتے ہی جارہے ہیں گویا کہ وہ نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے بہتا ہوا چشمہ ہیں"۔

اس وقت عبدالملک کی دونوں آنکھیں بھی کسی بیماری کی وجہ سے بہہ رہی تھیں تو اس نے یہی گمان کیا کہ ذوالرمہ نے مجھے ہی مراد لیا ہے تو وہ غضبناک ہو گیا اور سلسلۂ شعر ختم کر کے اسے باہر نکال دیا۔

ایک شاعر طاہر بن عبداللہ کے پاس آیا اور یہ شعر کہا:

شبّ بالابل من عزيزة نار　　او قدتها و اين منك المزار

"عزیزہ پر اس آگ نے اونٹوں کو تیز کر دیا جسے محبوبہ نے جلایا تھا اور پوچھا کہ تجھ سے ملاقات کہاں ہو گی"۔

طاہر کی والدہ کا نام بھی عزیزہ تھا۔ یہ شعر سن کر حاضرین مجلس نے آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کئے اور شاعر کو اس کی بکواس اور غلطی سے آگاہ کیا تو وہ اسی وقت شعر کہنے سے باز آ گیا۔

ایسے ہی ایک آدمی عقبہ بن مسلم ازدی کے پاس گیا اور یہ شعر کہا:

يا ابنة الازدي قلبي كئيب　　مستهام عند كم ما يؤوب

و لقد لاموا فقلت دعوني　　انّ من تلحون فيه حبيب

''اے ازدی کی بیٹی! میرا دل مضطرب ہے تمہاری طرف رجوع کرتا ہے اور یقیناً انہوں نے مجھے ملامت کی تو میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تم جس کے بارے میں جھگڑتے ہو وہ تو محبوب ہے''۔

یہ سن کر عقبہ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ جب شاعر نے دیکھا تو شعر کہنا بند کر دیا۔

ایک دن ابو علی علوی کسی سردار کے پاس آئے اور اس کے ساتھ باتیں کرنے لگے اتنے میں اس کا غلام آ کر پوچھنے لگا کہ آج کس گھوڑے پر زین کسی جائے تو اس نے کہا کہ علوی گھوڑے پر کس دو۔ ابو علی علوی نے یہ سن کر کہا کہ محترم! منہ سے صحیح الفاظ نکالئے یعنی منہ سنبھال کر بات کیجئے۔ تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے یہ کیا بکواس کی۔

ایک دن علویوں کا سردار مرتضٰی ابو القاسم علوی جمعۃ المبارک کے دن جامع منصور کی اس جگہ کے پاس سے گزرا جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں۔ وہاں ایک آدمی یہ آواز لگا رہا تھا کہ یہ علوی بکرا ہم ایک دینار میں بیچتے ہیں۔ تو ابو القاسم نے یہ گمان کیا کہ اس آدمی نے مجھے ہی مراد لیا ہے۔ تو وہ بہت غمگین اور رنجیدہ ہوا پھر جب حقیقت معلوم ہوئی تو پتہ چلا کہ جس بکرے کی گردن کے نیچے دو بالوں کے گچھے ہوتے ہیں اسے علوی کہتے ہیں۔

اسی طرح کا معاملہ ابو الفرج علوی کے ساتھ بھی پیش آیا جو کہ لنگڑا اور بھینگا تھا اس نے بازار میں ایک آدمی کو بکرا بیچتے ہوئے یہ کہتے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ ہے کوئی جو اس بھینگے لنگڑے علوی بکرے کو خرید لے۔ اس سے ابو الفرج علوی کو یہ گمان ہوا کہ اس سے اس نے مجھے مراد لیا ہے۔ لہٰذا اس آدمی کو مارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہ پتہ چلا کہ بکرا در حقیقت لنگڑا اور بھینگا ہے۔ تو اس عجیب و غریب اتفاق سے حاضرین ہنسنے لگے۔

ابو الحسن صابی کہتے ہیں کہ ہمارا ایک دوست ایک آدمی کے پاس گیا جس کے پڑوس میں ایک گھر فروخت ہو رہا تھا۔ اس نے اسے سلام کیا اور اس کے قریب رہنے میں رغبت و شوق ظاہر کیا۔ تو اس آدمی نے کہا کہ یہ گھر ہمارے بھائی اور دوست کا تھا مگر بحمد اللہ آپ اس سے زیادہ کریم اور وسیع الظرف ہوں گے تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے اس کے عوض ہمیں نعم البدل عطا فرمایا۔ اور پھر یہ شعر کہا:

"بدّل بالبازی غراب ابقع" یعنی باز کو چتکبرے کوے سے تبدیل کیا گیا۔ (یعنی پہلا ہمسایہ باز تھا اور یہ چتکبرا کوا ہے) یہ سن کر لوگ بہت ہنسے۔ یہاں تک کہ وہ شخص شرمندہ ہوا۔ اس کے بعد یہ اس شخص کی چڑ بن گئی جس سے اس آدمی کو بھڑکایا جاتا تھا۔

حاشیہ جات

1- عبداللہ بن محسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نام ہے جبکہ کنیت ابو محمد ہے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے تابعی ہیں۔ خلیفہ منصور نے آپ کو قید کیا پھر کوفہ منتقل کر دیا۔ آپ نے ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

2- ابو عباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نام ہے۔ عباسی خلفاء میں سے پہلے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے بکثرت امویوں کا خون بہایا اس وجہ سے لقب ''سفاح'' پڑ گیا بیعتِ خلافت ۱۳۲ھ میں لی۔ جبکہ شہر انبار میں جوانی کی حالت میں ۱۳۶ھ میں وفات پائی۔ ''المحبر'' میں ہے کہ ان کی مدت خلافت چار سال آٹھ ماہ اور چار دن تھی ان میں سے آٹھ ماہ مروان بن محمد سے جنگ کرتے گزرے۔

3- ابو موسیٰ عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد عباسی نام ہے۔ سفاح کے بھتیجے ہیں۔ بہت عظیم شاعر، اپنے خاندان کے بہادر مردوں میں سے ایک اور صاحب جلال تھے۔ آپ کے چچا نے آپ کو خلیفہ منصور کا ولی عہد بنایا۔ منصور نے انہیں برطرف کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنا دیا۔ جب مہدی کو اقتدار حاصل ہوا تو اس نے انہیں عاق کر دیا ۱۶۰ھ۔ تب آپ نے کوفہ میں اقامت اختیار کی حتیٰ کہ ۱۶۷ھ میں وفات پا گئے۔

4- عبدالرحمٰن بن مسلم ابو مسلم خراسانی عظیم قائد اور عباسی حکومت قائم کرنے والا تھا۔ مامون الرشید نے اس کے متعلق کہا ہے کہ زمین کے عظیم بادشاہ تین ہیں اور وہ وہ ہیں جو ملکوں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ اسکندر، ازدشیر اور ابو مسلم خراسانی۔ ابو مسلم کوتاہ قامت والا اور گندم گوں رنگت والا تھا۔ عربی اور فارسی میں فصیح اللسان تھا۔ بہت عقلمند، چالاک محتاط اور بہت کم طمع والا تھا۔ جب اس نے وفات پائی تو نہ اس کا گھر تھا نہ جائیداد، نہ غلام نہ لونڈی اور نہ درہم و دینار۔ منصور نے اسے ۱۳۷ھ میں قتل کروایا۔

5- محمد بن ہارون الرشید بن مہدی بن منصور مکمل نام ہے عباسی خلیفہ تھا۔ تاریخ ولادت ۱۷۰ھ ہے۔ بیعت خلافت ۱۹۳ھ میں لی ۱۹۸ھ میں قتل کیا گیا۔

6- عبداللہ المامون بن ہارون الرشید نام ہے۔ امین الرشید کے قتل کے بعد ۱۹۸ھ میں خلیفہ بنا۔ عفو و درگزر کی طرف مائل اور نیکی کرنے کی طبیعت والا تھا۔ علم میں رغبت اور جنگ و جدل سے محبت کرتا تھا ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

7- ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن منصور ہاشمیہ عباسیہ نام ہے۔ ہارون الرشید کی بیوی اور اس کے چچا کی بیٹی تھی۔ ابن تغری بردی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اپنے زمانے کی عظیم ترین عورت تھی دین، نسب، حسن و جمال اور حسن سلوک کے لحاظ سے۔ عباسی خلیفہ امین کی والدہ ہے۔ بغداد میں ۲۱۶ھ میں وفات پائی۔

8- ابو اسحاق محمد بن ہارون الرشید بن مہدی بن منصور نام ہے لقب المعتصم باللہ عباسی ہے تاریخ ولادت ۱۷۹ھ ہے ۲۱۸ھ میں اپنے بھائی مامون کے وفات پا جانے کے بعد خلیفہ بنا۔ سامرا کا شہر تعمیر کیا۔ مشرقی روم کے شہر عموریہ کو فتح کیا اس نے سلطنت عباسیہ کو بہت وسعت دی اور بنو عباس کے عظیم خلفاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۲۷ھ میں سامرا میں وفات پائی۔

9- اسحاق ابراہیم موصلی ابو محمد بن ندیم نام ہے۔ خلفاء کے مشہور مصاحبین میں سے ہے اور گانے میں منفرد مقام رکھتا ہے لغت، موسیقی، تاریخ، علوم دین، علم کلام کا عالم راوی شعر اور اخبار و حکایات کا حافظ تھا۔ فارسی الاصل ہے۔ بغداد میں ۱۵۵ھ میں پیدا ہوا اور وہیں ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں اور ان میں سے ''اغانی معبد'' اور ''الاختیار من الغانی والنوادر المتخیرۃ'' مشہور ہیں۔ ان سے جو نوادر روایت کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ اسحاق بن ابراہیم خلیفہ مامون الرشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں کلثوم عتابی آ گیا۔ مامون نے اسحاق کو اس سے مذاق کرنے کیلئے کہا۔ تو اسحاق اس کی باتوں کا بڑھ چڑھ کر جواب دینے لگا۔ آخر کلثوم عتابی نے مامون سے اس کا تعارف حاصل کرنے کیلئے اجازت طلب کی۔ تو مامون نے اجازت دے دی۔ کلثوم نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے؟ تو اسحاق نے کہا کہ میں انسان ہوں اور میرا نام کل بصل (ہر پیاز) ہے۔ تو عتابی نے کہا کل بصل کیسا نام ہے میں نے آج تک نہیں سنا۔ تو اسحاق نے جواب دیا کہ تو نے انصاف نہیں کیا۔ اگر کل بصل نام عجیب ہے تو کل ثوم (ہر لہسن) کیا نام ہوا حالانکہ پیاز لہسن سے زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ (یعنی کلثوم کو اس نے کل ثوم بنا دیا جس کا معنی ہر لہسن ہے)

10- اسماعیل بن عباد بن عباس نام ہے۔ ابو القاسم طالقانی کنیت ہے ۳۲۶ھ میں طالقان میں پیدا ہوا۔ اور یہ ایسا وزیر ہے کہ جس پر ادب غالب تھا اور علم و فضل کے لحاظ سے نادرۂ روزگار تھا۔ موید الدولہ ابن بویہ دیلمی نے اسے وزیر بنایا پھر اس کے بھائی فخر الدولہ نے بھی اسے ہی وزیر بنایا۔ بہت سی جلیل القدر تصانیف کا سہرا اس کے سر ہے ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔

دوسری قسم

جن سے فعل حماقت وغفلت سرزد ہوا ان کے بیان میں
اس قسم میں پندرہ ابواب ہیں۔اور یہ دس سے لے کر چوبیسویں باب تک ہیں۔
کتاب کے باقی تمام ابواب اسی قسم میں ہیں۔

10- مغفل قراء اور مصحفین کا بیان۔

11- مغفل راویان حدیث اور حدیث غلط لکھنے اور پڑھنے والوں کا بیان۔

12- بیوقوف حکام اور گورنروں کا بیان۔

13- مغفل قاضیوں کے بیان میں۔

14- مغفل کاتبین اور دربانوں کا بیان۔

15- بیوقوف موذنوں کا بیان۔

16- مغفل اماموں کا بیان۔

17- بیوقوف دیہاتیوں کا بیان۔

18- اپنے آپ کو فصاحت اور اعراب میں ماہر ظاہر کرنے والے مغفلین کا بیان۔

19- مغفل شعراء کے بیان میں۔

20- قصہ گو بیوقوفوں کا بیان۔

21- خود کو پرہیزگار ظاہر کرنے والے بیوقوفوں کا بیان۔

22- بیوقوف معلموں کا بیان۔

23- بیوقوف جولاہوں کا بیان۔

24- مطلق بیوقوفوں کا بیان۔

دسواں باب:

مغفّل قراء اور مصحفین کا بیان

عبداللہ بن عمر بن ابان سے منقول ہے کہ مشکدانہ نے تفسیر پڑھتے وقت قرآن کریم کی آیت مبارکہ یوں پڑھی "یعوق و بشرا" تو اس سے کہا گیا کہ یہ "وَنَسْرًا" ہے تو کہنے لگا کہ اس کے اوپر تین نقطے ہیں۔ کہا گیا کہ اوپر تین نقطے غلط ہیں تو کہنے لگا کہ پھر اصل کی طرف رجوع کرلو۔

محمد بن ابی الفضل سے منقول ہے کہ عبداللہ بن عمر بن ابان نے ہم پر "ویعوق و بشرا" پڑھا تو ایک آدمی نے اسے کہا کہ یہ "بشرا" نہیں بلکہ "نسرا" ہے تو کہنے لگا۔ یہ ایسے ہی ہے اس کے اوپر تین نقطے ہیں تیرے سر کی طرح۔

ابوالعباس بن عمار کاتب کہتے ہیں کہ میں مشکدانہ کی مجلس سے واپس لوٹا تو محمد بن عباد بن موسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو تو میں نے کہا کہ مشکدانہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ تو وہ کہنے لگے کہ اچھا! وہ آدمی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی غلطی نکالتا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہی "یعوق و بشرا" والی قرأت تھی۔

اسماعیل بن محمد نے ہم سے بیان کیا۔ فرماتے ہیں:

میں نے عثمان بن ابی شیبہ کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا۔ "فان لم یصبها و ابل فظلّ"۔ (جبکہ صحیح "فطلّ" ہے) اور ایسے ہی "من الخوارج مکلّبین" پڑھا۔ (جبکہ صحیح "الجوارح" ہے) محمد بن جریر طبری سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

محمد بن جمیل رازی نے ہمیں اس طرح آیت سنائی۔ "و اذیمکر بك الذین کفر و ایثبتوك او یقتلوك او یجرحوك"۔ (جبکہ صحیح "یخرجوك" ہے)

دارقطنی فرماتے ہیں کہ ابوبکر باغندی نے ہمیں حدیث کی املا کراتے وقت اس طرح آیت مبارکہ لکھوائی "و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هو یا" (جبکہ صحیح

"هُونًا" ہے)

ابن کامل بیان کرتے ہیں کہ ابو الشیخ اصبہانی محمد بن حسین نے ہم سے بیان کیا کہ عثمان بن ابی شیبہ[1] نے تفسیر میں یوں آیت سنائی "و اذا بطشتم بطشتم خبّازین"۔ (جبکہ صحیح "جبّارین" ہے)

محمد بن عبداللہ منادی فرماتے ہیں کہ ہم عثمان بن ابی شیبہ کے دیوان خانے میں موجود تھے تو وہ ہمارے پاس آ کر کہنے لگے کہ "ن و القلم" کونسی سورت میں ہے۔

ابراہیم بن دومہ[2] اصبہانی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں تفسیر املاء کراتے وقت عثمان بن ابی شیبہ نے کہا کہ سورہ مدبّر یاد کرو۔ (حالانکہ سورہ مدثر کہنا چاہ رہے تھے)

دار قطنی فرماتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے ہمیں تفسیر پڑھاتے وقت یوں آیت پڑھی "فلمّا جهزهم بجهازهم جعل السقاية فی رجل اخيه" ان سے کہا گیا کہ صحیح آیت تو "فی رحل اخيه" ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں، میرا بھائی اور ابوبکر ہم تینوں عاصم[3] کی قرأت نہیں پڑھتے۔

قاضی مقدمی کہتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے ہمارے سامنے اس طرح پڑھا "وجعل السقاية فی رجل اخيه" تو ان سے کہا گیا کہ صحیح آیت "فی رحل اخيه" ہے تو کہنے لگے کہ جیم کے نیچے ہی ایک نقطہ ہے۔

محمد بن عبداللہ حضرمی فرماتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے ہمارے سامنے آیت یوں پڑھی "فضرب بينهم سنورله ناب" تو ان سے کہا گیا کہ صحیح آیت "بسور له باب" ہے تو کہنے لگے کہ ہم حمزہ کی قرأت نہیں پڑھتے۔ حمزہ[4] کی قرأت ہمارے نزدیک بدعت ہے۔

فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو الحسین احمد بن یحیٰی نے بیان کیا کہ میں ایک شیخ کے پاس سے گزرا جو کہ گود میں قرآن کریم رکھ کر تلاوت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "وللّٰه ميزاب السمٰوات و الارض"، میں نے کہا۔ اے بڑے میاں "و للّٰه ميزاب السموات و الارض" کا کیا معنیٰ ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ بارش جسے تو دیکھتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ لفظی غلطی تفسیر کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ اللہ کے بندے! یہ تو اس طرح ہے۔ "و للّٰه ميراث

السمٰوات و الارض"۔ تو یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے میں تو چالیس سال سے اسی طرح پڑھ رہا ہوں اور میرے نسخے میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوفزارہ اسدی نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن ہشیم سے کہا کہ اگر آپ اپنے والد سے دس احادیث یاد کر لیتے تو آپ لوگوں کے سردار بن جاتے۔ لوگ کہتے کہ یہ ابن ہشیم ہے اور وہ تیرے پاس سماع حدیث کیلئے حاضر ہوتے۔ تو سعید بن ہشیم کہنے لگا کہ مجھے قرآن کریم نے مشغول کئے رکھا اس لئے احادیث یاد نہ کر سکا۔ چنانچہ آخری دن سعید مجھ سے پوچھنے لگا کہ جبیر نبی تھے یا صدیق؟ میں نے کہا کہ کون سا جبیر؟ تو کہنے لگا کہ جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں ہے "و اسأل بہ جبیرا" (جبکہ صحیح "خبیرا" ہے) تو میں نے کہا: اے غافل آدمی! تیرا یہ گمان ہے کہ تجھے قرآن کریم نے مشغول رکھا۔ (اور قرآن کریم کے متعلق یہ حالت ہے کہ خبیرا کو جبیرا سمجھے بیٹھا ہے)

ابوعبیدہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

ہم ابوعمرو بن علاء کے ساتھ بیٹھ کر علمی فنون میں بحث مباحثہ کیا کرتے تھے۔ ایک آدمی بھی ہمارے ساتھ بیٹھتا تھا لیکن وہ کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ یا تو یہ پاگل ہے یا بہت بڑا عالم ہے۔ یونس نے کہا کہ یا پھر خوفزدہ ہے۔ عنقریب میں اس کی حالت ظاہر کر دوں گا۔ یونس نے اس سے پوچھا کہ حضرت! کتاب اللہ کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ کا عالم ہوں۔ یونس نے کہا کہ اچھا یہ تو بتائیے یہ آیت کون سی سورت میں ہے۔

الحمد اللہ لا شریك لہ من لم یقلھا فنفسہ ظلما

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ جس نے اس بات کا اقرار نہ کیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا"۔

تو وہ آدمی تھوڑی دیر سر جھکا کر بیٹھا رہا پھر کہنے لگا کہ یہ سورہ حم دخان ہے۔

(ہائے! واری جاؤں! شعر کو قرآن کریم کا حصہ کہنے والا کتاب اللہ کا عالم ہے۔ از مترجم)

ابو عبداللہ بن عرفہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

کچھ لوگ مل بیٹھ کر ادب و حکایات اور تمام علوم کے متعلق بحث مباحثہ کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان ایسا بھی بیٹھتا تھا جو بحث میں حصہ تو نہیں لیتا تھا البتہ یہ ضرور کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب پر رحم فرمائے انہوں نے قرآن کریم اور اس کے علم کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ حاضرین مجلس کا یہ خیال تھا کہ یہ آدمی قرآن کریم کا بہت بڑا عالم ہے۔ تو کسی نے اس سے پوچھ لیا کہ یہ کون سی سورت میں ہے۔

و فینا رسول اللہ یتلو کتابہ کما لاح مبیض من الصبح ساطع

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذا استثقلت بالکافرین المضاجع

"اور ہم میں اللہ کا رسول ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب تلاوت فرماتا ہے جیسے صبح کی روشنی پھیل کر ظاہر ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں رات گزارتا ہے کہ اس کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے جبکہ کافروں کے بستر بوجھل ہوتے ہیں"۔

تو اس نے جواب دیا۔ سبحان اللہ! کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ یہ سورۂ حم عسق (سورۂ شریف میں ہے۔ (حالانکہ یہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں) یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ تیرے والد نے تجھے ادب سکھلانے میں کوتاہی نہیں کی۔ تو وہ کہنے لگا کہ کیا میرے والد صاحب بھی مجھ سے ایسے ہی غفلت برتتے رہے تھے جیسے تمہارے والدین تم سے غفلت برتا کرتے تھے؟

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی اپنے بیٹے کو قاضی کے پاس لے گیا اور قاضی سے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو درست رکھے۔ میرا یہ بیٹا شراب بھی پیتا ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا۔ قاضی صاحب۔ لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے۔ بیٹے! تمہارے والد نے تمہارے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تو بیٹا بولا کہ یہ غلط ہے۔ میں نماز پڑھتا ہوں اور شراب نہیں پیتا۔ یہ سن کر اس کا باپ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو سلامت رکھے۔ کیا نماز بغیر قرأت کے ہو جاتی ہے؟ (یعنی اسے تو قرأت کرنا ہی نہیں آتا) قاضی صاحب نے لڑکے سے پوچھا۔ بیٹے! آپ

قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھ سکتے ہیں؟ تو وہ بولا ہاں! میں تو بہترین طریقے سے قرأت کر سکتا ہوں۔ قاضی نے کہا کہ پھر سناؤ۔ تو وہ پڑھنے لگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم O

علق القلب ربابا بعد ما شابت و شابا

انّ دین اللہ حق لا اریٰ فیہ ارتیابا

''جوان ہونے کے بعد دل رباب سے چمٹ گیا۔ بلاشبہ اللہ کا دین حق ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں''۔

یہ سن کر اس کے والد نے کہا کہ قاضی صاحب! خدا کی قسم یہ دو آیتیں اس نے رات کو ہی سیکھی ہیں کیونکہ اس نے رات کو پڑوسیوں کا قرآن کریم چوری کیا تھا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں میں سے کسی ایک کو برباد کرے تم کتاب اللہ پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔

مزنی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی نے پڑھا ''فمالکم فی المنافقین قیس''۔ تو اس سے کہا گیا کہ ''قیس'' کیا ہے؟ (اصل لفظ ''فئتین'' ہے) تو وہ کہنے لگا کہ جس کے ساتھ تم لوگ آپس میں اندازہ لگاتے ہو۔ (یعنی ترازو وغیرہ)

فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر محمد بن جعفر سواق نے بیان کیا کہ میں نے ابن عبدان صیر فی سے وعدہ کیا لیکن کسی حاجت کی بنا پر میں وہ وعدہ پورا نہ کر سکا۔ تو وہ میرے پاس آکر وعدہ پورا کرنے کا تقاضا کرنے لگا اور اپنے کلام کے دوران یہ کلمات کہے کہ اے ابوبکر! میں تجھ سے وہی بات کہتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''و شدید عادۃ متنزعۃ'' (اور سخت ہے لڑنے جھگڑنے کی عادت) میں نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون''۔ ان میں سے تو اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ تو وہ آدمی شرمندہ ہو کر چلا گیا اور کافی عرصہ نہ لوٹا۔ جب میرے پاس روپیہ آیا تو میں نے وعدہ پورا کر دیا۔

یحییٰ بن اکثم سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

ایک آدمی اپنے بیٹے کو قاضی کے پاس لے گیا تا کہ اس پر پابندی لگوادے۔ قاضی نے کہا کہ کس معاملہ میں اس پر پابندی لگاؤں؟ تو اس نے قاضی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے۔ اگر یہ لڑکا قرآن مجید کی دو آیتیں ٹھیک طرح سے پڑھ سکے تو اس پر پابندی مت لگایئے۔ (یعنی اسے ٹھیک طرح سے قرآن مجید پڑھنا نہیں آتا اس لئے اس پر پابندی لگایئے) قاضی نے لڑکے سے کہا۔ اے جوان! پڑھ کر سناؤ۔ تو وہ بولا:

اضاعونی و ایّ فتی اضاعوا لیوم کریھة و سداد ثغر

''انہوں نے مجھے کھو دیا گم کر دیا اور انہوں نے کیسا بہترین نوجوان گم کر دیا جو کہ لڑائیوں اور سرحدوں کی حفاظت میں کام آتا تھا''۔

یہ سن کر اس کا والد بولا کہ قاضی صاحب! اگر اس نے ایک آیت اور پڑھ لی تو اس پر پابندی مت لگایئے۔ تو قاضی نے ان دونوں پر پابندی لگادی۔

ابو عبداللہ شطیری سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

''ابراہیم'' اعمش کو قرآن کریم سنایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے پڑھا ''قالَ لمن حولِہ ألا تستمعون'' تو اعمش نے کہا کہ ''لمن حولہٗ'' ہے۔ تو ابراہیم کہنے لگا کہ کیا آپ نے مجھے یہی نہیں بتایا تھا کہ ''من'' اپنے مابعد کو جر (زیر) دیتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مجھ سے دارقطنی نے بیان کیا کہ ابو بکر نے بیان کیا کہ حماد نے یوں پڑھا ''و الغادیات صبحا'' (والعادیات کو غ کیساتھ والغادیات پڑھا) تو انہوں نے عقبہ کو اس کے متعلق بتایا۔ عقبہ نے حماد کا ناظرہ میں امتحان لیا تو اس نے اسی طرح بہت سی آیات غلط پڑھیں۔ چنانچہ اس نے ''یعرشون'' کو ''ممّا یغرسون''، ''وعدھا ایاہ'' کو ''وعدھا اباہ''، ''اصیب بہ من اشاء'' کو ''اصبت بہ من اساء''، ''فنادوا ولات حین مناص'' کو ''فبادوا ولات حین مناص''، ''لا نبتغی الجاھلین'' کو ''لا یسع الجاھلین''، ''فانا اوّل العابدین'' کو ''فانا اوّل العائذین'' اور ''کلّ جبّار'' کو ''کلّ خبّاز'' پڑھا۔

ابو احمد عراقی نے عبداللہ بن احمد بن حنبل کے سامنے یوں پڑھا ''الیہ یصعد الکلم الطیّب و العمل الصالح یرفِعہ'' یعنی یرفِعہ بکسر العین پڑھا تو عبداللہ بن احمد نے ان

سے کہا کہ یہ تو "یَرفعُہٗ" ہے تو کہنے لگے کہ اس پر وقف کرنے والا ایسے ہی پڑھتا ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ نقاش نے ہم سے بیان کیا۔ فرماتے ہیں:

میں شام میں ایک شیخ کے پاس کچھ لکھ رہا تھا۔ اس کے پاس ایک نسخہ تھا جس میں ابو عمرو الدوری سے مروی روایات تھیں۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ یحیٰی بن معمر نے یوں پڑھا "انّ لك فی النّهار شیخا طویلا" (جبکہ صحیح "سبحا طویلا" ہے۔ تو یحیٰی نے اس شیخ اور دیگر سامعین کے سامنے "شیخا" ہی پڑھا)

ایک آدمی اکثر بیوی سے لڑتا جھگڑتا رہتا تھا۔ اس کا ایک ہمسایہ اسے اس فعل پر ڈانٹ پھٹکار کرتا رہتا تھا۔ ایک رات اس نے اپنی بیوی سے خوب جھگڑا کیا اور اسے مارا پیٹا تو اس کا پڑوسی دیوار سے جھانک کر کہنے لگا۔ اللہ کے بندے! اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے یعنی "امّا امساك" میں نہیں جانتا کہ امساک کس چیز کا نام ہے "او تسریح" اور میں نہیں جانتا کہ یہ کیا چیز ہے۔

فزارہ کہ جس نے بصرہ والوں پر بہت ظلم کیا تھا اس نے ایک آدمی کو کسی کام سے بھیجا۔ جب وہ کام سرانجام دے کر واپس لوٹا تو فزارہ نے کہا کہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذا کنت فی حاجة مرسلا فارسل حکیما و لا توصه

"جب تو کسی کام سے کسی آدمی کو بھیجے تو دانا آدمی کو بھیج اور اسے وصیت مت کر"۔

ایک آدمی کا بیٹا مکتب میں پڑھ رہا تھا۔ اس نے اسے کہا کہ کونسی سورت پڑھ رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ سورۃ "اقسم بهذا البلد و الدی بلا ولد" یعنی میں اس شہر کی اور اپنے لاولد باپ کی قسم کھاتا ہوں۔ تو اس کے باپ نے کہا کہ میری عمر کی قسم! جس کا تو بیٹا ہے وہ لاولد ہی ہے۔ (یعنی تیرا کوئی فائدہ ہی نہیں)

مامون نے اپنے کسی کاتب سے کہا کہ بدبخت! تو ٹھیک نہیں پڑھ سکتا؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں! میں تو ایک ہی سورۃ سے ہزار آیات پڑھ سکتا ہوں۔

ابن رومیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ایک بستی میں گیا وہاں کے خطیب نے اس

کی ضیافت کی وہ آدمی اس کے پاس چند دن ٹھہرا رہا۔ خطیب نے اسے کہا کہ میں ان لوگوں کو کافی عرصہ سے نماز پڑھا رہا ہوں۔ مجھے قرآن کریم کے کچھ مقامات میں اشکال ہے۔ تو اس آدمی نے کہا کہ مجھ سے پوچھ لو۔ تو خطیب نے کہا کہ ایک اشکال تو "الحمد لله" یعنی سورۃ فاتحہ میں ہے کہ "ایاك نعبد و ایاك" اس کے بعد تسعین (۹۰۔ نوے) ہے یاسبعین (۷۰۔ ستر) یہ سن کر وہ آدمی کہنے لگا کہ یہاں تو مجھے بھی اشکال ہوتا ہے لیکن میں احتیاطاً تسعین (نوے ۹۰) ہی پڑھتا ہوں۔

حاشیہ جات

1- عثمان بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی نام جبکہ کنیت ابوالحسن ہے۔ حفاظ حدیث میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ ان سے محض مذاق کی بنا پر بعض لفظی غلطیاں منقول ہیں ان کی تصانیف میں سے "التفسیر" اور "المسند الکبیر" ہیں۔ تاریخ پیدائش ۱۵۶ھ اور تاریخ وفات ۲۳۹ھ ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ۔ ۲/ ۴۴۴)

2- ابن دومہ: صحیح نام ابن اورمہ ہے۔ پورا نام ابراہیم بن اورمہ ابواسحاق اصبہانی الحافظ ہے۔ ذہین ترین محدثین میں سے ہیں۔ ابن ناصر الدین کہتے ہیں کہ ابن اورمہ اپنے ہمعصروں سے حفظ و ذہانت میں فائق تھے۔ ذی الحجہ ۲۶۶ھ میں وفات پائی۔

3- عاصم بن ابی النجود الکوفی: قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ اہلِ کوفہ میں سے تابعی ہیں۔ قرأت میں ثقہ تھے اور حدیث کے علم میں بھی مشغول رہے۔ تاریخ وفات ۱۲۷ھ ہے۔

4- حمزہ بن جیب بن عمارہ بن اسماعیل نام جبکہ کنیت ابوعمارہ کوفی ہے۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ ان کی قرأت کو قبول کرنے پر اجماع منعقد ہے۔ امام ثوری فرماتے ہیں کہ حمزہ نے کتاب اللہ سے ہر حرف حدیث کے ذریعے پڑھا ہے۔ تاریخ وفات ۱۵۶ھ ہے۔ (غایۃ النہایۃ: ۱/۲۶۱)

5- سلیمان بن مہران اسدی نام، کنیت ابومحمد اور لقب اعمش ہے۔ قرآن و حدیث اور فرائض کے عالم تھے۔ ذہبی فرماتے ہیں کہ اعمش علم نافع اور عمل صالح میں سردار تھے۔ تاریخ وفات ۱۴۸ھ ہے۔

6- ابن الرومی: اصل نام ابوالحسن علی بن عباس بن جورجیس ہے۔ رومی الاصل ہیں۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی اور وہیں ۲۸۳ھ میں وفات پائی۔

گیارہواں باب:

مغفّل راویان حدیث اور حدیث غلط لکھنے اور پڑھنے والوں کا بیان

ابو بکر بن ابی اویس کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن زیاد حدیث مبارکہ بیان کر رہے تھے حتی کہ سند حدیث شہر بن حوشب تک پہنچی تو پڑھنے لگے ''حدّثنی شہر بن حوشب'' (شہر بن حوشب نے مجھ سے بیان کیا) تو میں نے پوچھا کہ شہر بن حوشب کون ہے؟ کہنے لگے کہ یہ ایک خراسانی شخص ہے۔ اس کا نام عجمیوں کے ناموں جیسا ہے۔ میں نے کہا کہ شاید آپ کی مراد شہر بن حوشب ہے۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہوا کہ یہ دوسروں کی کتابوں سے احادیث لے کر اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔

عوام بن اسماعیل کہتے ہیں کہ مالک کے کاتب حبیب ''سفیان بن عینیہ'' کے پاس آ کر سنانے لگے کہ ''حدّثنی المسعودی عن جراب التیمی'' (مجھ سے مسعودی نے جراب تیمی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا) سفیان نے فرمایا کہ یہ جراب نہیں بلکہ خوات ہے۔ اسی طرح حبیب نے سنایا ''حدّثکم ایّوب عن ابن شیرین'' (آپ سے ایوب نے ابن شیرین سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا) تو سفیان نے فرمایا کہ یہ شیرین نہیں بلکہ سیرین ہے۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل اپنے شیخ سے ایک حکایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ہشیم سے کہا ''یا ابا معاویۃ اخبر کم ابوجرۃ عن الحسن'' تو ہشیم نے کہا کہ ''اخبرنا ابو حرۃ عن الحسن'' یہ کہتے ہوئے ہمارے شیخ نے ہا ہا کر کے ہشیم کے ہنسنے کی کیفیت بھی بیان کر دی۔

محمد بن یونس بیان کرتے ہیں کہ میں مؤمل بن اسماعیل کی مجلس میں حاضر ہوا تو

حاضرین میں سے ایک پڑھنے لگا ''حدثکم سبعۃ وسبعین'' (تم سے ستر نے بیان کیا) یہ سن کر مؤمل ہنسنے لگا اور اس آدمی سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں مصر کا رہنے والا ہوں۔

اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں جریر کے پاس تھا۔ ایک آدمی آ کر کہنے لگا۔ اے عبد اللہ! آپ مجھے یہ حدیث پڑھائیں گے؟ جریر نے پوچھا کہ کونسی حدیث؟ تو وہ پڑھنے لگا ''حدثنا خربذ عن رقبۃ'' (خربز نے رقبہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا) یہ سن کر جریر نے کہا کہ بد بخت! خربز نہیں بلکہ میں جریر ہوں۔

محمد بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے الفضل بن یوسف الجعفی سے سنا جو ابوالنعیم سے کہہ رہا تھا ''حدثک امک'' (تیری ماں نے تجھ سے بیان کیا) حالانکہ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ ''حدثك امی الصیرفی[1]'' (تجھ سے امی الصیرفی نے بیان کیا)

ابونعیم بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ ''ان احص من قبلك المخنثین'' کہ (اپنے یہاں کے ہیجڑے شمار کرلو) تو کاتب نے خط سناتے وقت غلطی سے ''ان احص'' کی بجائے ''ان اخص'' یعنی خصی کردو۔ چنانچہ ابوبکر بن حزم نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سب کو خصی کر ڈالا۔ ایک ہیجڑے نے کہا کہ آج ہیجڑے نام کے صحیح مستحق بن گئے ہیں۔

یحییٰ بن بکیر بیان فرماتے ہیں کہ بشیر[2] بن سعد کے پاس آ کر ایک آدمی کہنے لگا کہ حضرت نافع نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''فی الذی نشرت فی ابیہ القصۃ'' والی حدیث آپ سے کس طرح بیان کی ہے؟ بشیر بن سعد نے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو۔ حدیث مبارکہ اس طرح ہے۔ ''فی الذی یشرب فی أنیة الفضة''۔

مجھ سے محمد بن یحییٰ الصولی نے بیان کیا کہ ہم سے ابوالعیناء نے بیان کیا کہ میں ایک مغفل محدث کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس نے حدیث کی سند یوں بیان کی ''عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرائیل عن اللہ عن رجل'' یہ سن کر میں نے کہا کہ ایسا آدمی کون ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا شیخ بن سکے؟ حالانکہ اس نے غلطی سے عن اللہ عزّوجلّ کو عن رجل پڑھا تھا۔

یہی حکایت ہم سے ابوعبداللہ الحسن بن محمد البارع نے بیان کی۔ فرمایا:

میں ایک مغفل شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا تو وہ پڑھنے لگا "عن رسول اللہ عن جبرائیل عن اللہ عن رجل" میں نے کہا کہ ایسا کون ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا شیخ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ دیکھا تو وہ "عزّ وجلّ" لکھا ہوا تھا۔ پڑھنے والے نے غلطی سے "عن رجل" پڑھ ڈالا۔

ابوایوب سلیمان بن اسحاق الخلال کہتے ہیں کہ ابراہیم الحربی نے کہا کہ ہمارے پاس محمد بن عباد مہلبی آئے تو ہم ان سے حدیث سننے گئے اگرچہ انہیں حدیث میں بصیرت حاصل نہیں تھی۔ تو انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی اور کہا۔ "انّ النبیّ علیہ الصلوٰۃ والسلام ضحی هرّۃ" کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قربانی کی۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ ضحی بقرۃ یعنی گائے کی قربانی کی۔ حرفِ با حرفِ قاف سے مل گیا تھا جسے انہوں نے دو چشمی ہا سمجھ کر ہرّۃ پڑھا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حمدان سے سنا۔ کہہ رہے تھے کہ میں نے صالح سے یعنی جزرہ سے سنا انہوں نے کہا کہ۔

شام سے ہمارے یہاں ایک شیخ آئے۔ ان کے پاس ایک کاپی تھی اس میں حضرت جریر سے مروی روایت تھی۔ تو میں نے وہ پڑھ کر اسے سنائی کہ "حدّثکم جریر عن ابن عثمان انّہ کان لأبی اسامۃ خرزۃ یرقی بھا المریض" یعنی ابواسامہ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس سے وہ مریض کو دم کیا کرتے تھے" تو میں نے "خرزہ" کو غلطی سے جزرہ پڑھ دیا۔ خطیب کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان کا نام جزرہ پڑ گیا۔

ابوالحسن دارقطنی فرماتے ہیں کہ ایک دن ابوموسیٰ بن المثنیٰ نے لوگوں سے کہا کہ ہم بڑی معزز قوم ہیں کیونکہ ہمارا تعلق عنزہ قبیلے سے ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی ہے۔ اس لئے کہ حدیث مبارکہ ہے "انّہ صلّی الیٰ عنزۃ" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "عنزۃ" کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے حالانکہ عنزہ سے مراد ایک نیزہ ہے جو دورانِ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (بطور سترہ) گاڑ دیا جاتا تھا اور آپ اسے اپنے سامنے

کھڑا کر کے نماز ادا فرماتے تھے۔

عبداللہ بن ابی بکر سہمی کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب عیسیٰ بن جعفر[3] جو کہ بصرہ کے امیر تھے ان کے پاس گئے اور ان کے بیٹے حسن کی تعزیت کی جو کہ انتقال کر گیا تھا۔ اتنے میں شبیب ابن شیبہ[4] بھی ان کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اے امیر خوشخبری حاصل کرو آپ کا بچہ جنت کے دروازے پر رکا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا جب تک کہ میرے والد صاحب داخل نہ ہوں اس کیلئے انہوں نے "مُحبنظِنًا" کا لفظ استعمال کیا۔ تو ان سے کہا گیا کہ ابو معمر ظاء کو چھوڑ کر طاء استعمال کرو۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھ سے یہ کہہ رہے ہیں حالانکہ "ما بین لا بتیھا افصح منّی" کہ ان دو پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ فصیح آدمی کوئی نہیں۔ تو میرے والد صاحب نے کہا کہ یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ بصرہ میں "لا بة" کہاں سے آئے "لا بة" کا معنیٰ تو کالے پتھر ہیں اور بصرہ کے پتھر سفید ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ جب بھی اٹھتے تھے منہ کے بل گرتے تھے یعنی شبیب جب بھی بولتے تھے غلطی کرتے تھے۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ عمر بن محمد بن حسین غلطی کر کے یوں پڑھا کرتے تھے۔ معاد بن جبل،[5] حجاج بن قراقصہ اور علقمہ بن مرید۔ تو میں نے انہیں کہا کہ کیا تیرے باپ نے تجھے کاتبوں کے حوالے نہیں کیا تو کہنے لگے کہ ہماری ایک بچی تھی اس نے ہمیں حدیث میں ہی مصروف رکھا۔

دار قطنی کہتے ہیں مجھے یعقوب بن موسیٰ نے بتایا کہ ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن یحییٰ بن حسان امام رازی کے ساتھیوں میں سے تھے مناظرہ کرتے ہوئے مخالفین پر مور سے استدلال پیش کرتے تھے تو مدِ مقابل مناظر نے کہا کہ یہ ہمارے مقابلے میں پرندوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ انہی بشیر نے قرعہ کے متعلق اسحاق کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اسحاق نے صحیح حدیث پیش کر کے اسے خاموش کرا دیا۔ چنانچہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے اور اپنی کتابوں میں رجوع نقل کر دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں لفظ "القرع" پایا تو راء کا نقطہ ہٹا کر اپنے ساتھیوں سے کہا

کہ مجھے ایسی حدیث مبارکہ ملی ہے جس سے میں اسحاق کی کمر توڑ کر رکھ دوں گا۔ تو یہ حدیث اس نے اسحاق کے سامنے پیش کی تو اسحاق نے کہا کہ یہ لفظ "القزع" ہے القرع نہیں ہے۔

حماد بن یزید سے ایک لڑکے نے سوال کیا کہ اے ابو اسماعیل! آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی سے منع فرمایا ہے تو حماد ہنسنے لگے اور کہا کہ بیٹے! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روٹی سے منع فرماتے تو لوگ کھائے پیے بغیر زندہ رہتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شراب سے منع فرمایا ہے۔ (لڑکے نے "خمر" کو "خبز" پڑھا)

یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کہ داؤد بن ابی ہند ہمارے ہاں کوفہ آئے تو اہل کوفہ کا مستملی پوچھنے لگا کہ وہ سعید کی حدیث کیسے ہے یعنی یکفن الضبی فی ثوب واحد حالانکہ کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ یکفن الصبی فی ثوب واحد یعنی بچے کو ایک کپڑے میں کفن دیا جائے۔

حسن بن البراء کہتے ہیں کہ عمر بن عونؒ کے ایک منشی تھے وہ اعراب غلط پڑھا کرتے تھے۔ تو عمر بن عون نے انہیں چھوڑ کر ایک ادیب کا رخ کیا تا کہ وہ پڑھ کر سنائے۔ تو وہ ادیب پڑھنے لگا "حدثکم ہسیم"، (ہشیم کو ہسیم پڑھا) یہ دیکھ کر عمر بن عون نے کہا کہ مجھے پہلے والے کے پاس لے جاؤ وہ تو صرف اعراب غلط پڑھتا تھا یہ تو کئی کلمات اور نقطے کھا جاتا ہے۔

ایک آدمی لیث بن سعد کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ حضرت نافع نے آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "فی الذی نشرت فی ابیه القصة" کیسے بیان کی۔ تو انہوں نے کہا کہ ابو حفص بن شاہین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یوشك ان الظعینة بلاخفیر" یعنی قریب ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ عورت امن کی وجہ سے بغیر محرم کے سفر کرے گی۔ انہوں نے "بلاخفیر" کو غلطی سے "بلاخفّین" پڑھا۔ یعنی عورت بغیر موزوں کے سفر کرے گی۔

حیان بن بشرؒ جو کہ بغداد اور اصبہان کے قاضی اور جملہ راویان حدیث میں سے ایک ہیں انہوں نے ایک دن ایک روایت بیان کی "ان عرفجة قطع انفه یوم الکلام" یعنی عرفجہ نے کلام کے دن اپنی ناک کاٹ لی تھی۔ تو اہل کجہ کا ایک آدمی لکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: قاضی صاحب! یہ تو "یوم الکلاب" ہے "یوم الکلام" نہیں۔ قاضی صاحب نے

اسے قید کرا دیا۔ کچھ لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ اس مصیبت میں تجھے کس چیز نے گرفتار کیا تو وہ کہنے لگا کہ عرفجہ نے تو اپنی ناک زمانہ جاہلیت میں کاٹی تھی اور میں حالت اسلام میں اس کی سزا بھگت رہا ہوں۔

عبداللہ بن ثعلبہ نے روایت کیا کہ ”کان رسول اللہ ﷺ یمسح وجھه من القیح“ یعنی نبی کریم ﷺ اپنے چہرۂ انور سے پیپ صاف فرماتے تھے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ اس میں مخزومی سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ یہ لفظ ”الفیح“ ہے یعنی نبی کریم ﷺ گرمی کی وجہ سے اپنے چہرۂ انور سے پسینہ صاف فرماتے تھے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

لعن رسول اللہ ﷺ الذین یشققون الخطب تشقیق الشعر۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو کہ خطبوں کو شعر کی طرح کاٹ کاٹ کر پڑھتے ہیں۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں وکیع کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے ”یشققون الحطب“ پڑھا۔ تو میں نے کہا کہ کیا حاء کیساتھ ہے۔ تو کہنے لگے کہ ہاں! (حالانکہ ”الحطب“ کا معنی ”لکڑیاں“ ہیں)

عامر بن صعب سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

اعتکفت عائشة عن اختھا بعد ما ماتت۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے اعتکاف کیا۔ حالانکہ اصل ”اعتقت“ ہے یعنی غلام آزاد کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے پوچھا گیا کہ تیرے والد نے تیرے دادا سے روایت بیان کی کہ رسول نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں۔

تو عبدالرحمٰن نے جواب دیا: ہاں!

اسحاق بن وہب فرماتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کے پاس تھے۔ ان کا ایک منشی تھا

جس کا نام "برتخ" تھا تو ایک آدمی نے یزید بن ہارون سے حدیث کے متعلق پوچھا تو یزید بیان کرنے لگا کہ "حدثنا به عدة" یعنی یہ حدیث ہم سے عدہ نے بیان کی۔ تو مُنشی چیخ کر کہنے لگا کہ اے ابو خالد یزید بن ہارون "عدہ" کس کا بیٹا ہے؟ تو یزید نے جواب دیا کہ عدہ اس کا بیٹا ہے جسے تو نے گم کر دیا۔

فضل بن ابی طاہر کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول نبی کریم ﷺ کے فرمان عالیشان "عم الرجل صنو ابیه"[8] یعنی آدمی کا چچا اس کا باپ کی مانند ہے۔ اس فرمان کو یوں غلط پڑھا کہ "عم ال[illegible]یة" یعنی آدمی کا چچا تنگ برتن ہے۔

زکریا بن مہران کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حدیث مبارکہ "لایورث الحمیل الا ببیّنة" یعنی بچہ جسے اٹھالیا جائے وہ دلیل کے ساتھ ہی وارث بنتا ہے۔ اس حدیث میں اس طرح غلطی کی کہ اس نے "ببیّنة" کو "بثینة" پڑھا۔

فرماتے ہیں کہ میں احمد بن یحیٰ بن زہیر کے پاس حاضر تھا تو ارباب حدیث میں سے ایک آدمی اس سے پوچھنے لگا کہ "کیف الزبیر بن خَرِیت؟"[9] یعنی زبیر بن عَرِیت کا کیا حال ہے؟ تو اس نے اس آدمی سے کہا کہ ابن زبیر تو ٹھیک ہے لیکن خرِیت کوئی نہیں بلکہ صحیح لفظ خرّیت ہے یعنی ماہر رہبر۔

عسکری[10] کہتے ہیں کہ ایک مغفّل شیخ نے روایت بیان کی کہ "انّ النبیّ ﷺ احتجم و اعطی الحجاج اجرّة" یعنی نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجاج کو ایک اینٹ دی۔ حالانکہ صحیح حدیث اس طرح ہے کہ "انّ النبیّ ﷺ احتجم و اعطی الحجام اجرة"[11] یعنی نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت عنایت فرمائی۔

عسکری کہتے ہیں کہ ابو بکر بن الانباری نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد صاحب نے بیان کیا۔ فرمایا: قطربلی نے ثعلب کو اعشیٰ کا شعر سنایا:

فلو کنت فی حبّ ثمانین قامة ۔۔۔ و رقیت اسباب السماء بسلّم

"یعنی اگر آپ اسّی گز کے لمبے دانے میں ہوتے اور آپ سیڑھی سے آسمان پر چڑھ جاتے"۔

یہ سن کر عباس نے کہا کہ تیرا گھر ویران ہو جائے کیا تو نے اسی گز کے برابر کوئی دانہ دیکھا ہے۔ یہ تو لفظ ''جبّ'' ہے۔ جس کے معنی کنویں کے ہیں یعنی اگر آپ اسی گز کے کنویں میں ہوتے۔

حجاج کہتے ہیں کہ ایک آدمی عبد القدوس بن حبیب کے پاس آیا اور کہا: آپ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ مجھے دوبارہ سنائیں تو اس نے بیان کرنا شروع کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا تتخذوا شیئا فیه الروح عرضا'' (غرضًا کی بجائے عرضًا پڑھا) ایک آدمی نے اس سے پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ وہ آدمی جس کے گھر میں روشندان ہوں (اسے نشانہ مت بناؤ) تو میں نے کہا کہ تو نے حدیث بھی غلط بیان کی اور اس کا مطلب بھی غلط بیان کیا۔ حالانکہ صحیح حدیث مبارکہ اس طرح ہے کہ ''لا تتخذو اشیئا فیه الروح غرضا'' [12] یعنی کسی جاندار کو مت نشانہ بناؤ۔

سعید بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ مجھ سے ابوزرعہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ قاسم بن ابی شیبہ نے کسی آدمی کی کتاب میں دیکھا ''عن ابن فضیل عن ابیه عن المغیرة عن سعید بن جبیر المرجئة یهود القبلة'' یعنی ''مرجئہ فرقہ والے قبلہ کے یہود ہیں''۔ تو انہوں نے اسے ضبط نہ کیا اور وہ یہ روایت ابن فضیل سے اس طرح روایت کرتے تھے کہ ''المرء حیث یهوی قبله'' یعنی آدمی وہاں ہوتا ہے جہاں اس کا دل چاہتا ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعباس بن ابی مہران سے سنا کہ ابن جمیل رازی ایک تفسیر چھپوانا چاہتا تھا تو چند جلدوں میں اسے شائع کیا اور ایک رات ایک جلد لے کر چھاپے خانے والوں کے پاس گیا اور پوچھنے لگا کہ ''الاکثرون هم الا قلّون آلامن قال بالمال هکذا'' یہ کون سی سورت میں ہے؟ یہ سن کر چھاپہ خانے والے نے کہا کہ یہ تو قرآن ہی نہیں ہے۔ تو بہت شرمندہ ہوا اور اس کے بعد تفسیر کبھی شائع نہیں کی۔

دارقطنی فرماتے ہیں کہ میں نے برقانی [13] سے سنا۔ فرمایا: مجھ سے فقیہہ اہوازی [14] نے بیان کیا کہ میں یحیٰی بن محمد بن صاعد کے پاس تھا کہ ایک عورت مسئلہ پوچھنے آئی اور کہنے لگی۔ اے شیخ! اس کنویں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جس میں مرغی گر کر مر جائے۔ اس کا

پانی پاک ہے یا ناپاک؟ یہ سن کر یحیٰی نے کہا: او بد بخت! مرغی کس طرح کنویں میں گر سکتی ہے عورت نے کہا کہ کنواں ڈھکا ہوا نہیں تھا۔ یحیٰی نے کہا کہ تو نے اسے ڈھکا کیوں نہیں کہ اس میں کوئی چیز نہ گرتی۔ (یعنی مسئلہ آتا نہیں تھا اس لئے ٹال مٹول کرنے لگا) یہ ماجرہ دیکھ کر اہوازی نے کہا: اے عورت! سن لے۔ اگر پانی متغیر ہوا تو ناپاک ہے ورنہ نہیں۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ ہم بندار کے پاس تھے اس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا "عن عائشة قال قالت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" (حالانکہ مؤنث کیلئے قالت یعنی مؤنث کا صیغہ اور مذکر کیلئے قال یعنی مذکر کا صیغہ لانا چاہئے تھا۔ لیکن بندار نے اس کے برعکس کیا) یہ سن کر ایک آدمی نے ازارہ مذاق کہا کہ اللہ کی پناہ! آپ کیا ہی فصیح ہیں۔ کہنے لگا کہ جب ہم روح کے پاس سے نکلتے تھے تو ابوعبیدہ کے پاس جاتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ حقیقت تم پر ظاہر ہو جائے گی۔

دارقطنی فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن موسیٰ[15] اور فریابی[16] نے بیان کیا کہ اسرائیل نے ابواسحاق اور انہوں نے حارثہ بن مضرب سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ عیینہ، شیبہ اور ولید نکلے اور انہوں نے کہا کہ کون مقابلہ کرے گا؟ تو ایک انصاری آدمی نکلے۔ (یعنی حدیث مبارکہ بیان کی) تو عبداللہ نے کہا کہ چھ آدمی نکلے جبکہ فریابی نے کہا کہ شیبہ نکلا۔ (یعنی ستہ اور شیبہ میں مشابہت ہوگئی) دارقطنی کہتے ہیں کہ عبداللہ کا چھ آدمی کہنا غلطی ہے اور صحیح وہی ہے جو کہ فریابی نے کہا کیونکہ انصار میں سے بھی تین آدمی ہی نکلے تھے۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ بن مخلد کے نسخے میں پڑھا کہ یحیٰی بن معین سے مروی ہے کہ اوراق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کہا کہ "انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمّا اتی البقیع حسارایته"۔

دارقطنی فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰی بن آدم نے آکر کہا کہ کعب کی حدیث میں غلطی ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اشجـ و اداوی" یعنی میں زخمی کرتا ہوں اور علاج کرتا ہوں۔ لیکن یحیٰی نے اس سے بھی قبیح غلطی کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اسحر واداوی" یعنی میں جادو کرتا ہوں اور علاج کرتا ہوں۔

قاضی ابوالہیثم فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن صالح کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ابلہ آیا اور سلامہ بن روح سے ملاقات کی تو میں نے اسے سقیفہ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس میں اس نے بیان کیا: "لا بیعة للذی بایع بعرة ان یفتلا" یعنی اس آدمی کی کوئی بیع نہیں جس نے ٹوٹی ہوئی مینگنی بیچی۔ میں نے کہا کہ یہ تو "تغرة ان یقتلا" ہے تو اس نے مجھ سے کہا کہ نہیں۔ ایسے ہی ہے جیسے میں نے کہا ہے۔ تو میں نے کہا کہ اس کا معنیٰ کیا ہے تو کہنے لگا کہ مینگنی کو جب ہاتھ میں لے کر دباتے ہو تو وہ ٹوٹ کر منتشر ہو جاتی ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ ابوبکر صولی نے ہمیں ابوایوب کی حدیث لکھوائی "من صام رمضان و اتبعه ستا من الشوال" یعنی جس نے رمضان کے روزے اور ان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے۔ ابوبکر نے "ستا من الشوال"[17] کی بجائے "شیئا من الشوال" لکھایا۔ یعنی کچھ شوال کے روزے رکھے۔

احمد بن جعفر حنبلی نے ابوسعید کی حدیث روایت کی کہ "لا حلیم الا ذو عثرة"[18] تو احمد نے عثرة کی بجائے غیرة نقل کیا۔

دار قطنی فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن احمد نے بیان کیا۔ فرمایا: ہمیں متوکل کے غلام ابوشاکر نے حدیث لکھوائی کی "اکتحلوا و ترا و انھبوا عنا"[19] یعنی سرمہ طاق تعداد میں لگاؤ اور ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ حالانکہ کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ "وادھنوا غبا" کہ کبھی کبھی تیل لگایا کرو۔

فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ نے روایت کیا کہ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی المسجد" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پچھنے لگوائے حالانکہ حدیث میں "احتجر" آیا ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن داؤد حدیث بیان کر رہے تھے کہ ان کے پاس ایک عورت آئی۔ اس وقت ان کے سامنے ایک ہزار کا مجمع تھا۔ عورت کہنے لگی کہ میں نے اپنے تہبند کے صدقہ کرنے کی قسم کھائی ہے اب کیا کروں۔ تو علی بن داؤد نے کہا کہ تہبند کتنے کا خریدا تھا تو اس نے کہا کہ ایک سو بیس درہم کا۔ تو کہنے لگا کہ چلی جاؤ اور ایک سو بیس روزے رکھو۔ جب وہ چلی گئی تو کہنے لگا: افوہ! افوہ! ہم سے غلطی ہوئی خدا کی

قسم! میں نے تو اسے کفارۂ ظہار کا حکم دیا ہے (حالانکہ کفارۂ ظہار بھی ساٹھ روزے ہیں نا کہ ایک سو بیس)

محمد بن عدی بصری نے بیان کیا کہ میں نے ایک آدمی دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَن بَرّ یوماً بربّہ والدھر لا یغترّ بہ

"جس نے کسی دن بھی اپنے رب کیساتھ اچھا سلوک کیا تو زمانہ اس کے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا"۔ (حالانکہ یہ حدیث مبارکہ نہیں بلکہ شعر ہے)

محمد بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ عباس نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ سعید بن مسلم سے مروی ہے کہ ان کے پاس بروایت منصور ایک کتاب تھی۔ تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ آپ نے یہ کتاب سنی ہے؟ تو کہنے لگے کہ ذرا صبر کرو میرے والد صاحب آئیں گے تو میں ان سے پوچھ لوں گا۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ میں نے حمزہ سہمی سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شیخ سے سماع حدیث کی اور اس کو لکھنا شروع کیا۔ شیخ نے کہا: اپنی کاپیوں میں میرا نام بھی لکھ لینا۔ میں نے اسماعیل سے کہا کہ کیا یہ حماقت کی بات نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!

اسی طرح ابوالحسن بن خلف فقیہہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شیخ نے ہمارے لئے سند اجازت لکھی اور اس میں اپنا نام نہیں لکھا۔ ہم نے عرض کی اس میں اپنا نام لکھ دیجئے۔ تو اس نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا جو مجھے نہیں جانتا میں اس کیلئے اپنا نام نہیں لکھتا۔

احمد بن علی بن ثابت[20] کہتے ہیں کہ میں نے ابوالفتح عبداللہ بن احمد نحوی کی کتاب میں لکھی ہوئی تحریر پڑھی کہ میں نے قاضی احمد بن کامل[21] سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ محمد بن موسیٰ بربری نے جتنا علم جمع کیا اتنا کسی نے نہیں کیا۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا تو وہ غمگین بیٹھے تھے میں نے کہا کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ یہ فلانی یعنی میری بیوی مجھے کہتی ہے کہ یہ لونڈی آزاد کردو تو میری خدمت کیلئے کوئی لونڈی نہیں رہے گی اور نہ ہی کوئی میرا مددگار رہے گا۔ میں نے کہا کہ اس کی کتنی قیمت ہے؟ کہنے لگا کہ میری بیوی نے مجھے کچھ دینار

لونڈی خریدنے کیلئے دیئے تھے تو میں نے اس سے یہ لونڈی خرید لی۔ میں نے کہا تو پھر آپ جس چیز کے مالک نہیں وہ کیسے آزاد کرتے ہیں؟ کہنے لگا۔ گویا یہ جائز نہیں ہے! میں نے کہا: بالکل نہیں۔ کیونکہ لونڈی تو تیری بیوی کی ملکیت ہے۔ چنانچہ وہ مجھے دعائیں دینے لگا۔ (یعنی اس کے علم کا پول کھل گیا)

جاحظ کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے ایک شخص کو ''عمراً'' لکھوایا تو اس نے ''سترا'' لکھا اور پھر ''زیداً'' لکھا۔

اسماعیل بن محمد الحافظ کہتے ہیں کہ ہم نظام الملک [۲۳] کی مجلس میں تھے اس نے لکھوایا۔

اف لـلـدنيـا الـدنيّة دارهـم وبـلـيّة

''افسوس ہے اس کمینی دنیا پر جو پیسوں اور مصیبتوں کی شکل میں ہے''۔

لکھنے والے نے کہا ''وبلية'' کی بجائے ''ثلية'' ہے۔ اس سے کہا گیا کہ ''وبلية'' تو اس نے کہا کہ ''وملية'' تو تمام حاضرین ہنس پڑے۔ نظام نے کہا کہ اسے دفع کرو۔

محمد بن حسن نے بعض بیوقوفوں کے متعلق بیان کیا کہ ایک بیوقوف سے کہا گیا کہ فلاں آدمی مقام ''رے'' میں انتقال کر گیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں نے ''رے'' کی طرف دو سفر کئے ہیں۔ اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ کونسے سفر میں انتقال کر گیا۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ الوراق سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی سے اور انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ مجھے صالح محمد بن العبادی نے لکھا کہ جب محمد بن یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اس کی جگہ ایک محدّث کو بٹھا دیا جو کہ محمد بن زید کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے لوگوں کو حدیث مبارکہ یوں لکھوا دی کہ "یا ابا عمیر ما فعل البعیر" یعنی اے ابوعمیر! تیرے اونٹ کو کیا ہوا جبکہ صحیح حدیث ایسے ہے کہ "یا ابا عمیر ما فعل النغیر" یعنی اے ابوعمیر! تیری چھوٹی چڑیا کو کیا ہوا۔ اسی طرح محدّث صاحب نے لوگوں کو حدیث مبارکہ یوں لکھوا دی کہ "لا تصحب الملائکة رفقة فیھا حرس" یعنی ملائکہ ایسی جماعت کے ساتھ نہیں جاتے جس میں بھیڑیا ہو۔ حالانکہ یہ حدیث مبارکہ ایسے ہے "لا تصحب الملائکة رفقة فیھا جرس"۔ [۲۴] یعنی فرشتے

ایسی جماعت کے ساتھ نہیں جاتے جس میں گھنٹی ہو۔

ابو سلیمان خطابی [۲۵] نے بیان کیا کہ عبداللہ عمار نے کہا کہ میرا ایک تھیلا چوری ہو گیا۔ ایک آدمی پر ہمیں شک تھا۔ تو میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ میں نے عرض کی کہ میرا ارادہ تھا کہ میں اس شخص کو باندھ کر آپ کی خدمت میں لاتا۔ تو فرمایا: بغیر گواہ کے؟ خلیل کہتے ہیں کہ اس میں راوی سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے چوری کو بھانپ لیا تھا؟ کیونکہ اس پر گواہ قائم ہوتا تو پھر فیصلہ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔

یحیٰ بن معین نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں غلطی کر کے ''کان علی الحسر'' کی بجائے ''کان علی الجسر'' یعنی وہ پل پر تھے۔ روایت کیا۔ اور ''حسر'' ''حاسِرٌ'' کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کہ وہ شخص جس کے سر پر خود اور جسم پر زرہ نہ ہو۔

خطابی کہتے ہیں کہ بعض نے حدیث مبارکہ میں غلطی کر کے کہا ''لو صلّیتم حتّی تکونوا کالحنائز'' حالانکہ صحیح ''کالحنائر'' بمعنیٰ کمانوں کی مانند ٹیڑھی ہو جائیں ہے۔ اور بعض نے یاجوج ماجوج والی حدیث میں غلطی کر کے کہا ''اذا ھلکت اکلت منھا دواب الارض فتسکر'' یعنی جب وہ ہلاک ہوں گے تو انہیں حشرات الارض کھا کر نشئی ہو جائیں گے۔ حالانکہ ''فتسکر'' کی بجائے ''فتشکر'' یعنی موٹے ہو جائیں گے صحیح ہے۔

ابو بکر بن عبد الباقی البزار نے کہا کہ ایک آدمی نے حدیث مبارکہ میں غلطی کر کے کہا کہ ''حدثنا سقنان البوری عن جلد المجدا عن اتش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذھبوا عنّا''۔ یعنی سقنان بوری نے جلد المجدا سے انہوں نے اتش سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ''ہمارے پاس سے چلے جاؤ''۔ حالانکہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ ''حدّثنا سفیان الثوری عن خالد الحذاء عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ادھنوا غبّا''۔ یعنی سفیان ثوری نے خالد الحذاء سے انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کبھی کبھی تیل لگایا کرو۔

حاشیہ جات

1- ابی المصیرفی: ان کا اصل نام ابی بن عبدالرحمٰن المصیرفی ہے اور اہل جزیرہ کے محدث تھے۔

2- بشیر بن سعد: صحیح نام لیث بن سعد ہے۔

3- جعفر بن منصور: ملکہ زبیدہ کا بھائی اور خلیفہ ہارون الرشید کا چچازاد بھائی۔ ہے ۱۸۵ھ میں قید میں وفات پائی۔

4- شبیب بن شیبہ: ان کا نام ابومعمر شبیب بن شیبہ بن عبداللہ التمیمی ہے۔ بادشاہوں کا ادیب، فقراء کا ہم نشین اور مساکین وغرباء کا بھائی تھا۔ اسے اس کی فصاحت کی بنا پر خطیب کہا جاتا تھا۔ ۱۷۰ھ تاریخ وفات ہے۔

5- صحیح نام معاذ بن جبل ہے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ حجاج بن فرافصہ باہلی بصری صحیح نام ہے۔ صادق و عابد بزرگ تھے اور حدیث مبارکہ میں وہم ہوتا تھا۔ علقمہ بن مرثد صحیح نام ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ آپ حدیث مبارکہ میں ثقہ تھے اور شاید ثقہ راوی تھے۔ جیسا کہ التقریب میں ہے۔ تاریخ وفات ۱۲۰ھ ہے۔

6- عمر بن عون: صحیح نام عمرو بن عون بن آوس بن جعد ابوعثمان الواسطی البزار الحافظ ہے۔ بصرہ کے رہنے والے ثقہ راوی ہیں ان کی احادیث کو پوری جماعت نے روایت کیا ہے ۲۲۵ھ تاریخ وفات ہے۔

7- حیان بن بشر بن الحارق ابوالبشر اسدی نام ہے۔ مامون الرشید کے دور میں اصبہان کے قاضی مقرر ہوئے اور متوکل نے انہیں مشرقی ریاستوں کا قاضی مقرر کیا ۲۳۸ھ تاریخ وفات ہے۔

8- امام احمد نے مسند میں ۳۵۲/۲ کے تحت، امام نسائی نے سنن میں ۳۳۳/۳ کے تحت، امام ترمذی نے ۳۰۵/۲ کے تحت، طبرانی نے الکبیر میں ۳۵۳/۱۰ کے تحت، بغوی نے شرح السنۃ میں ۱۱۴/۱ کے تحت ابونعیم نے الحلیہ میں ۳۸۲/۴ کے تحت، امام مسلم نے صحیح مسلم میں کتاب الزکاۃ میں حدیث نمبر ۱۱ کے تحت اور البانی نے الصحیحہ میں ۸۰۶ کے تحت روایت کی۔

9- زبیر بن خریت بصری تابعی اور ثقہ راوی ہیں۔ امام بخاری و مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔

10- عسکری: ان کا نام ابواحمد حسن بن عبداللہ بن سعید بن اسماعیل ہے۔ فقیہہ، ادیب، محدث اور عالم لغت ہیں۔ اہواز میں ۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ بعد ازاں بغداد میں منتقل ہوئے اور بصرہ اور اصفہان میں بھی گھومے پھرے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے مشہور تصنیف "المختلف والموتلف" ہے ۳۸۲ھ میں وفات پائی۔

11- بخاری میں ۱۲۲/۳ کے تحت اور مسلم میں ۱۲۰۲ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

12- امام مسلم نے ۱۵۴۹، امام احمد نے ۲۸۰/۱، ۲۸۵، ۳۲۰، ۳۴۵ اور امام نسائی نے ۲۳۸/۷، ۲۳۹ کے تحت نقل کی۔

13- البرقانی: پورا نام احمد بن محمد بن احمد بن غالب ابوبکر ہے اور البرقانی کے نام سے معروف ہیں۔ بغداد ان کا وطن اقامت رہا۔ ۴۲۵ھ میں وفات پائی۔

14- اہوازی: ان کا نام حسن بن علی بن ابراہیم یزداد اہوازی ہے۔ دمشق میں اقامت پذیر رہے اور وہیں وفات پائی۔ تاریخ وفات ۴۴۶ھ ہے۔ ابن عساکر نے ان کی روایت میں طعن کیا ہے۔

15- عبداللہ بن موسیٰ: صحیح نام عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام ابو محمد بن ابی المختار العبسی ہے۔ حافظ الحدیث اور ثقہ راوی ہیں۔ فقہ، حدیث اور قرآن میں امام ہیں۔ تاریخ وفات ۲۱۳ھ ہے۔

16- الفریابی: محمد بن یوسف بن واقد ضبی ابو عبداللہ الفریابی نام ہے۔ حافظ اور عالم حدیث ہیں۔ ترکی الاصل ہیں اور کوفہ میں حضرت سفیان سے اکتساب فیض کیا۔ اور قیساریہ میں ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔ امام بخاری نے ان سے ۲۶ا احادیث روایت کیں۔

17- امام مسلم ''الصیام'' باب ۳۹ حدیث نمبر ۲۰۴، ابوداؤد نے ''الصیام'' باب ۵۷ ترمذی نے ۷۵۹ اور ابن ماجہ نے ۱۷۱۶ کے تحت روایت کی۔

18- امام احمد نے (۳/ ۸، ۶۹)، ترمذی نے ۲۰۳۳، حاکم نے ۴/ ۲۹۳، ابونعیم نے حلیہ میں ۸/ ۳۲۴، ابن حبان نے (۲۰۷۸۔ موارد) اور خطیب نے ۵/ ۳۰۱ کے تحت روایت کی۔

19- خطیب بغدادی نے تاریخ میں ۱۳/ ۲/ ۱۲۷ اور امام سیوطی نے الدرر المنتشرہ میں ۱۳ کے تحت روایت کی۔

20 احمد بن علی بن ثابت: ان کا نام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت البغدادی ہے اور خطیب کے نام سے معروف ہیں۔ مقدمین مؤرخ حفاظ میں سے ہیں۔ کوفہ اور مکہ کے درمیان مقام غزیہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں پرورش پائی اور وہیں وفات پائی۔ ان کی مشہور تصنیف ''تاریخ بغداد ہے جو کہ ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔ تاریخ وفات ۴۶۳ھ ہے۔

21- احمد بن کامل: ان کا نام احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ بن منصور بغدادی شجری ہے کنیت ابوبکر ہے۔ اہل بغداد میں سے قاضی ہیں۔ کوفہ کے قاضی رہے۔ ۳۵۰ھ تاریخ وفات ہے۔

22- نظام الملک: ان کا نام حسن بن علی بن اسحاق طوسی ہے کنیت ابو علی اور لقب قوام الدین اور نظام الملک ہے۔ طوس کے نواح میں پیدا ہوئے۔ سلطان الپ ارسلان نے انہیں عہدہ وزارت سونپا اور دس سال وزیر رہے۔ الپ ارسلان کی وفات کے بعد حاکم بن گئے ۴۸۵ھ میں قتل ہوئے۔

23- امام بخاری نے ۶۱۲۹، کے تحت ۶۲۰۳ کے تحت اور ترمذی نے ۱۹۸۹ کے تحت روایت کی۔

24- اصل حدیث ''لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیہا جرس'' ہے۔ امام مسلم نے (اللباس/ ۱۰۳) کے تحت اور امام احمد نے ۳۲۶/۶ کے تحت روایت کی۔

25- ابوسلیمان الخطابی: ان کا نام احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی اور کنیت ابوسلیمان ہے۔ کابل کے قصبہ بست کے رہنے والے فقیہہ اور محدث ہیں ان کی تصانیف میں سے مشہور ''بیان اعجاز القرآن'' اور ''معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، ہیں ۳۸۸ھ میں وفات پائی۔

بارھواں باب:

بیوقوف حکّام اور گورنروں کا بیان

محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن صالح بن علی ایک احمق آدمی تھا جبکہ اس کا بیٹا عبد اللہ بہت عقلمند تھا۔ عیسیٰ بن صالح قنسرین کی فوج کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے امور کی انجام دہی کیلئے اپنے بیٹے کو اپنا نائب بنالیا۔ اس کے بیٹے نے بیان کیا کہ ایک رات میرے والد کا قاصد میرے پاس آیا اور مجھے اسی وقت حاضر ہونے کا حکم ملا حالانکہ اس وقت سخت اہم کام کے علاوہ کوئی نہیں بلاتا۔ مجھے گمان ہوا کہ شاید خلیفہ کی طرف سے کوئی خط ان کے پاس آیا ہے جس کی وجہ سے مجھے اور دوسرے لوگوں کو حاضر ہونے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ تو میں نے فوجی لباس پہنا اور لشکریوں کو تیار کر کے سوار ہو کر ان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں داخل ہوا تو میں نے دربان سے پوچھا کہ خلیفہ کی طرف سے کوئی بات خط وغیرہ آیا ہے یا کوئی واقعہ پیش آیا ہے؟ تو دربان نے کہا کہ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ مزید آگے جا کر خادم خاص سے پوچھا تو اس نے بھی وہی جواب دیا۔ چنانچہ میں خاص ان کے پاس پہنچا۔ تو مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ بیٹا! ادھر آؤ۔ دیکھا تو بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ کہنے لگے بیٹے! میں ساری رات ایک معاملے میں جاگتا رہا اور ابھی تک سوچ میں ہوں۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے۔ معاملہ کیا ہے؟ تو کہنے لگے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حور عین بنادے اور جنّت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو میرا شوہر بنادے۔ بس یہی سوچتے سوچتے میری سوچ طویل ہوئی۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرد بنایا ہے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شادی حور عین سے کرائے گا۔ اور اگر سوچنا ہی تھا تو پھر آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے شوہر بنیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نسب اور قرابت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اعلیٰ علّیین میں سیّد اولین وآخرین ہیں۔ تو کہنے لگے کہ بیٹا! آپ یہ گمان مت کریں کہ میں نے اس کے متعلق

سوچا نہیں ہو گا میں نے تو اس کے متعلق بہت سوچا لیکن مجھے یہ بات ناگوار ہوئی کہ میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو غصہ دلاؤں۔

مدائنی کہتے ہیں کہ ایک معزز آدمی بغداد آیا تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے بخریت پہنچنے کی اطلاع اپنے والد کو بذریعہ خط دے۔ لیکن کوئی جاننے والا آدمی اسے نہ ملا جو خط لے جاتا۔ تو وہ خود خط لے کر اپنے والد کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے یہ ناگوار تھا کہ میری اطلاع آپ کے پاس دیر سے پہنچے اور مجھے کوئی خط لانے والا آدمی نہ ملا تو میں خود خط لے کر آ گیا ہوں۔ یہ کہا اور خط اپنے والد کو دے دیا۔

ابن خلف کہتے ہیں کہ دو آدمی اپنا جھگڑا نمٹانے کیلئے ایک حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر گئے تو اسے فیصلہ کرنا نہ آیا۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو سزا دے کر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان میں سے ظالم بچ کر نہیں گیا۔

سعید بن جعفر انباری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ ابو الخیثم اپنے ایک گورنر سے ناراض ہو گیا۔ کسی نے اس سے راضی ہونے کے متعلق اس سے بات کی۔ تو کہنے لگا۔ قسم بخدا! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا۔ جب تک کہ اس کے متعلق مجھے یہ خبر نہ پہنچے کہ اس نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا ہے۔

ابو عثمان جاحظ کہتے ہیں کہ فزارہ بصرہ والوں پر ظلم کرنے والا آدمی تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے لمبی داڑھی والا اور سب سے کم عقل تھا۔ یہ وہی آدمی ہے جس کے متعلق شاعر نے کہا ہے کہ

ومن المظالم ان تکون   علی المظالم یا فزارہ

''اے فزارہ تو نے تو ظلم کی حد کر دی ہے''۔

ایک مرتبہ حجام نے فزارہ کے بال بنائے۔ جب وہ فارغ ہوا تو اس نے شیشہ منگوا کر اس میں دیکھا اور حجام سے کہنے لگا۔ تو نے میرے سر کے بال تو درست بنائے لیکن کنجری کے بچے! خدا کی قسم تو نے میری مونچھوں کا چمڑا اتار دیا ہے۔ یہ کہہ کر اسے پکڑ لیا۔

ایک مرتبہ فزارہ نے کچھ شور سنا۔ تو پوچھنے لگا کہ یہ کیسا شور ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کچھ

لوگ قرآن کریم میں بحث مباحثہ کر رہے ہیں۔ تو کہنے لگا۔ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں قرآن سے راحت عطا فرما۔

ایک دفعہ پرندے بیچنے والے کے پاس سے گزرا تو پوچھا کہ یہ پرندے کتنے میں بیچتے ہو؟ اس نے کہا کہ ایک درہم میں۔ تو کہنے لگا۔ نہیں! اس طرح نہیں۔ پرندے والے نے کہا میں اسی طرح بیچ رہا ہوں۔ تو کہنے لگا کہ ہم آپ سے دو پرندے تین درہم میں لیں گے۔ اس نے کہا کہ لے لو۔ تو فزارہ نے اپنے نوکر سے کہا اسے دو پرندوں کے تین درہم دے دو۔ اس میں فروخت شدہ چیز کیلئے بہت سہولت ہے۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مہلب کے حاکم نے خراسان کے گورنر کو معزول کر کے ایک دیہاتی کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ تو وہ منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد کہنے لگا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس چیز کا حکم دیا ہے اس کا قصد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے باقی رہنے والی آخرت کی ترغیب دی ہے اور فانی دنیا سے بے رغبتی کا حکم دیا ہے۔ لیکن تم نے دنیا میں رغبت اختیار کی اور آخرت میں بے رغبتی اختیار کی، عنقریب یہ فانی دنیا تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور باقی رہنے والی آخرت بھی تمہیں حاصل نہ ہوگی پس تم ایسے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"لا ماءك ابقيت ولا خرك انقيت" یعنی نہ تو تو نے پانی باقی رکھا اور نہ ہی نجاست صاف کی۔ لہٰذا اس معزور آدمی سے عبرت حاصل کرو جو تم سے معزول کیا گیا۔ اس نے بہت کوشش کی اور مال جمع کیا لیکن پھر بھی ذلیل و خوار ہوا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق بنا۔

أبشری ام خالد   رُبّ ساعٍ لقاعد

"اے امّ خالد خوشخبری حاصل کر کیونکہ بہت سے کوشش کرنے والے بیٹھ جاتے ہیں (یہ آیت نہیں بلکہ شعر ہے۔ مترجم) اتنا کہہ کر منبر سے اتر آیا"۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یزید بن مہلب نے ایک دیہاتی کو خراسان کا گورنر بنا دیا۔ جب جمعۃ المبارک کا دن آیا تو وہ منبر پر چڑھا اور حمد و ثناء کے بعد خاموش ہو گیا پھر کہنے لگا کہ اے لوگو! دنیا سے بچو اس لئے کہ تم دنیا کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان کے مصداق پاؤ گے۔

وما الدنيا بباقية لحيّ   وما حيّ على الدنيا بباق

"یعنی یہ دنیا کسی زندہ چیز کیلئے باقی رہنے والی نہیں اور نہ ہی کوئی جاندار دنیا کے اندر باقی رہے گا"۔

یہ سن کر اس کے کاتب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے یہ تو شعر ہے۔ تو دیہاتی بولا کہ یہ بات بتاؤ کہ دنیا کسی کے پاس باقی رہے گی؟ کاتب نے کہا نہیں۔ تو پھر کوئی دنیا میں باقی رہے گا؟ کاتب نے کہا کہ نہیں۔ تو کہنے لگا کہ پھر آپ نے اعتراض کر کے خوامخواہ تکلیف ہی اٹھائی ہے۔

ایک عرب نے اپنے گورنر کے کسی کام کے متعلق خطبہ دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ ماہ میں پیدا فرمایا: اسے کہا گیا کہ چھ ماہ میں نہیں بلکہ چھ دن میں۔ تو کہنے لگا کہ قسم بخدا! ارادہ تو میرا بھی یہی بات کہنے کا تھا لیکن میں نے اسے بہت حقیر اور کمتر سمجھا۔

ابوبکر نقاش کہتے ہیں کہ منصور بن نعمان کے کاتب نے بصرہ سے اس کے پاس خط بھیجا کہ میں نے ایک چور پکڑا ہے اور بغیر تفتیش کے کوئی بھی قدم اٹھانا مجھے ناپسند ہے۔ اور وہ ہے بھی درزی۔ منصور نے جواب لکھا کہ پیر کاٹ دو اور ہاتھ چھوڑ دو۔ کاتب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے؟ پھر جواب لکھا کہ میرے حکم کو نافذ کر دو کیونکہ حاضر آدمی جو کچھ دیکھتا ہے غائب وہ نہیں دیکھتا۔

نخاس منصور کے پاس ایک خچر لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے یہ خچر چالیس دینار میں خریدا ہے۔ منصور نے کہا کہ اس بار مجھ سے کچھ نہ کمانا یہ کہہ کر غلام کو حکم دیا کہ اس کو ڈیڑھ ہزار دینار دے دو۔

ایک مرتبہ نخاس خلیفہ مامون کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین کوفہ میں موت پھیل گئی ہے لیکن سلامتی والی ہے۔

ایک دفعہ احمد بن ابی حاتم کے پاس آیا۔ آپ سری پائے وغیرہ کھا رہے تھے۔ انہوں نے اسے کہا کہ اے ابوسہل تشریف لائیں۔ یہ سری کھائیں۔ تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو جنتیوں کے سر کھلائے۔

ایک مرتبہ مامون نے اسے کہا کہ اے منصور! آپ نے دریائے دجلہ کو بہت وسیع

کروایا ہے اب وہ ہم پر طغیانی کر رہا ہے۔ منصور نے کہا کہ آپ سوماشکی کرائے پر لے لیں کہ وہ دریا میں سے پانی لے کر راستے میں چھڑکاؤ کرتے رہیں اس سے پانی کم ہو جائے گا۔
یہ سن کر مامون نے کہا کہ تیرے بارے میں بہت حیران ہوں۔

محمد بن خلف کہتے ہیں کہ ایک گورنر نے اپنے کاتب سے کہا کہ فلاں آدمی کی طرف اس کے تشدد اور سختی کے متعلق خط لکھو اور اسے کہو۔ اے سنڈاسی! جو کچھ تو نے کیا ہے، بہت برا کیا ہے۔ کاتب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معزز رکھے خط و کتابت میں اس طرح کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ تو کاتب سے کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا پاخانے کی جگہ اپنی زبان سے چاٹ لے۔ (یعنی لفظ جو لکھا ہے وہ چاٹ کر مٹا دے)

کچھ لوگوں نے حسین بن مخلد کے خلاف ایک دن احتجاج کیا اور ان سے مال کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں میری مثال تو بادشاہ کی بہ نسبت ریتلی زمین کی ہے کہ اگر میرے اوپر والے حصے پر پانی بہایا جائے تو میرے اندر سے کچھ حاصل کر لو گے۔ اگر تم صبر کر لو حتیٰ کہ میرے پاس مال آ جائے تو میں وہ مال تم پر تقسیم کر دوں گا ورنہ تمہیں اختیار ہے جو مرضی کرو۔

مدائنی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی ثوار نے ہمیں خطبہ دیا۔ اور خطبے میں کہا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور توبہ کی امید رکھو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح علیہ السلام کو ایک اونٹنی کی وجہ سے ہلاک کیا جس کی قیمت پانچ سو درہم تھی۔ تو اس خطبہ کے بعد لوگوں نے اس کا نام "اونٹنی کی قیمت مقرر کرنے والا" رکھ دیا۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے معزول کر دیا۔

مصر کے گورنر حیان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف یہ لکھا کہ سب لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اس لئے یہاں اب جزیہ نہیں ہے۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کی طرف جواب میں لکھا۔ اللہ تعالیٰ جزیہ ختم فرمائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی بنا کر بھیجا ہے جزیہ اکٹھا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔

سلیمان بن حسن بن مخلد کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شجاع بن قاسم کے پاس تھا۔ وہاں کچھ لوگ مظلومیت کا اظہار کرتے ہوئے داخل ہوئے تو شجاع

نے ان کے معاملات میں ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اب تمہارے معاملے میں کوئی غور و فکر نہیں ہو گا کیونکہ امیر اس جیسے معاملات نمٹانے کیلئے کل پرسوں سے بیٹھا ہے تم اسی وقت آ جاتے۔

ایک مرتبہ شجاع خلیفہ مستعین[1] کے پاس اس حالت میں آئے کہ ان کے چوغے کا ایک کونہ پھٹا ہوا تھا۔ مستعین نے وجہ دریافت کی تو شجاع کہنے لگے کہ میں ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔ وہاں میں نے ایک کتے کے چوغے کو پاؤں سے روندا تو اس نے میری دم پھاڑ دی۔ مستعین یہ سن کر خود پر قابو نہ رکھ سکے اور بے تحاشہ ہنس پڑے۔

جریر بن مقفع کسریٰ کے وزیر سے نقل کر کے کہتے ہیں کہ قباذ نامی احمق باغ میں جا کر ریحان پھولوں کی خوشبو سونگھتا اور کہتا کہ میں پھول پر رحم کرتے ہوئے اسے توڑتا نہیں ہوں۔

رقہ میں ہارون الرشید کے گورنر نصر بن مقبل کے متعلق ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے بکری کو حد میں کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو جانور ہے اس پر حد کیسی۔ تو کہنے لگا کہ حدود کسی سے نہیں ٹلتیں۔ اور اگر میں نے حد معطل کر دی تو میں بہت بڑا ظالم کہلاؤں گا۔ یہ خبر ہارون الرشید کو پہنچی تو اس نے اسے طلب کیا۔ جب یہ حاضر ہوا تو ہارون الرشید نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو کہنے لگا کہ میں بنی کلاب قبیلے کا سردار ہوں۔ ہارون الرشید ہنسنے لگا پھر پوچھا کہ تم نے کیسے بکری پر حد جاری کرنے کا حکم دیا؟ تو کہنے لگا کہ میرے یہاں حد میں انسان اور چوپائے برابر ہیں۔ اگر کسی چوپائے پر حد واجب ہو جائے تو میں ضرور اس پر حد جاری کروں گا اگرچہ وہ میری ماں بہن ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حق کے معاملے میں میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ تو ہارون الرشید نے حکم دیا کہ ایسے معاملات میں اس سے کسی قسم کا تعاون نہ کیا جائے۔

ہندوستان کے حکماء میں سے ایک حکیم اپنے ملک کے وزیر کے ہاں حاضر ہوا وزیر بہت کمزور تھا۔ اس نے حکیم سے پوچھا کہ سب سے بڑا علم کونسا ہے؟ تو حکیم نے جواب دیا کہ علمِ طب۔ وزیر کہنے لگا کہ میں طب سے کافی واقف ہوں۔ حکیم نے کہا کہ محترم ذرا یہ تو بتایئے کہ برسام بیماری کا علاج کیا ہے؟ تو وزیر کہنے لگا کہ اس کا علاج موت ہے حتی کہ اس

کے سینے کی حرارت کم ہو جائے۔ پھر ٹھنڈی دوائیوں سے اس کا علاج کیا جائے تا کہ دوبارہ زندہ ہو جائے۔ حکیم نے کہا کہ موت کے بعد اسے زندہ کون کرے گا۔ تو وزیر کہنے لگا کہ یہ ایک علیحدہ علم ہے جو کہ نجوم کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور میں نے علم نجوم سے صرف باب الحیات کا مطالعہ کیا ہے۔ چنانچہ مجھے اس سے یہ بات ملی ہے کہ انسان کیلئے زندگی موت سے بہتر ہے۔ حکیم نے کہا: محترم وزیر صاحب! جاہل آدمی کیلئے زندگی کی بجائے موت ہر حال میں بہتر ہے۔

ابوخندف نے اپنے جانوروں کی جانچ پڑتال کی تو ایک جانور کو دبلا پتلا اور کمزور پایا۔ کہنے لگا کہ باورچی کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو اسے تھپڑ مارا اور پچاس چابک مار کر کہنے لگا کہ جانور اتنا دبلا پتلا کیوں ہے؟ اس نے کہا: میرے آقا! میں تو باورچی ہوں مجھے جانوروں کے متعلق کچھ علم نہیں۔ تو کہنے لگا کہ قسم بخدا! تم باورچی ہو۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ اب چلے جاؤ کل میں جانوروں کے نگران کو بیس سے اوپر ساٹھ چابک ماروں گا لہٰذا دل ہی دل میں خوش ہو جاؤ۔

ابوالحسن محمد بن ہلال صابی کہتے ہیں کہ ایک قوم دیلم سے اپنی زمینوں کی طرف نکلی تو انہوں ایک چور پکڑا جو کہ عراقی کے نام سے مشہور تھا۔ اس کو وزیر ابوعبداللہ المہلبی کے پاس لے گئے تو وزیر نے ابوالحسن احمد القزوینی کاتب کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ ابوالحسن احمد بن محمد القزوینی بغداد کی پولیس کا نگران تھا۔ مہلبی نے اسے کہا کہ یہ عراقی چالاک عیار چور جسے پکڑنے سے تم عاجز آ گئے تھے اسے پکڑ لو اور اس کی سپردگی کا خط لکھ دو۔ کاتب ابوالحسن نے کہا کہ وزیر صاحب کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن آپ نے تو تین آدمیوں کا نام لیا ہے اور یہ تو ایک آدمی ہے۔ تو میں کیسے تین آدمیوں کی سپردگی کا خط لکھوں وزیر نے کہا کہ یہ تینوں ایک چور کی صفات ہیں۔ تو کاتب نے خط یوں لکھا: احمد بن محمد قزوینی کاتب نے محترم وزیر کے حکم سے عیار عراقی چور سپرد کیا جو کہ تین ہیں حالانکہ وہ ایک آدمی ہے اور خط پر تاریخ لکھ دی۔ یہ دیکھ کر وزیر ہنسا اور پاس بیٹھے ہوئے عیسائی سے کہنے لگا کہ آج قزوینی نے ایک چور کے سپرد کرنے میں تمہارے مذہب کی تصدیق کر دی ہے (یعنی تثلیث کا عقیدہ ثابت کر دیا ہے)

ایک کاتب نے ایک گلوکارہ عورت سے کہا کہ اپنے گانے کی یہ آواز میرے لئے لکھ دو۔ وہ کہنے لگی کہ کاتب تم ہو لہذا خود ہی لکھ لو۔ تو وہ کہنے لگا کہ آپ اپنے لہجے میں لکھیں گی جبکہ میں تو اس لہجہ میں اچھی طرح لکھنا نہیں جانتا۔

ابوالحسن بن ہلال صابی کہتے ہیں کہ وزیر ذی السعادات ابوالفرج محمد بن جعفرؒ کو ایک تاجر نے تین قسم کے ریشم کے بنڈل پیش کئے۔ وہ کافی مدت تک اس کے پاس رہے۔ جب مالک واپس لینے آیا تو وزیر نے دوات کھول کر ایک بنڈل پر بڑے موٹے خط سے لکھا کہ یہ لینے کے قابل نہیں۔ دوسرے پر لکھا کہ یہ مجھے پسند نہیں اور تیسرے پر لکھا کہ یہ بہت مہنگا ہے۔ پھر خادم سے کہا کہ یہ بنڈل مالک کو دے دو۔ چنانچہ مالک کے پاس وہ اس حالت میں پہنچے کہ کسی کام کے نہیں رہے تھے اور ضائع ہو چکے تھے۔ اسی وزیر کا گھوڑا جب اس کے نیچے اچھل کود کرتا تو یہ اسے ادب سکھانے کیلئے اس کے کھر کٹوا دیتا۔ جب اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ اسے کھلاؤ پلاؤ لیکن سکھاؤ مت کیونکہ اس کی عادات میں جانتا ہوں۔

کچھ عیسائی مدینہ منورہ کے گورنر عبداللہ بن بشار کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیں تو گورنر کہنے لگا۔ اے کنجری کی اولاد! تمہیں امیر المومنین کے لشکر میں مجھ سے گھٹیا آدمی نہیں ملا تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جھگڑا پیدا کر دو۔ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام ناراض ہوں گے کہ تو نے میری امت کم کر دی)

ایک حاکم منبر پر چڑھ کر یوں خطبہ دینے لگا۔ اے لوگو! اگر تم میری عزت کرو گے تو میں تمہاری عزت کروں گا اور اگر تم لوگوں نے میری توہین کی تو تم میرے نزدیک میرے اس گوز سے بھی زیادہ ذلیل ہو گے یہ کہہ کر زور سے گوز مارا یعنی ہوا خارج کی۔

ایک بیوقوف حاکم برف فروش کے پاس سے گزرا۔ تو اسے کہنے لگا کہ تیرے پاس کیا ہے ذرا دکھاؤ تو سہی؟ اس نے ایک ٹکڑا توڑ کر حاکم کو پکڑا دیا تو کہنے لگا کہ مجھے اس سے زیادہ ٹھنڈا چاہئے۔ تو اس نے دوسری طرف سے ایک ٹکڑا توڑ کر پکڑا دیا۔ حاکم نے کہا کہ اس کی

قیمت کیا ہے؟ برف فروش نے کہا کہ ایک رطل برف ایک درہم کی ہے اور پہلے والا ٹکڑا ڈیڑھ رطل ایک درہم کا ہے۔ تو حاکم نے کہا کہ دوسری طرف والے سے تول دو۔

ایک مرتبہ یہی حاکم ملک شام کے دروازے سے کیچڑ میں سے گزرنے لگا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ بادشاہ سوار ہونا چاہتا ہے۔ اور اگر میں نے واپسی پر یہ کیچڑ دیکھا تو میں تمہیں آگ سے ماروں گا اور کسی کی سفارش تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

قبیصہ خراسان میں اپنے والد کا نائب تھا۔ ایک مرتبہ اس کے والد کا خط آیا تو قبیصہ نے یوں خطبہ دیا۔ کہنے لگا کہ یہ امیر محترم کا خط ہے قسم بخدا! وہ تو اطاعت کے مستحق ہیں وہ میرے والد ہیں اور مجھ سے بڑے بھی ہیں۔

ابو اسحاق صابی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی عجم کے بڑے کاتبوں میں سے تھا اور ابو العباس بن درستویہؒ کے نام سے معروف تھا۔ یہ ابو الفرج محمد بن عباسؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ محمد بن عباس اپنے والد ابو الفضل کی تعزیت کیلئے بیٹھا ہوا تھا اس کی موت کی خبر اہواز سے آئی تھی۔ محمد بن عباس کے پاس رؤساء مملکت بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اسے اس کے والد کی جگہ دیوان کا والی بنا دیا گیا تھا۔ جب ابن درستویہ مجلس میں بیٹھا تو بے تکلف رونے لگا اور کہنے لگا کہ ممکن ہے یہ خبر ویسے ہی افواہ ہو تو محمد نے کہا افواہ نہیں بلکہ بہت سے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ ابن درستویہ کہنے لگا کہ ان سب کو چھوڑ دو کیا اس کا اپنا لکھا ہوا خط آیا ہے؟ (کہ میں وفات پا گیا ہوں) تو محمد بن عباس نے کہا کہ اگر اس کے اپنے ہاتھ کا خط آجاتا تو ہم یہاں تعزیت کیلئے نہ بیٹھے ہوتے۔ اس بات پر تمام لوگ بہت ہنسے۔

قرمیسین کے گورنر عبداللہ بن فضلویہ نے بھری مجلس میں یہ شعر پڑھا:

یوم القیامة یوم لا دواء لـه ۔ آلا الطّلاء و آلا اللهو و اللعب

''قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ جس کا سوائے لہو ولعب اور طرب و خوشی کے کوئی علاج نہیں ہے''۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ یہ ''یوم الحجامة'' ہے ''یوم القیامة'' نہیں۔ تو کہنے لگا کہ معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں نحو کا علم اچھی طرح سے نہیں جانتا۔ (حالانکہ اس

بات میں علم نحو کا کیا عمل دخل)

حاشیہ جات

1- مستعین: احمد بن محمد بن معتصم بن ہارون الرشید ابوالعباس امیر المومنین المستعین باللہ پورا نام ہے۔ مملکت عباسیہ کے خلفاء میں سے عراق کے خلیفہ تھے۔ تاریخ ولادت ۲۱۹ھ ہے۔ منتصر بن متوکل کی وفات کے بعد ۲۴۸ھ میں خلیفہ ہوئے۔ اور ۲۵۲ھ میں خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

2- ابوالفرج محمد بن جعفر: ان کا نام محمد بن جعفر بن محمد بن عباس ابوالفرج ہے لقب ذی السعادات ہے۔ بغداد کے رہنے والے ادیب اور کاتب تھے تاریخ وفات ۴۴۰ھ ہے۔

3- ابوالعباس بن درستویہ: ان کا نام عبداللہ بن جعفر بن محمد بن درستویہ بن مرزبان ہے اور کنیت ابو محمد ہے۔ فارسی الاصل ہیں۔ اپنے زمانے کے علمائے لغت میں سے مشہور و معروف تھے۔ بغداد میں وفات پائی تاریخ وفات ۳۴۷ھ ہے۔

4- ابوالفرج محمد بن عباس: ان کا نام محمد بن عباس شیرازی اور کنیت ابوالفرج ہے وزیر اور کاتب تھے۔ خلیفہ مطیع عباسی نے ۳۵۹ھ میں وزیر بنایا۔ ایک سال اور چالیس دن بعد معزول ہوئے اور قید کر دیئے گئے۔ تاریخ وفات ۳۷۰ھ ہے۔

تیرہواں باب:

مغفّل قاضیوں کے بیان میں

ابنِ اعرابی کہتے ہیں کہ ابودلامہ[1] ایک شخص کے ساتھ جھگڑے کا مقدمہ قاضی عافیہ کے پاس لے گیا اور کہا:

لقد خاصمتني غواة الرجال — و خاصمتهم سنة و افية
فما ادحض اللّٰه لي حجة — و ما خيّب اللّٰه لي قافية
فمن كنت من جوره خائفا — فلست اخافك يا عافية

"گمراہ لوگوں نے مجھ سے جھگڑا کیا اور میں ان کے ساتھ ایک سال تک لڑتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے میری کوئی دلیل باطل نہیں کی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے میرا قافیہ نامراد کیا۔ پس وہ کون ہے جس کے ظلم سے میں خوفزدہ ہوں۔ عافیہ آپ سے مجھے کوئی خوف نہیں"۔

یہ سن کر عافیہ کہنے لگا کہ میں امیر المؤمنین سے تیری شکایت کروں گا۔ ابودلامہ نے کہا: کیوں میری شکایت کروگے؟ کہا اس لئے کہ تو نے میری ہجو یعنی مذمّت کی۔ ابودلامہ نے کہا خدا کی قسم! اگر آپ میری شکایت کریں گے تو امیر المؤمنین آپ کو معزول کردیں گے۔ قاضی عافیہ نے کہا کہ وہ کس لئے؟ کہا اس لئے کہ آپ ہجو اور مدح کو نہیں پہچانتے۔ (اس لئے عہدہ قضاء کے اہل نہیں ہیں)

عبدالرحمٰن بن مسہر نے بیان کیا کہ قاضی ابو یوسف نے مجھے مقام جبل کا قاضی مقرر کیا۔ مجھے خبر ملی کہ ہارون الرشید جبل تشریف لانے والے ہیں تو میں نے جبل کے باشندوں سے درخواست کی کہ ہارون الرشید کے سامنے میری تعریف کرنا۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا اور منتشر ہوگئے۔ جب انہوں نے مجھے بالکل مایوس کردیا تو میں نے داڑھی میں کنگھی کی اور خود استقبال کیلئے کھڑا ہوگیا۔ جب ہارون الرشید اور قاضی ابو یوسف کی مجھ سے ملاقات

ہوئی تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! جبل کا قاضی بہت ہی بہترین قاضی ہے یہ ہم پر عدل کرتا رہا۔ اور ایسی ہی اپنی بہت سی تعریف کی۔ قاضی ابو یوسف نے میری طرف دیکھ کر سر جھکا لیا اور ہنسنے لگے۔ یہ دیکھ کر ہارون نے پوچھا کہ آپ کیوں ہنسے؟ تو قاضی ابو یوسف نے کہا کہ یہی تو قاضی ہے جو اپنی تعریف کر رہا ہے ہارون اتنا ہنسے کہ اپنے پیروں سے مٹی کریدنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شیخ بیوقوف اور نیچ قوم کا ہے اسے معزول کر دو۔ چنانچہ ابو یوسف نے فوراً مجھے معزول کر دیا۔

علی بن ہشام کہتے ہیں کہ حجاج نے ایک شامی شخص کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا اس کو ابو حمیر کہا جاتا تھا۔ جمعہ کا دن تھا وہ جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک عراقی سے ملاقات ہوگئی۔ عراقی نے پوچھا۔ ابو حمیر! کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا کہ جمعہ پڑھنے۔ عراقی نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین نے جمعہ مؤخر کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ گھر واپس لوٹ گیا۔ جب دوسرے دن حجاج سے ملاقات ہوئی تو حجاج نے پوچھا ابو حمیر آپ کہاں تھے؟ ہمارے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوئے؟ تو کہنے لگا کہ مجھے راستے میں ایک عراقی ملا تھا اس نے کہا کہ امیر المؤمنین نے جمعہ مؤخر کر دیا ہے تو میں واپس چلا گیا۔ یہ سن کر حجاج ہنسا اور کہنے لگا۔ اے ابو حمیر! تجھے یہ معلوم نہیں کہ جمعہ کا دن مؤخر نہیں ہو سکتا۔

حیان بن حسان کو فارس کے علاقے کرمان کا قاضی مقرر کیا گیا تو اس نے انہیں یوں خطبہ دیا۔ اے کرمانیو! کیا تم عثمان بن زیاد کو جانتے ہو وہ میرے چچا اور میری والدہ کے بھائی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تب تو وہ آپ کے ماموں ہوئے۔

ابن خلف کہتے ہیں کہ عبدان کے قاضی کے چہرے پر کثرت سے مکھیاں گرنے لگیں تو قاضی نے کہا کہ اللہ تمہاری قبریں زیادہ کرے۔

ابن خلف کہتے ہیں کہ ایک راوی نے بیان کیا کہ دو آدمی حران کے قاضی ابو العطوف کے پاس گئے ایک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قاضی کو تندرست رکھے۔ اس شخص نے میرا مرغا ذبح کیا ہے اس سے میرا حق وصول کیا جائے۔ یہ سن کر قاضی نے دونوں سے کہا کہ تم پولیس افسر کے پاس جاؤ اس لئے کہ خون کا فیصلہ وہ کرتے ہیں۔

ابو فضل ربعی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ مامون نے حمص کے رہنے والے ایک شخص سے وہاں کے قاضیوں کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! سب سے پہلے تو ہمارے قاضی صاحب کوئی بات سمجھ نہیں پاتے اور جب سمجھ جاتے ہیں تو شک میں پڑ جاتے ہیں۔ مامون نے کہا تیرا ستیاناس ہو۔ وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ ایک بار ایک آدمی ان کے پاس آیا اور دوسرے آدمی پر چوبیس درہم کا دعویٰ کیا۔ مدعا علیہ نے اقرار کیا۔ قاضی نے اسے کہا کہ پھر ادا کرو۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قاضی کو درست رکھے۔ میرے پاس ایک گدھا ہے۔ جس سے میں روزانہ چار درہم کماتا ہوں۔ اس میں سے ایک درہم گدھے پر خرچ کرتا ہوں اور دوسرا اپنے اوپر خرچ کرتا ہوں اور دو درہم اس کیلئے جمع کرتا ہوں۔ جب چوبیس درہم جمع ہو جاتے ہیں تو یہ غائب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ جمع شدہ مال مجھ سے خرچ ہو جاتا ہے۔ اب میری سمجھ میں ایک ہی صورت نظر آرہی ہے کہ آپ اسے بارہ دن قید کر دیں یہاں تک کہ میں چوبیس درہم جمع کر کے اس کو دے دوں۔ تو ہمارے قاضی صاحب نے مدّعی کو قید کر دیا۔ حتیٰ کہ مدّعا علیہ نے مال جمع کر کے اس کے حوالے کیا۔ یہ سن کر مامون بہت ہنسا اور اس قاضی کو معزول کر دیا۔

ابو بکر ہذلی کہتے ہیں کہ بلال بن بردہ سے پہلے ثمامہ بن عبداللہ بن انس بصرہ کے قاضی تھے اور یہ اکثر فیصلہ غلط کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے ثمامہ کے ہاں ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کے پاس فلاں چیز ودیعت رکھی ہے۔ اور میرے پاس گواہ نہیں ہے۔ ثمامہ نے اس شخص سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو وہ عورت کہنے لگی کہ یہ بہت برا آدمی ہے قسم کھا لے گا اور میرا حق لے لے گا۔ آپ اسحاق بن سوید سے قسم لے لیں وہ اس کا پڑوسی ہے ثمامہ نے اسحاق کے پاس پیغام بھجوا کر بلوایا اور اس سے قسم لی۔

ابو الخیر الخیاط نے اپنے کسی ساتھی سے نقل کیا کہ میں الجزائر کے شہر تاہرت[2] میں داخل ہوا۔ وہاں کا رہنے والا ایک آدمی قاضی تھا اس کے پاس ایک ایسا مجرم آیا جس نے ایسا جرم کیا تھا کہ اس جرم کی کتاب و سنت میں کوئی منصوص سزا مذکور نہیں تھی۔ تو قاضی صاحب نے تمام فقہاء کو حاضر کیا اور ان سے پوچھا کہ اس آدمی نے ایسا جرم کیا ہے۔ جس کیلئے کتاب اللہ

اور حدیث مبارکہ میں کوئی معروف حکم نہیں ہے۔ اس بارے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ سب نے جواب دیا کہ آپ کا جو فیصلہ ہو وہی ہمارا فیصلہ ہے۔ قاضی نے کہا کہ میرا تو یہ خیال ہے کہ میں قرآن کے اوراق تین دفعہ آپس میں ملاؤں اور کھولوں اور اس میں جو حکم نکلے اس پر عمل کروں فقہا نے کہا کہ درست ہے۔ جب قاضی نے قرآن کریم کے اوراق تین بار ملا کر کھولے تو کرنا ایسا ہوا کہ ہر بار یہی آیت نکلی "سنسمہ علی الخرطوم" "ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔ (القلم آیت ۱۶) تو قاضی نے اس آدمی کی یعنی مجرم کی ناک کاٹ کرا سے چھوڑ دیا۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی کو قاضی کی مجلس میں حاضر کر کے اس پر تیس دینار کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ بھی پیش کیا۔ تو قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ ابھی اسے پندرہ دینار دے دو یہاں تک کہ دوسرا گواہ پیش کر دے تو باقی پندرہ دے دینا۔

ہمارے دوستوں میں سے ایک فقیہہ نے بیان کیا کہ میرے پاس قاضی کا ایک امین حاضر ہوا اور مجھ سے میراث کے ایسے حصے کے متعلق پوچھا جس میں سدس تھا۔ کہنے لگا سدس کے کیا معنی ہیں؟ میں نے کہا کہ دینار کے تین قیراط اور ایک حبہ یا چھ حصوں میں سے ایک حصہ سدس کہلاتا ہے۔ کہنے لگا کہ یہ میرے لئے لکھ دو تا کہ میں اسے اچھی طرح جان لوں تو میں نے کہا قسم بخدا! میں تیرے لئے تو یہ بالکل نہیں لکھوں گا۔

حاشیہ جات

1- ابو دلامہ: ان کا نام زند بن جون الاسدی ہے۔ اہل ظرافت میں سے فطری شاعر تھا۔ بہت موٹا اور سیاہ رنگ والا تھا۔ اس کا والد بنو اسد قبیلے کے ایک آدمی کا غلام تھا پھر آزاد ہو گیا۔ ابو دلامہ نے کوفہ میں پرورش پائی اور بنی عباس کے خلفاء کے ساتھ رہا اور ان کے قصائد اور مدح لکھی۔ خلفاء بنو عباس اس پر بہت زیادہ عطیات نچھاور کرتے تھے۔ تاریخ وفات ۱۶۲ھ ہے۔

2- تاہرت: جمہوریہ الجزائر کا شہر ہے۔ قدیم تاہرت شہر کی بنیادوں پر جدید خطوط پر تعمیر کیا گیا۔ ابو عبید البکری کہتے ہیں کہ تاہرت شہر کے چار دروازے ہیں اور یہ جزول پہاڑ کے دامن میں ہے اور مینا نامی نہر کے کنارے واقع ہے۔

چودھواں باب:

مغفّل کاتبین اور دربانوں کا بیان

حماد بن اسحاق کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے ابوبکر بن حزم کی طرف لکھ کر بھیجا کہ "احص من قبلك من المخنثين" یعنی اپنے یہاں کے ہیجڑے شمار کرلو۔ تو کاتب نے غلطی سے "احص" کی بجائے "اخص" لکھ دیا جس کے معنی ہیں کہ خصی کردو۔ تو ابوبکر بن حزم نے تمام ہیجڑوں کو بلا کر سب کو خصی کر دیا۔ یہی حکایت اس طرح بھی منقول ہے کہ انہوں نے اس لئے خصی کر دیا تھا کہ یہ بہت غیور تھے اس صورت میں غلطی نہیں ہوگی۔

حسین بن سمید ع انطا کی کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں انطا کیہ میں حلب کے ایک گورنر رہتے تھے ان کا ایک احمق کاتب تھا۔ ایک دفعہ مسلمانوں کی وہ کشتی جو کہ دشمن پر حملہ کرتی تھی وہ شلندیتان سمندر میں ڈوب گئی تو اس کاتب نے حلب کے گورنر کی جانب سے اپنے ساتھی کو یوں اطلاع دی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ خوب جان لو۔ اے امیر! اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دے کہ شلندیتان میں جانے والی یعنی سمندر میں سفر کرنے والی سواریاں سمندر سے پلٹنے لگی ہیں یعنی موجوں کی شدت کی وجہ سے ڈوب گئی ہیں اور جو چیز بھی اس میں تھی ہلاک ہوگئی ہے یعنی ضائع ہوگئی ہے۔ امیرِ حلب نے اس کے جواب میں یوں لکھ بھیجا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ آپ کا خط وارد ہوا یعنی ملا اور ہم نے اسے سمجھا یعنی پڑھا۔ اپنے کاتب کو ادب سکھاؤ یعنی اس کی گدی پر تھپڑ لگاؤ۔ اسے تبدیل کردو یعنی معزول کردو کیونکہ یہ مائق یعنی احمق ہے والسلام۔ یعنی خط اختتام کو پہنچا۔

عبداللہ بن محمد الصوری کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے سہل بن بشر کاتب کو دیکھا کہ ایک چتکبرا کوّا اس کے گھر کے صحن کی دیوار پر چیخنے لگا۔ اس سے وہ بہت پریشان ہوا۔ فوراً کہا کہ چوکیدار کو بلاؤ۔ اسے حاضر کیا گیا۔ چوکیدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تو نے اس کوّے کو یہاں کیوں چیخنے دیا۔ چوکیدار نے کہا: آقا! اس میں میرا کیا قصور ہے؟ میرے

ذمے تو دروازے کا پہرہ ہے اور کوا تو دروازے سے داخل ہی نہیں ہوا۔ پھر یہ میرا جرم کیسے شمار ہوسکتا ہے اور میرے اندر اتنی طاقت کہاں کہ اسے چیخنے سے منع کردوں۔ یہ سن کر کاتب نے کہا کہ گردن ادھر کرو اور پھر اس کی گدی پر لگاتار مارتا رہا حتی کہ میں نے اس کی سفارش کرکے اسے چھڑوادیا۔

ابو علی نمیری کہتے ہیں کہ ہم نے شوال کا چاند دیکھا اور پھر سوار بن عبداللہ کی طرف آئے تاکہ چاند دیکھنے کی شہادت دے سکیں۔ اس کے دربان نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ تم سب پاگل ہو؟ ابھی تک تو امیر نے خضاب بھی نہیں لگایا اور نہ ہی کوئی تیاری کی ہے۔ اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ تمہیں دو سو کوڑے ماریں گے۔ اس لئے چلے جاؤ۔ چنانچہ ہم سب واپس لوٹ گئے اور لوگوں نے عید کے دن بھی روزہ رکھا۔

ابو بکر نقاش کہتے ہیں کہ قاضی عبداللہ بن مسعود سے پوچھا گیا کہ کیا آپ پاکدامن اور متقی احمق شخص کی شہادت جائز قرار دیتے ہیں؟ تو فرمایا: نہیں اور میں ابھی تمہیں دکھاتا ہوں پھر کہا: اے لڑکے! میرے دربان ابو الورد کو بلاؤ۔ یہ دربان احمق تھا جب وہ آیا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ ذرا باہر جا کر ہوا دیکھ کر آؤ۔ وہ نکلا اور پھر واپس آکر کہنے لگا کہ شمالی ہوا چل رہی ہے جس میں جنوبی ہوا بھی ملی ہوئی ہے۔ قاضی نے سائلین سے پوچھا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے کیا میں اس جیسے آدمی کی شہادت جائز قرار دوں۔ ابن قتیبہ نے بھی اسی طرح کی حکایت بیان کی ہے۔

ابو احمد حارثی کہتے ہیں کہ میں دیلم کے ایک کاتب کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے یوں قسم اٹھائی۔ اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور کہا کہ میں نے اس سے طلاق اور عتاق (آزادی) مراد لی ہے۔

اسی کاتب نے ایک مرتبہ میری موجودگی میں قربانی کے جانوروں کی فہرست تیار کی وہ انہیں اپنے ساتھی کے گھر میں علیحدہ علیحدہ کرنا چاہتا تھا اس وقت عید الاضحیٰ بھی قریب تھی۔ اس نے لکھا کہ بیل قائد ہے اور اس کی بیوی گائے ہے اس کا بیٹا مینڈھا ہے اور بیٹی دنبی ہے اور کاتب بکرا ہے۔ میں نے کہا۔ محترم! کیا یہ سب آپ کو روح الامین سے الہام ہوا ہے۔

لیکن اسے میری بات سمجھ نہ آسکی تو میں نے وہ فہرست اس سے لے لی۔

اسی کاتب نے اپنے دوست کی طرف یوں خط لکھا۔ اے میرے سردار! اے میرے پروردگار! اس سے میری مراد تیرے گھر میں میری وہ قمیض ہے۔ جس میں میں رہتا ہوں اور تیری مہر شدہ گردن سے خون بہنے لگا ہے کہ نہیں۔ اور تیرے سر کے اس حق کی قسم جس سے میرا غلام محبت کرتا ہے کہ اپنی نبیذ سے کچھ پی لو اور میرے لئے اس قاصد کے ہاتھ بھیج دو جو مجھ سے اور آپ سے زیادہ اعتماد والا اور بھروسے والا ہے۔

ابو احمد کہتے ہیں کہ مجھے دیلم کے ایک قائد کے متعلق یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے کہا کہ میرا منشی جانوروں کے امور اور سامان خریدنے میں ماہر ہے اور اس میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔

عبداللہ بن ابراہیم موصلی کہتے ہیں کہ حجاج کو اپنے ایک دوست کے مصیبت زدہ ہونے کی اطلاع پہنچی اس وقت عبدالملک شامی کا قاصد اس کے پاس موجود تھا۔ حجاج نے کہا کہ کیا ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جو چند شعر کہہ کر مجھے تسلی دے۔ تو شامی قاصد نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ حجاج نے کہا کہ سناؤ۔ شامی نے کہا:

و كلّ خليل سوف يفارق خليله

''عنقریب ہر دوست اپنے دوست سے جدا ہو جائے گا''۔

یعنی مر جائے گا یا گھر کی چھت سے گر جائے گا یا چھت اس پر گر جائے گی یا کنویں میں گر پڑے گا یا اور کچھ ہوگا جس کا مجھے علم نہیں۔ حجاج نے کہا کہ تو نے تو میری مصیبت میں مجھے امیر المومنین کی بنسبت زیادہ تسلی دی کہ انہوں نے میرے پاس تمہارے جیسا قاصد بھیجا۔

ایک کتاب میں یہ مذکور ہے کہ قدامہ بن زید نے اپنے ایک غلام کو قطربل کی طرف شراب خریدنے کیلئے گدھے پر سوار کر کے بھیجا۔ چنانچہ غلام گیا اور شراب خرید لی۔ جب واپسی میں قطربل شہر کے دروازے پر پہنچا تو اسے پولیس نے پکڑ کر مارا اور شراب بہادی تو غلام نے قدامہ کے ساتھ یوں رابطہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

میں آپکی رحمت سے آپ پر قربان ہوا۔ قطربل شہر کی پولیس میرے غلام پر زیادہ طاقتور ہے۔ انہوں نے برتن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کو پچاس رطل سے مارا ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ تجھے گدھے چرانے میں عزت دے۔ انشاء اللہ مصیبت زدہ۔

ایک کاتب نے حکیم کی طرف یوں لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

اے یوحنا! تیرا ستیاناس ہو۔ میں تجھ سے فائدہ اٹھاؤں۔ میں نے پچاس نشست دوائی پی لی ہے آنتوں اور پیٹ میں مروڑ سے میرا سر اور آنکھیں سوج گئی ہیں۔ بلاتاخیر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ عنقریب تجھے معلوم ہوگا کہ میں مر جاؤں گا اور تو میرے بغیر زندہ رہے گا۔ انشاء اللہ ہمیشہ کا بیمار۔

حجاج بن ہارون کاتب نے حنین نصرانی کے سامنے اپنی بیماری کا ذکر کیا تو حنین نے اسے دوپہر کا کھانا مؤخر کرنے اور رات کو اپنی بتائی ہوئی دوائی کھانے کا حکم دیا۔ صبح کو حجاج نے اس کی طرف لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

میں تم پر اپنی نعمت پوری کر رہا ہوں میں نے دوائی پی لی ہے اور تھوڑا سا روٹی کا ٹکڑا کھا لیا ہے اب میں پیٹ کے مروڑ کی وجہ سے چقندر کی طرح سرخ ہو رہا ہوں اب میرے پیٹ کے انکار کے مطابق آپ کی جو رائے ہو۔ انشاء اللہ میں بیمار ہو ہی گیا۔

ایک کاتب نے اپنے دوست کی طرف لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے اگر مجھے وہ بیماری نہ ہوتی جسے میں بھول چکا ہوں تو میں بذات خود آ کر آپ کو پہچان لیتا۔ والسلام۔

متوکل نے محمد بن عبداللہ کی طرف چیتے کا مطالبہ کرتے ہوئے خط لکھا تو محمد بن عبداللہ نے جواب دیا میں لکھا کہ آپ نے لا الہ الا اللہ و صلی اللہ علی سیدنا محمد کے مقام سے نجات پائی جو کچھ بھی آپ نے مانگا ہے ایک درہم کے چھٹے حصے کے برابر بھی

میرے پاس ہوتا تو میں اس کو قربان کر دیتا۔ میرے پاس نہ تو چیتا ہے اور نہ ہی تیندوا۔ میرے آقا۔ مجھ پر یہ گمان نہ کرنا کہ میں آپ کے ساتھ تھوڑا سا بھی بخل کر رہا ہوں۔

معاویہ بن مروان نے ولید بن عبدالملک کی طرف لکھا۔ میں نے آپکی طرف سرخ ریشم بھیجا ہے تو مجھے بخار ہو گیا ہے۔

ایک آدمی نے بصرہ سے اپنے والد کی طرف خط لکھا کہ ابا جان! میں آپ کی طرف خط لکھ رہا ہوں، ہم ایسی حالت میں ہیں جیسا کہ اللہ کی مدد اور قوت نے آپ کو خوش کیا ہے آپ کے جانے کے بعد ہم بالکل خیریت سے رہے۔ ہاں! البتہ ہماری دیوار امی جان، چھوٹے بھائی، بہن، لونڈی، گدھے، مرغی اور بکری پر گر پڑی ہے اور میرے علاوہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔

ابو کعب نے اپنے گھر کی طرف اس پتے پر خط لکھا۔ "ابو کعب کی جانب سے اس کا پتہ اس کے گھر والوں کو دیا جائے گا۔ انشاءاللہ!

ایک غلام زادے نے دوسرے غلام زادے کی طرف لکھا۔ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے صدقے تیرے لئے اس سے مشکلات مانگتا ہوں اور میرے دادا جو اس اللہ کے رسول ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے ان کے حق کی قسم میں تجھ سے اپنے دادا متوکل سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ کے پاس بہت بہت نصف کھجور کا شیرہ یا نبیذ آئی ہے اور مجھے بہت سخت دوسرا نصف پسند ہے میری زندگی کی قسم کہ آپ میرے لئے ضرور ایک گھڑا یا پانچ یا چھ یا سات بوتلیں یا اس سے زیادہ مکمل یا تین خماسیات روانہ کر دیں گے اور مجھے ناراض مت کرنا۔ انشاءاللہ! آپ کو اس کی توفیق نصیب ہو گی۔

پندرہوں باب:

بیوقوف موذنوں کا بیان

ابوبکر نقاش کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے ایک موذن کو یوں اذان دیتے ہوئے سنا۔ اشھد انّ محمداً رسولَ اللّٰہ۔ یعنی ''رسول'' کو منصوب پڑا۔ تو اعرابی نے کہا: بدبخت! یہ کیا کہہ رہا ہے۔

محمد بن خلف کہتے ہیں کہ ایک موذن سے کہا گیا کہ آپ کی اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی اگر آپ اونچی آواز میں اذان دیں تو بہتر ہوگا۔ تو موذن کہنے لگا کہ میں ایک میل کی مسافت سے اپنی آواز سنوا سکتا ہوں۔

ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک موذن کو دیکھا۔ اس نے اذان دی اور پھر چل پڑا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا کہ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری آواز کہاں تک پہنچی ہے۔

ایک موذن نے اذان دی تو اس سے کہا گیا کہ تیری آواز کتنی پیاری ہے؟ تو اس نے کہا کہ میری والدہ مجھے بچپن میں بلادت یعنی بیوقوفی کھلایا کرتی تھی حالانکہ وہ بلادر کہنا چاہ رہا تھا۔

شریح بن یزید کہتے ہیں کہ سعید بن سنان مہدی حمص کی جامع مسجد میں موذن تھے۔ بہت نیک شخص تھے رمضان المبارک میں لوگوں کو سحری کیلئے جگاتے تھے۔ سحری کا اعلان یوں کیا کرتے تھے۔ اے لوگو! اپنے گوشت کی ہانڈیوں کو تیز کردو کھانے میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ میں اذان دوں۔ ورنہ اللہ تمہارے چہرے سیاہ کردے گا اور تم لوگ بہت بری بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

سولہواں باب:

مغفّل اماموں کا بیان

ابو العیناء[1] بیان کرتے ہیں کہ مدنی صف اوّل میں امام کے پیچھے کھڑے تھے امام کو کوئی چیز یاد آئی تو اس نے نماز چھوڑ دی اور مدنی کو امامت کیلئے آگے کر دیا۔ کافی دیر ساکت و جامد کھڑا رہا۔ جب لوگ تھک گئے تو انہوں نے سبحان اللہ کہہ کر اسے خبردار کرنا چاہا لیکن مدنی اپنی جگہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ لوگوں نے اسے ہٹا کر کسی اور کو آگے کر دیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد لوگ مدنی کو ڈانٹنے لگے تو مدنی کہنے لگا کہ میرا تو یہ خیال تھا کہ امام صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے آنے تک میری جگہ کی حفاظت کرتے رہو تا کہ کوئی دوسرا امام نہ بنے۔

محمد بن خلف بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایک امام کے پاس سے گزرا جو کہ لوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا۔ اس نے یوں پڑھنا شروع کیا "الٓمٓ غلبت الترک" جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں نے اسے کہا کہ صحیح آیت تو اس طرح ہے "الٓمٓ غلبت الروم" امام کہنے لگا کہ یہ سب ہی ہمارے دشمن ہیں کوئی پرواہ اور حرج نہیں ان میں سے جس کا بھی نام لوں صحیح ہے۔

مندل بن علی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن فجر کے وقت اعمش اپنے گھر سے نکلے۔ بنو اسد کی مسجد کے پاس سے گزر رہے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہی تو اعمش مسجد میں داخل ہو کر نماز میں شامل ہو گئے۔ امام نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ اور دوسری میں آل عمران پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو اعمش نے اس سے کہا کہ خدا سے نہیں ڈرتے ہو اور کیا رسول نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ نہیں سنی کہ "جو تم میں سے لوگوں کا امام بنے تو ہلکی نماز پڑھائے اس لئے کہ امام کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجتمند بھی ہوتے ہیں"۔[2] تو امام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے کہ

و انّھا لکبیرۃ الّا علی الخاشعین۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۴۵)

"بیشک وہ (نماز دشوار ہے مگر خاشعین پر کچھ دشوار نہیں"۔

تو اعمش نے کہا کہ میں تیری طرف انہی خاشعین کا قاصد ہوں کہ تو نہایت ہی سخت ہے۔

مدائنی بیان کرتے ہیں کہ امام نے "ولا الضّالین" میں ضاد کی بجائے ظاء پڑھا۔ پیچھے سے ایک آدمی نے اس کی پشت پر تھپڑ مارا۔ اس نے کہا "آہ ضہری" ہائے میری پیٹھ۔ (یعنی ظہری کی بجائے ضہری کہا) تو اس آدمی نے کہا: اے فلانے! ظہر کے یعنی اپنی پیٹھ کا ضاد لے کر "ظالین" میں لگا دو تو بچ جاؤ گے اور یہ لقمہ دینے والا آدمی لمبی داڑھی والا تھا۔

جاحظ کہتے ہیں کہ ابوالعنبس[۳] نے مجھے بتایا کہ ایک لمبی داڑھی والا احمق آدمی ہمارا پڑوسی تھا وہ محلّے کی مسجد میں قیام کرتا۔ اذان دیتا اور نماز پڑھاتا تھا۔ وہ اکثر لمبی سورتوں سے نماز پڑھایا کرتا تھا۔ ایک رات اس نے عشاء کی نماز پڑھائی تو بہت لمبی قرأت کی تو لوگ اس سے تنگ آ گئے اور اسے کہا کہ ہماری مسجد سے نکل جاؤ ہم تمہاری جگہ کسی اور کو امام بنائیں گے اس لئے کہ تم نماز بہت لمبی پڑھاتے ہو حالانکہ مقتدیوں میں کمزور اور حاجتمند بھی ہوتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ میں آج کے بعد کبھی بھی لمبی نماز نہ پڑھاؤں گا تو مقتدیوں نے اسے چھوڑ دیا اور امام بنائے رکھا۔ دوسرے دن جب وہ نماز پڑھانے لگا تو الحمد شریف پڑھنے کے بعد کافی دیر سوچتا رہا کہ کونسی سورت پڑھوں۔ تو مقتدیوں میں سے ایک نے چیخ کر کہا کہ تمہارا سورۂ عبس کے متعلق کیا خیال ہے؟ تو کوئی نہیں بولا سوائے ایک شیخ کے جو کہ کم عقل اور لمبی داڑھی والا تھا۔ اس نے کہا کہ اس امام کو سر کے بل الٹا لٹکا کر کہو کہ یہی سورت پڑھے۔

ایک امام نے دوران نماز یہ آیت تلاوت کی "و واعدنا موسی ثلاثین لیلة و اتممناها بعشر فتمّ ربّه خمسین لیلة"۔[۴] (سورۂ اعراف آیت ۱۴۲)

"اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں دس راتوں سے ملا کر مکمل کیا تو اس طرح ان کے پروردگار کا وقت پچاس راتوں میں مکمل ہوا"۔

یہ سن کر ایک آدمی نے اسے پیچھے سے کھینچ کر کہا کہ نہ تجھے صحیح پڑھنا آتا ہے اور نہ ہی تو حساب کرنا جانتا ہے۔

ایک امام نماز پڑھانے لگا۔ الحمد شریف پڑھنے کے بعد سورۂ یوسف شروع کی تو لوگ اسے چھوڑ کر جانے لگے۔ جب اسے محسوس ہوا تو کہنے لگا سبحان اللہ! "قل هو الله احد" تو

تمام لوگ واپس آ گئے اور اس کے پیچھے نماز ادا کی۔

ایک امام نے دوران نماز "اذا الشمس کوّرت" پڑھی جب "فاين تذهبون" (تم کہاں جا رہے ہو) پر پہنچا تو پھنس گیا۔ پھر بار بار "فاين تذهبون" دہرا تا رہا قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے۔ مقتدیوں میں سے ایک آدمی کے پاس تھیلی تھی اس نے وہ تھیلی امام کے سر پر مار کر کہا کہ میں جا رہا ہوں اور باقی لوگوں کا مجھے علم نہیں کہ یہ کہاں جا رہے ہیں۔

حاشیہ جات

1- ابو العیناء: ان کا نام محمد بن قاسم بن خلاد بن یاسر الہاشمی ہے۔ بہت پائے کے ادیب، فصیح اللسان، مزاح نگار اور سرعت جوابی کے حامل شاعر تھے بہت ذہین اور عظیم شاعر تھے۔ چالیس سال کی عمر میں بصارت ختم ہو گئی۔ بصرہ میں ۲۸۳ھ کو انتقال ہوا۔

2- امام بخاری نے ۴۰۳۰، امام مسلم نے ۳۶۷، ابو داؤد نے ۴۹۷۰، امام نسائی نے ۴۹۴/۲ اور امام ترمذی نے ۲۳۶ کے تحت یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔

3- ابو العنبس: محمد اسحاق بن ابراہیم صیرمی کوفی ان کا نام ہے۔ مزاح نگار اور ہجو گو شاعر تھا۔ علم نجوم کے متعلق بھی جانتا تھا۔ خلیفہ متوکل کا مصاحب تھا۔ ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔

4- صحیح لفظ "اربعین" ہے۔ سورۃ اعراف۔ آیت ۱۴۲۔

سترھواں باب:

بیوقوف دیہاتیوں کا بیان

ابوعثمان مازنی[1] کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی بصرہ میں اپنے رشتے داروں کے پاس گیا انہوں نے اسے قمیض بنوانے کیلئے کپڑا دیا۔ اس نے وہ کپڑا درزی کو دیا۔ درزی نے کپڑا ناپ کر کاٹنا شروع کر دیا۔ دیہاتی نے درزی سے کہا تو نے میرا کپڑا پھاڑا کیوں؟ درزی نے کہا کہ کاٹے بغیر اس سے قمیض نہیں بن سکتی۔ اس وقت دیہاتی کے پاس ایک سخت ڈنڈا تھا اس سے درزی کو مار مار کر زخمی کر دیا درزی نے کپڑا پھینکا اور بھاگ پڑا۔ دیہاتی نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے اس کا پیچھا کیا۔

ما ان رأیت و لا سمعت بمثله — فیما مضی من سالف الاحقاب

من فعل علج جئته لیخیط لی — ثوبا فخرّقه کفعل مصاب

فعلوته بهراوة کانت معی — فسعی و ادبر ها ربا للباب

أیشق ثوبی ثم یقعد آمنا — کلا و منزل سورة الاحزاب

''نہ ہی میں نے دیکھا اور نہ ہی اس عجمی کافر جیسا فعل گزشتہ زمانے میں کسی کو کرتے سنا جس کے پاس میں کپڑا سینے کیلئے لایا تو اس نے اسے پاگل آدمی کی طرح پھاڑ دیا۔ میں سخت ڈنڈے کے ذریعے اس پر غالب آ گیا جو ڈنڈا میرے ہاتھوں میں تھا تو وہ دوڑتے ہوئے دروازے کی طرف بھاگا۔ کیا وہ میرا کپڑا پھاڑ کر امن سے بیٹھ سکتا ہے۔ سورہ احزاب نازل کرنے والے کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا''۔

اصمعی[2] فرماتے ہیں کہ میں ایک دیہاتی آدمی کے پاس سے گزرا جو کہ نماز پڑھ رہا تھا میں بھی اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا تو اس نے یوں پڑھنا شروع کیا۔ ''و الشمس و ضحها و القمر اذا تلها کلمة بلغت منتهها لن یدخل النار و لن یراها و رجل نهی

النفس عن هواها"۔ یہ سن کر میں نے اسے کہا کہ یہ قرآن تو نہیں ہے۔ تو وہ کہنے لگا کہ پھر مجھے کچھ سکھا دیجئے تو میں نے اسے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص سکھا دی۔ پھر چند دن بعد میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہ صرف سورۂ فاتحہ ہی پڑھ رہا تھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ وہ دوسری سورت کہاں گئی؟ تو کہنے لگا کہ وہ میں نے اپنے چچازاد بھائی کو ہبہ کر دی ہے یعنی تحفۃً دے دی ہے اور شریف لوگ اپنی ہبہ کردہ چیز واپس نہیں لیتے۔

میں ایک گاؤں میں تھا کہ ایک دیہاتی آدمی نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھا۔ اللہ اکبر کہنے کے بعد یوں پڑھنے لگا۔

سبح اسم ربك الاعلیٰ الذی اخرج المرعیٰ اخرج منها تیسا احوی ینز و علی المعزی۔ "اپنے پروردگار کے نام کی پاکی بیان کرتا ہوں جو کہ عالیشان ہے۔ جس نے چارہ پیدا کیا اس سے سیاہ بکرا تخلیق فرمایا جو کہ بکری سے جفتی کرتا ہے"۔

دوسری رکعت میں یوں پڑھنے لگا۔

و ثب الذئب علی الشاۃ الوسطیٰ و سوف یاخذها تارۃ اخری الیس ذلك بقادر علی ان یحیی الموتی ألابلی ألابلی۔ "بھیڑیئے نے درمیان بکری پر حملہ کیا اور وہ عنقریب اسے دوسری مرتبہ اٹھائے گا کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے۔ خبردار! کیوں نہیں خبردار! کیوں نہیں"۔

پھر جب نماز سے فارغ ہوا تو دعا یوں مانگی:

اللھم لك غفرت جبینی و الیك مددت یمینی فأنظر ماذا تعطینی۔

"اے اللہ تعالیٰ! میں نے تیرے لئے اپنی پیشانی خاک آلود کی اور اپنا دایاں ہاتھ تیری طرف پھیلایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تو مجھے کیا عطا کرتا ہے"۔

میں نے دیکھا کہ ایک دیہاتی آدمی اپنی ماں کو مار رہا تھا میں نے اسے کہا کہ ارے! (حیا کرو!) اپنی والدہ کو مارتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا کہ تو چپ رہ میں چاہتا ہوں کہ یہ میرے ادب پر پلے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حج کے دوران لوگوں سے پہلے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور

خانہ کعبہ کے پردوں سے چمٹ گیا اور یہ کہنے لگا ”اللھم اغفرلی قبل ان یدھمك الناس“ یعنی اے اللہ رب العزت! اس سے پہلے کہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑیں اور رش ہو جائے مجھے بخش دے۔

ابوزناد[3] بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی مدینہ منورہ میں آ کر فقہاء کرام کی مجلس میں بیٹھ گیا پھر ان کو چھوڑ کر نحویوں کی مجلس میں چلا گیا تو نحویوں سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے یہ معرفہ ہے یہ نکرہ ہے۔ تو اس دیہاتی نے کہا اے اللہ کے دشمنو! اے زندیقو! یہ کیا کہہ رہے ہو۔

علاء بن سعید کہتے ہیں کہ طائی قبیلہ کے دو میاں بیوی دھوپ میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔ بیوی کہنے لگی کہ خدا کی قسم! اگر کل قبیلے والوں نے کوچ کیا تو میں ان کے باقی رہ جانے والے کپڑے اون جمع کروں گی اور پھر اسے دھن کر دھوؤں گی پھر کات لوں گی اور پھر اسے کسی شہر میں فروخت کر کے اس کی قیمت سے جوان اونٹ خریدوں گی اور پھر قبیلے والوں کے ساتھ کوچ کروں گی۔ یہ سن کر اس کا خاوند کہنے لگ اچھا! تم مجھے اور میرے بیٹے کو اس کھلے میدان میں اکیلا چھوڑ دو گی۔ بیوی نے کہا۔ جی ہاں! قسم بخدا! تو شوہر نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بات آگے بڑھتی رہی حتی کہ شوہر اسے مارنے کو اٹھ کھڑا ہوا۔ ادھر سے اس عورت کی ماں چیخ کر کہنے لگی۔ تمہیں کیا ہوا ہے۔ تم تو میری بیٹی کا رزق چھینتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس بحث سے سارا قبیلہ جمع ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ تو ان میاں بیوی نے پورا قصہ بتا دیا۔ تو قبیلے والوں نے کہا کہ ڈوب مرو۔ ابھی تک قوم نے کوچ بھی نہیں کیا اور تم نے اس سے پہلے ہی جھگڑا شروع کر دیا۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ کچھ قریشی آدمی اپنی زمینوں کی طرف گئے ان کے ساتھ بنی غفار قبیلے کا ایک شخص بھی گیا۔ راستے میں ایسی تیز آندھی چلی کہ وہ زندگی سے مایوس ہو گئے لیکن آخر کار صحیح سلامت وہاں سے واپس آ گئے تو ہر آدمی نے بطورِ شکرانہ ایک ایک غلام آزاد کیا تو بنی غفار قبیلے کے آدمی نے کہا: اے اللہ! میرے پاس غلام تو نہیں ہے کہ جسے میں آزاد کر دوں لیکن تیری رضا کیلئے میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہوں۔

ایک دیہاتی آدمی سونے کی کان میں کام کرتا لیکن اسے سونے میں سے کچھ بھی نہ ملا تو

اس نے یہ کہنا شروع کر دیا۔

یا ربّ قدّر لی فی حماسی　　　و فی الرزق بالتماس

صفراتجلو کسل النعاس

''اے میرے پروردگار! میرے لئے حماس کی دوکان میں رزق کیلئے ایسا سونا مقدر فرما جو سستی کی اونگھ کو ختم کر دے''۔

تو اسے زرد بچھو نے ڈس لیا۔ اس کے درد سے یہ ساری رات جاگتا رہا اور یہ کہتا رہا۔ اے میرے رب! قصور میرا ہی ہے کہ میں جو کچھ چاہ رہا تھا اس کو صاف طور پر بیان نہیں کر سکا اے اللہ! تیری تعریف کرتا اور تیرا شکر ادا کرتا ہوں کسی نے اسے کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا۔ ''لئن شکرتم لازیدنکم''۔ (ابراہیم: ۷) یعنی اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہیں اور زیادہ دیں گے۔ تو وہ دیہاتی گھبرا کر چونک اٹھا اور کہنے لگا کہ میں کوئی شکر ادا نہیں کر رہا ہوں۔

ایک دیہاتی سے پوچھا گیا کہ آپ قرآن کا کچھ حصہ پڑھ سکتے ہیں تو اس نے بہت ہی اچھے انداز میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھی۔ پھر اس سے پوچھا گیا کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی پڑھ کر سنا سکتے ہو تو اس نے کہا کہ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو میں آپ کے سامنے پیش کروں۔

اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی آدمی کو بیٹھ کر سردیوں کے موسم میں نماز پڑھتے دیکھا وہ یوں کہہ رہا تھا:

الیك اعتزاری من صلاتی قاعدا　　　علی غیر طهر مومیا نحو قبلتی

فما لی ببرد الماء یا ربّ طاقة　　　و رجلای لا تقوی علی طیّ رکبتی

و لکنّنی أقضیه یا ربّ جاهدا　　　و اقضیکه ان عشت فی وجه صیفتی

و ان انا لم افعل فانت محکم　　　الهی فی صفعی و فی نتف لحیتی

''میں تیرے سامنے بغیر وضو کے قبلہ کی طرف منہ کر کے اشارے سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا عذر پیش کرتا ہوں معذرت خواہ ہوں۔ اے میرے رب! میں

ٹھنڈے پانی کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور میرے پاؤں گھٹنوں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن اے میرے رب! میں بہت کوشش سے اور محنت سے نماز ادا کر رہا ہوں اور اگر زندہ رہا تو موسم گرما کی ابتداء میں اس کی قضا کروں گا۔ اگر میں نے قضا نہ کی تو اے میرے پروردگار! میری گدّی پکڑنے اور داڑھی نوچنے کا فیصلہ آپکے اختیار میں ہے"۔

ایک دیہاتی کو گیدڑ نے کاٹ لیا تو دَم کرنے والے نے اس سے پوچھا کہ کس چیز نے کاٹا ہے؟ تو کہنے لگا کہ کتّے نے کاٹا ہے اور شرم کی وجہ سے گیدڑ کا نام نہیں لیا۔ جب اس نے دم کرنا شروع کیا تو کہنے لگا کہ اس کے ساتھ گیدڑ کا دم بھی ملالو۔

ایک دیہاتی نے کہا کہ ہمارا ایک کھجور کا درخت تھا اگر تم اس کی ایک کھجور منہ میں رکھ لیتے تو اس کی مٹھاس تمہارے ٹخنے تک پہنچ جاتی۔

ایک امام نے اپنی نماز میں یہ پڑھنا شروع کیا: "انّا ارسلنا نوحا الی قومه" اس سے آگے پھنس گیا۔ مقتدیوں میں سے ایک دیہاتی آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ اگر نوح نہیں جاتا تو کسی اور کو بھیج دو اور ہماری جان چھڑاؤ۔

ایک دیہاتی یوں دعا مانگ رہا تھا "اللهم اغفرلی وحدی" یعنی اے اللہ! مجھ اکیلے کو بخش دے۔ کسی نے اسے کہا کہ اگر آپ عام طریقے سے سب کیلئے دعا مانگیں تو اچھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت تو بہت وسیع ہے۔ تو دیہاتی کہنے لگا کہ مجھے اپنے رب تعالیٰ پر بوجھ ڈالنا گوارہ نہیں۔

مروی ہے کہ محمد بن علی علیہ السلام نے طواف میں ایک دیہاتی کو دیکھا جس کے کپڑے بوسیدہ تھے اور وہ گھبرایا ہوا کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور کچھ کرتا نہیں تھا۔ پھر کعبہ کے قریب ہو کر پردوں سے چمٹ گیا اور سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر یوں کہنے لگا:

أما تستحی منّی و قد قمت شاخصا ... انا جیك یا ربّی و أنت علیم
فان تکسنی یا ربّ خفا و فروة ... اصلی صلاتی دائما و اصوم
و ان تکن الاخریٰ علی حال أری ... فمن ذا علی ترك الصلاة یلوم

أترزق اولاد العلوج وقد طغوا و ترك شيخا والداه تميم

''آپ کو مجھ سے حیا نہیں آئی حالانکہ میں گھبرا رہا ہوں اے میرے پروردگار! تجھ سے مناجات میں مصروف ہوں حالانکہ تو سب جاننے والا ہے۔ اے میرے رب! اگر تو آپ نے مجھے موزے اور کمبل پہنایا تو میں ہمیشہ نماز پڑھوں گا اور روزے رکھوں گا۔ اور اگر میری یہی حالت رہی جو کہ اب ہے تو پھر کون ہے جو مجھے نماز چھوڑنے پر ملامت کرے گا۔ آپ کافروں کی اولاد کو روزی دیتے ہیں حالانکہ انہوں نے سرکشی کی ہے اور ایسے شیخ کو چھوڑ رہے ہیں جس کے والدین تمیمی ہیں۔

یہ حالت دیکھ کر محمد بن علی علیہ السلام نے اسے بلا کر اس کو عمامہ، چادر اور دس ہزار درہم دیکر گھوڑے پر سوار کیا۔ جب وہ دوسرے سال حج کرنے آیا تو اس کے پاس اچھے کپڑے تھے اور حالت درست تھی تو ایک دوسرے دیہاتی نے اس سے پوچھا کہ گزشتہ سال میں نے آپ کو دیکھا تھا کہ آپ کی حالت بہت خستہ تھی اور اب آپ کو بہت اچھی حالت اور بہت خوبصورت لباس میں دیکھ رہا ہوں۔ آخر وجہ کیا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے شریف اور سخی کو ڈانٹا تو غنی ہو گیا ہوں۔

ایک بیوقوف آدمی کا گدھا بیمار ہو گیا تو اس نے منت مانی کہ اگر میرا گدھا تندرست ہو گیا تو میں دس روزے رکھوں گا۔ تو گدھا ٹھیک ہو گیا۔ تو اس نے دس روزے رکھے جیسے ہی دس روزے پورے ہوئے وہ گدھا مر گیا۔ تو اس بیوقوف نے کہا کہ اے رب! تو نے مجھے ٹرخا دیا ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں رمضان المبارک قریب ہی آ رہا ہے میں ان کے بدلے رمضان کے دس روزے نہیں رکھوں گا۔

ایک دیہاتی شخص نے امام کے پیچھے پہلی صف میں نماز پڑھی۔ اس دیہاتی کا نام مجرم تھا۔ امام نے سورۂ مرسلات پڑھنی شروع کی اور جب اس نے یہ آیت پڑھی ''ألم نهلك الاولين''۔[4] یعنی کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے۔ تو وہ دیہاتی دوسری صف میں چلا گیا۔ جب امام نے یہ آیت پڑھی ''ثم نتبعهم الآخرين''۔[5] یعنی پھر پچھلوں کو بھی انہی

کے ساتھ کر دیں گے۔ تو دیہاتی درمیانی صف میں چلا گیا۔ لیکن جب امام نے یہ آیت پڑھی "کذالك نفعل بالمجرمین"۔ یعنی اسی طرح ہم مجرموں سے بھی سلوک کریں گے۔ تو دیہاتی وہاں سے بھاگ نکلا اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنے علاوہ کسی کو قصور وار نہیں دیکھا یہ سارا چکر میرے لئے ہی ہے۔

ایک دیہاتی نے امام کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی تو امام نے سورۂ بقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ دیہاتی کو بہت جلدی تھی اور اس سے اس کا مقصد فوت ہوا جا رہا تھا۔ جب دوسرے دن دیہاتی فجر کی نماز میں شریک ہوا تو امام نے سورۂ الفیل پڑھنی شروع کر دی تو دیہاتی نے نماز توڑ دی اور یہ کہتا ہوا واپس جانے لگا کہ کل تو نے سورۂ بقرہ پڑھی تو آدھے دن تک فارغ نہیں ہوئے اور آج تو نے سورۂ فیل پڑھنی شروع کر دی ہے مشکل سے تو آدھی رات تک اس سے فارغ ہو گا (یعنی اس نے یہ سمجھا کہ فیل (ہاتھی) تو بقرہ (گائے) سے بڑا ہے لہٰذا آدھی رات تک ہی فارغ ہو گا)

ایک دیہاتی نماز پڑھ رہا تھا تو اسی دوران لوگ اس کی نیکی اور تقویٰ کی تعریف کرنے لگے تو اس نے نماز توڑ دی اور کہنے لگا کہ اس کے ساتھ ساتھ میں روزے بھی رکھتا ہوں۔

کچھ لوگ نماز تہجد کے متعلق بحث کر رہے تھے ان کے پاس ایک دیہاتی آدمی بھی موجود تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ رات کو اٹھتے ہیں؟ دیہاتی نے کہا: جی ہاں! خدا کی قسم۔ لوگ پوچھنے لگے کہ اٹھ کر کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا پیشاب کر کے پھر سو جاتا ہوں۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ قبیلہ نزار اور یمن کے کچھ لوگوں نے دور جاہلیت کے کچھ بتوں کا تذکرہ چھیڑا تو ایک ازدی آدمی نے ان سے کہا کہ میرے پاس وہ پتھر موجود ہے جس کی ہماری قوم عبادت کیا کرتی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ تم اس سے کیوں امید رکھتے ہو تو وہ کہنے لگا کہ مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہو گا۔

ابو عمر زاہد فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے دعا مانگی۔ اے اللہ! مجھے اپنے والد جیسی موت عطا فرما۔ لوگوں نے پوچھا کہ تیرے والد کی موت کیسے واقع ہوئی تھی؟ کہنے لگا کہ میرے والد نے بکری کا ایک بچہ کھایا اور ایک مشکیزہ پانی پیا اور دھوپ میں سویا تو اللہ تعالیٰ

سے اس حال میں ملا کہ وہ کھانے سے سیر اور پانی سے سیر اور گرم تھا۔

حاشیہ جات

1- ابوعثمان مازنی: نام بکر بن محمد بقیہ ابوعثمان مازنی ہے۔ آئمہ نحو میں سے ایک ہے۔ ان کی تصانیف میں سے مشہور "العروض" ہے۔ تاریخ وفات ۲۴۹ھ ہے۔

2- اصمعی: نام ابوسعید عبدالملک بن قریب ہے۔ مشہور لغوی ہے تاریخ وفات ۲۱۶ھ ہے۔

3- ابوزناد: نام عبداللہ بن ذکوان قرشی مدنی ہے۔ محدث ہیں۔ مصعب زبیری کہتے ہیں کہ ابوزناد اہل مدینہ کا فقیہہ اور صاحب کتابت وحساب تھا۔ لیث کہتے ہیں کہ میں نے ابوزناد کو فقہ اعلام، شعر اور صرف کے تین سو طالب علموں کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ تاریخ وفات ۱۳۱ھ ہے۔

4- سورہ مرسلات: آیت ۱۶

5- سورہ مرسلات۔ آیت ۱۷

6- سورہ مرسلات۔ آیت ۱۸

اٹھارہواں باب:

اپنے آپ کو فصاحت اور اعراب میں ماہر ظاہر کرنے والے مغفلین کا بیان

ابو زید انصاری[1] کہتے ہیں کہ میں بغداد میں تھا تو میں نے بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ میرے لئے کرایہ پر سواری تلاش کرو۔ اس نے اس طرح پکارنا شروع کیا: "یا معشر الملّاحون" اے کشتی والو۔ میں نے کہا بد بخت! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یعنی قاعدہ کے مطابق "یا معشر الملاحین" کہنا چاہئے تھا۔ اس نے کہا کہ میں نصب سے بغض رکھتا ہوں (یعنی "ملاحون" کو حالت نصب میں نہیں پڑھتا) حالانکہ یہ بھی اس کی بیوقوفی ہی تھی۔ کیونکہ "ملاحون" اس جگہ حالت جری میں ہے۔

ابو طاہر بیان کرتے ہیں کہ ابو صفوان[2] حمام میں داخل ہوا تو وہاں ایک آدمی اپنے بیٹے سمیت موجود تھا اس نے خالد (ابو صفوان) کو اپنا زور بیان اور فصاحت دکھانے کیلئے اپنے بیٹے سے کہا "یابنیّ ابدأ بیداك و رجلاك" (حالانکہ بیدیك و رجلیك کہنا چاہئے تھا) پھر خالد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اے ابو صفوان! اس طرح فصیح کلام کرنے والے دنیا سے چلے گئے ہیں۔ ابو صفوان نے کہا ایسا غلط کلام کرنے والا ابھی تک اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا۔

ابو العینا عطوی شاعر سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس بصرہ میں ایک قریب المرگ شخص کے پاس آئے وہاں ایک آدمی نے مرنے والے سے کہا۔ اے فلاں! اس طرح کہو: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور اگر چاہو تو یوں کہو: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہَ" (یعنی لفظ اللہ مفتوح پڑھو) البتہ پہلی صورت یعنی لفظ اللہ کو مرفوع پڑھنا امام سیبویہ کے نزدیک زیادہ اچھا ہے۔ یہ سن کر ابو العیناء نے کہا کہ تم نے اس کنجری کی اولاد کی باتیں سنیں کہ نزع کی حالت میں

مرنے والے پر نحویوں کے قول پیش کر رہا ہے۔

ابو زید نحوی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص نے حسن سے میراث کا مسئلہ پوچھتے ہوئے کہا "ما تقول فی رجل ترك ابيه و اخيه" حسن نے کہا کہ یوں کہو: "ترك اباه و اخاه"۔ (کیونکہ حالت نصبی میں ان کا اعراب "الف" سے آتا ہے) تو اس شخص نے کہا: "فما لاباه و اخاه" حسن نے کہا کہ اب یوں کہو: "فما لأبيه و اخيه" (کیونکہ حالت جری میں ان کا اعراب "یا" ماقبل مکسور سے ہوتا ہے) تو وہ شخص حسن سے کہنے لگا کہ میں جب بھی آپ سے بات کرتا ہوں تو آپ میری بات کو غلط قرار دیتے ہیں۔

ابن اخی شعیب بن حرب[4] کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھتیجے کاتب عمیر کو ایک قوم سے تعزیت کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ "اجركم الله و ان شئتم اجركم الله" امام فراء[5] نے دونوں کو سماعی قرار دیا ہے۔ (یعنی تعزیت کرتے ہوئے بھی نحو بگھار رہا تھا)

سلمہ[6] کہتے ہیں کہ خلیفہ مہدی[7] کے ہاں ایک ادیب تھا جو کہ رشید کو علم ادب سکھایا کرتا تھا۔ ایک دن مہدی نے مسواک کرتے ہوئے اسے بلایا اور اس سے پوچھا کہ "سواك" سے امر کا صیغہ کیا آتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا امیر المؤمنین "استك" آتا ہے (یعنی تیری سُرین) مہدی نے کہا: "انا لله" یعنی یہ کیا بکواس ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس سے زیادہ سمجھدار آدمی تلاش کرو۔ خادموں نے ایک شخص جس کا نام علی بن الکسائی[8] تھا کوفہ کا رہنے والا تھا قریبی دیہات کا رہنے والا تھا وہ بہت ماہر ہے۔ اس کا نام پیش کیا۔ جب وہ رشید کے پاس آیا تو رشید نے کہا اے علی! اس نے کہا لبیک یا امیر المؤمنین۔ رشید نے پوچھا کہ "س اك" سے امر کا صیغہ کیا آتا ہے۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین "سك" آتا ہے تو امیر المومنین نے کہا: بہت خوب! آپ نے صحیح کہا ہے اور اس کو دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

خلیفہ ولید نے ایک شخص سے پوچھا "ما شانك؟ (یعنی تیرا کیا معاملہ ہے لیکن وہ سمجھا کہ خلیفہ کہہ رہے ہیں کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا) تو اس نے کہا: ایک نامی شیخ نے۔ عمر بن عبد العزیز جو کہ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تیرا کیا معاملہ ہے کیسے آنا ہوا؟ (ما شأنك؟) تو اس نے کہا کہ "ختنی ظلمنی" (یعنی

میرے داماد نے مجھ پر ظلم کیا ہے) تو خلیفہ ولید نے کہا کہ "من ختنك؟ (یعنی تیرا داماد کون ہے؟ لیکن وہ یہ سمجھا کہ خلیفہ کہہ رہے ہیں کہ تیرا ختنہ کس نے کیا) یہ سن کر دیہاتی نے سر جھکا لیا اور کہا میں امیر المومنین سے اس کا مطالبہ نہیں کر رہا ہوں۔ چنانچہ پھر عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ امیر المؤمنین یہ کہنا چاہتے ہیں کہ "من ختنُك" تیرا داماد کون ہے؟ تو اس نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔

ابو معمر اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک ہاشمی کوفہ کا امیر تھا وہ کلام میں بہت زیادہ غلطی کرتا تھا۔ اس نے اپنے گھر کی توسیع کیلئے پڑوسیوں کے چند گھر خریدے۔ تو پڑوسی جمع ہو کر اس کے پاس آئے اور گزارش کی کہ ابھی سردی کا موسم ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں گرمی آنے تک مہلت دیں گرمیوں میں ہم گھر خالی کر دیں گے۔ تو امیر نے کہا "لسنا بخارجیکم" حالانکہ کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ "لسنا بمخرجکم" یعنی ہم ابھی آپ لوگوں کو نہیں نکالیں گے۔

میمون بن ہارون[9] نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے اپنے دوست سے پوچھا "ما فعل فلان بِحِمَارِہٖ" (یعنی فلاں آدمی نے اپنے گدھے کا کیا کیا) تو اس نے جواب دیا "بَاعِہٖ" (یعنی بیچ دیا لیکن فعل غلط ہے) اس آدمی نے کہا کہ "بَاعِہٖ نہیں بلکہ "بَاعَهٗ" ہے۔ تو اس دوست نے کہا کہ پھر تو نے "بِحِمَارِہٖ" کیوں کہا؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ با آخری حرف کو جر دیتی ہے۔ تو اس نے کہا کہ عجیب بات ہے آپ کی با تو جر دے اور میری با رفع دے۔

سعید بن احمد کہتے ہیں کہ ایک دن مجھے محمد بن احمد بن خصیب نے بلایا۔ میں وہاں جا کر کچھ دیر اس کے پاس ٹھہرا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا: "یا عبد اللہ! اخدم عماك"۔ یعنی عبداللہ! اپنے چچا کی خدمت کرو۔ تو اس نے کہا کہ "اخدم عمّی" میں اپنے چچا کی خدمت کرتا ہوں۔ حاضرین نے کہا کہ اس نے تجھے کہا ہے کہ اپنے چچا کی خدمت کر اور تو غلطی کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا قربان جاؤں۔ آپ تو نحو میں بہت ماہر ہیں۔ آخر اس بچے کی بولی کس نے بگاڑ کر رکھ دی ہے۔ تو کہنے لگا کہ اس کی ماں کی وجہ سے ہے۔ (حالانکہ

غلطی وہ خود ہی کر رہا تھا)

ابو عبداللہ احمد بن فتن ذکر کرتے ہیں کہ ہمارے ایک پڑوسی نے مجھے دعوت دی اور سبزی فروش کے پاس لے گیا اور اسے کہا کہ "وجّہ الّی جزرا بد انقان" یعنی دو دانق کی ایک مولی دے دو۔ (حالانکہ بد انقین کہنا چاہئے تھا) میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیا وجہ ہے؟ تو کہنے لگا کہ میں نے اس لئے غلط کلام کیا ہے تاکہ سبزی فروش پر میرا رعب پڑ جائے اور وہ ڈر جائے۔

ابن علقمہ نحوی کے ہاں اس کا بھتیجا آیا۔ ابن علقمہ نے کہا کہ تیرا والد کیا کر رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ مر گیا ہے۔ ابن علقمہ نے پوچھا کہ اس کو کون سی بیماری تھی۔ تو اس نے کہا قدموں میں ورم تھا۔ یعنی "ورمت قدمیه" ابن علقمہ نے کہا کہ "قدمیه" کی بجائے "قدماہ" ہے۔ لڑکے نے پھر کہا کہ "فارتفع الورم الی رکبتاہ" یعنی ورم گھٹنوں تک بڑھ گیا۔ تو ابن علقمہ نے کہا کہ "رکبتاہ" کی بجائے "رکبتیہ" کہو۔ تو اس نے کہا: چچا جان! جانے دیجئے۔ آپ کی نحو تو مجھ پر میرے والد کی موت سے زیادہ سخت ہے۔

ایک نحوی آدمی سبزی فروش کے پاس جا کر پوچھنے لگا کہ ایک قیراط کے کتنے بینگن مجھے مل سکتے ہیں۔ اس نے کہا خمسین یعنی پچاس۔ نحوی کہنے لگا کہ کہو خمسون۔ پھر اسے کہا کہ تھوڑے بڑھا دو۔ تو اسنے کہا کہ ستّین یعنی ساٹھ لے لو۔ نحوی کہنے لگا کہ ستّون کہو۔ پھر کہنے لگا کچھ اور زیادہ کرو تو سبزی فروش نے کہا کہ "انّما تدور علی منون و لیس لك منون"۔ (یعنی سبزی فروش نے "مائة" کو منون بنا دیا) یعنی تم ایک قیراط کے سو بینگن ڈھونڈ رہے ہو لیکن تجھے سو نہیں ملیں گے۔

ایک آدمی نے ایک ادیب سے ملاقات کی اور اس سے اس کے بھائی کے متعلق پوچھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن کلام میں غلطی سے ڈر رہا تھا چنانچہ اس نے کہا: "اخاك اخوك اخیك ھاھنا" (یعنی تینوں اعراب بول دیئے) تیرا بھائی یہاں موجود ہے۔ تو آگے سے ادیب نے جواب دیا "لا، لی، لو، ما ھو حضر" یعنی وہ حاضر نہیں ہے۔ (ادیب صاحب نے لا کی تینوں حالتیں کھود نکالیں)

ہم نے اپنے شیخ ابوبکر محمد بن عبدالباقی البزار[1] سے سنا۔ فرمایا:

ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ میں نحو سے واقف ہو چکا ہوں البتہ یہ لوگ جو ابو فلان، ابا فلان اور ابی فلان کہتے ہیں یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ دوسرے آدمی نے کہا کہ نحو میں سب سے آسان چیز ہی یہی ہے وہ اس طرح کہ عظیم مرتبے والے انسان کیلئے لوگ "ابا فلان" درمیانے مرتبے والے کیلئے "ابو فلان" جبکہ گھٹیا آدمی کیلئے "ابی فلان" استعمال کرتے ہیں۔

اصمعی عیسیٰ بن عمر[11] سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں گفتگو میں غلطی کرنے والا ایک آدمی تھا اس نے اپنے جیسے ہی ایک آدمی سے ملاقات کی تو اس سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں تو اس نے کہا کہ "من عند اھلونا" گھر والوں کے پاس سے۔ (حالانکہ اہلونا کی بجائے اھلینا ہونا چاہئے تھا) اسے اس کی فصاحت پر بہت حیرانگی ہوئی اور اس پر حسد کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ "اھلون" آپ نے کہاں سے اخذ کیا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان عالیشان "شغلتنا اموالنا و اھلونا" سے لیا ہے۔

ابوالقاسم حسن فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے لکھا "کتبت من طیس" حالانکہ "طوس" مراد تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے طوس کو طیس کیوں لکھا۔ اس نے کہا اس لئے کہ "مِنْ" مابعد کو جر دیتا ہے۔ لوگوں نے جواب میں کہا "من" جارہ ایک حرف کو جر دیتا ہے نہ کہ اس پورے شہر کو جس میں پانچ سو دیہات ہیں۔

ابوالفضل بن مہدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابومحمد ازدی[12] نے کہا کہ علم حاصل کرنے میں ہمیشگی اختیار کرنا مردوں کی زینت کا باعث ہے۔ میں ایک دن ابوسعید سیرافی[13] کی مجلس میں موجود تھا تو جامع منصور کا خطیب عبدالمالک بڑی شان و شوکت کیساتھ اسلحہ سے لیس ہو کر آیا لوگ اٹھے اور اس کی بہت تعظیم کی جب وہ بیٹھا تو کہنے لگا کہ مجھے علم نحو کا کچھ حصہ حاصل ہے میں اس میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ تو سیبویہ اچھا ہے یا فصیح؟ تو اس کی اس بات سے شیخ اور حاضرین مجلس ہنس پڑے۔ پھر ایک نے کہا: محترم! ذرا یہ تو بتائیے کہ "محبرۃ" اسم ہے یا فعل ہے یا حرف؟ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا کہ یہ حرف ہے۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگا

تو کوئی بھی اس کی تعظیم کیلئے نہ اٹھا۔

حاشیہ جات

1- ابوزید انصاری: نام سعید بن اوس بن ثابت انصاری ہے۔ ادب ولغت کے امام ہیں۔ ابن انباری کہتے ہیں کہ جب سیبویہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ثقہ سے سنا تو اس سے مراد ابوزید ہی ہوتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے مشہور ''النوادر'' ہے۔ تاریخ وفات ۲۱۵ھ ہے۔

2- ابوصفوان: نام خالد بن صفوان بن عبداللہ بن عمرو بن اہتم تمیمی ہے۔ مشہور فصحاء عرب میں سے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز اور ہشام بن عبدالملک کے ہم نشین ہیں۔ تاریخ وفات تقریباً ۱۳۳ھ ہے۔

3- عطوی شاعر: نام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی عطیہ ابوعبدالرحمٰن عطوی ہے۔ عہد عباسیہ کے شاعر ہیں اور متوکل کے دور میں شہرت پائی۔ معتزلی ہیں اور ماہر متکلمین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ بصرہ میں ۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

4- ابن اخی شعیب بن حرب: نام شعیب بن حرب بن یزید مدائنی ابوصالح بغدادی ہے عابد و زاہد اور علماء حدیث میں سے ہیں۔ جزری کہتے ہیں کہ دینی لحاظ سے صالح اور ثقہ آدمی ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ تقویٰ پر اپنے نفس کو برانگیختہ کرنے والے ہیں تاریخ وفات ۱۹۷ھ ہے۔

5- فراء: نام یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منظور دیلمی ابوزکریا ہے۔ اور فراء کے نام سے معروف ہیں۔ کوفیوں کے امام نحو ملغۃ اور فنون ادب میں ان سب سے بڑے عالم ہیں۔ ثعلب کہتے ہیں کہ اگر فراء نہ ہوتے تو علم لغت نہ ہوتا۔ لغوی ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ، متکلم ایام و اخبار عرب کے عالم اور علم نجوم وطب کے جاننے والے ہیں۔ معتزلی عقیدہ کی طرف میلان ہے۔ ان کی تصانیف میں سے مشہور ''المقصور والممدود'' اور ''المذکر والمؤنث'' ہیں۔ مکہ مکرمہ جاتے ہوئے راستے میں ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔

6- سلمہ: نام سلمہ بن عاصم نحوی اور کنیت ابومحمد ہے۔ اہل کوفہ میں سے عربی کے عالم ہیں۔ تاریخ وفات ۳۱۰ھ ہے۔

7- مہدی: نام محمد بن عبداللہ المنصور بن محمد بن علی عباسی ابوعبداللہ مہدی باللہ ہے۔ عراق میں مملکت عباسیہ کے خلیفہ رہے ہیں ۱۵۸ھ میں خلافت سنبھالی اور ۱۶۹ھ میں شکار کے دوران گھوڑے سے گر کر وفات پائی۔

8- علی بن حمزہ کسائی: نام علی بن حمزہ بن عبداللہ اسدی کوفی ابوالحسن کسائی ہے۔ لغت، نحو اور قرأت کے امام ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے ''معانی القرآن'' مشہور ہے۔ تاریخ وفات ۱۸۹ھ ہے۔

9- میمون بن ہارون: نام میمون بن ہارون بن مخلد ابوالفضل ہے۔ کاتب، صاحب اخبار و ادب اور اشعار ہے۔ جاحظ اور اس کے ہمعصروں سے اکتساب فیض کیا۔ اور اس سے جعفر بن قدامہ نے اکتساب کیا ۱۹۷ھ میں

وفات پائی۔

10- ابوبکر محمد بن عبدالباقی بزار: نام محمد بن عبدالباقی بن محمد انصاری کعبی ہے کنیت ابوبکر ہے۔ قاضی مارستان کے نام سے معروف ہیں۔ فرائض وحساب کے عالم ہیں۔ تاریخ وفات ۵۳۵ھ ہے۔

11- عیسیٰ بن عمر: نام عیسیٰ بن عمر ثقفی ابوسلیمان ہے۔ اپنے زمانے کے آئمہ لغت میں سے ہیں اور وہ ہمعصر خلیل نحوی، سیبویہ اور ابن علاء ہیں۔ نحو کو ترتیب دینے والوں میں سے پہلے عیسیٰ بن عمر ہی ہیں۔ تاریخ وفات ۱۴۹ھ ہے۔

12- ابومحمد ازدی: نام عبیداللہ بن محمد بن جعفر ازدی ہے۔ نحوی ہیں۔ ان کی مشہور کتاب ''الاختلاف'' ہے۔ تاریخ وفات ۳۴۸ھ ہے۔

13- ابوسعید سیرافی: نام حسن بن عبداللہ بن مرزبان سیرافی ہے کنیت ابوعبداللہ ہے۔ نحوی اور عالم ادب ہیں معتزلی عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے مشہور ''اخبار النحویین البصریین'' ہے۔ تاریخ وفات ۳۶۸ھ ہے۔

فصل

جنہوں نے عام لوگوں سے نحوی گفتگو کی ان کا بیان

کچھ نحویوں نے عام لوگوں کے ساتھ بھی گفتگو میں نحوی بحث کی ہے اگرچہ یہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہی سہی مگر یہ بھی ایک قسم کی حماقت و بیوقوفی ہے۔ اس لئے کہ ہر بات مخاطب کی فہم اور سمجھ بوجھ کے مطابق ہونی چاہئے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو قاسم بن برہان اسدی اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ عوام الناس میں نحو استعمال کرنے سے باز رہو کیونکہ عوام میں اس کا استعمال ایسی غلطی ہے جیسے خواص میں نحوی غلطی ہوتی ہے۔ ابن عقیل کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کی تحقیق عوام میں ضائع ہو جاتی ہے اور علم کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ اسی وجہ سے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا جائے"۔

رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یا ابا عمیر ما فعل النغیر"

"اے ابو عمیر! تیری چھوٹی چڑیا نے کیا کیا"؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھیلے ہیں۔ اور یہ معلمین کی حماقت ہے کہ وہ بچوں کو تحقیقات پڑھاتے ہیں۔

اصمعی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معمر خراسان میں قاضی تھے۔ ان کے پاس ایک عورت اور مرد مقدمہ لے کر آئے۔ یحییٰ نے مرد سے کہا: "رایت ان سألتك حق شكرها و شبرك

ان شاء تبطلها و تضهلها" یعنی میرا خیال ہے کہ اگر میں آپ سے پوچھوں کہ آپ اس کی شرمگاہ اور اپنے نکاح کے بارے میں بتائیں چاہیں تو آپ اس کا حق باطل کردیں اور اس کا حق تھوڑا تھوڑا ادا کریں گے یہ سن کر اس آدمی نے کہا: خدا کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیا کہہ رہا ہے آؤ واپس چلتے ہیں۔

ایسے ہی عیسیٰ بن عمر نے یوسف بن عمر سے کہا جبکہ وہ اسے کوڑے مار رہا تھا" و الله ان کنت آلا ثیا بافی أسیفاط قبضها عشاروك"؟ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس طرح کا کلام کرنا برا مانا جاتا تھا جبکہ اس وقت ادب کا چرچا تھا تو اس زمانے کے وقت آپ کا کیا خیال ہے۔

ایک نحوی بیت الخلاء میں گر پڑا تو ایک بھنگی نے چیخ کر اس سے پوچھا۔ کیا تم زندہ ہو؟ نحوی نے کہا: "ابلغ لی سلما و ثیقا و امسکه امسکا رفیقا و لا بأس علیّ" یعنی "مضبوط سیڑھی لاؤ اور اسے نرمی سے پکڑو اور میں بالکل ٹھیک ہوں"۔ یہ سن کر بھنگی نے کہا کہ اگر آپ ایک دن بھی ان فضولیات کو چھوڑنے کیلئے تیار ہوتے تو اس کو اسی وقت چھوڑ دیتے جبکہ آپ گلے تک گندگی میں لتھڑے ہوئے ہیں۔

ایک نحوی خربوزہ بیچنے والے کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا: "بکم تلك و ذاتك الفاردة"؟ تو اس نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا جناب! معاف کیجئے۔ اس وقت آپ کی گدّی پر مارنے کیلئے میرے پاس کوئی چیز نہیں۔

ایک نحوی شیشہ گر کے پاس کھڑا ہوا اور کہا: "بکم هاتان القنینتان اللّتان فیها نکتتان خضر اوتان"؟ یعنی دو کانچ کے برتن جس میں دو سبز داغ ہیں کتنے کے ہیں؟ تو شیشے والے نے جواب دیا: "مدهامّتان فبأیّ الآء ربکما تکذبان"۔ (الرحمٰن ۶۴،۶۵)

ابوزید نحوی کہتے ہیں کہ میں قصاب کے پاس کھڑا ہوا۔ اس کے پاس کچھ اوجھڑی تھی تو میں نے کہا: "بکم البطانان"؟ یعنی دو اوجھڑیاں کتنے کی ہیں؟ تو اس نے کہا: "بدرهمان یا ثقیلان" اے دو بوجھل! دو درہموں کی ہیں۔

احمد محمد جوہری کہتے ہیں کہ میں نے ابوزید نحوی کو یہ کہتے سنا کہ میں قصاب کے پاس کھڑا ہوا تو اس نے دو چھوٹی اوجھڑیاں نکال کر لٹکائیں۔ میں نے کہا: "بکم البطنان"؟

یعنی دواو جھڑیاں کتنے کی ہیں؟ تو اس نے کہا: "بمصفعان یا مضرتان"۔ یعنی اے مضرتان دو تھپڑوں کی ہیں؟ یہ سن کر میں وہاں سے بھاگ نکلا تا کہ لوگ یہ بات سن کر ہم پر ہنسنے نہ لگیں۔

ابو حمزہ مؤدّب نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے احمد بن محمد قزوینی نے بیان کیا یہ شاعر تھے۔ ایک مرتبہ یہ کوفہ میں منڈی مویشیاں میں گئے اور جانوروں کے ایک تاجر کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے کہنے لگے کہ آپ میرے لئے ایک ایسا گدھا تلاش کریں جو نہ تو بہت زیادہ چھوٹا ہو اور نہ بہت زیادہ بڑا ہو۔ اگر میں اسے کم چارہ دوں تو صبر کرے اور زیادہ دوں تو شکر کرے اور جو نہ مجھے پہاڑوں کے نیچے گھسائے اور نہ بلندیوں سے گرائے اور راستہ خالی ہو تو کود کود کر چلے رش ہو تو آرام سے چلے۔ یہ سن کر تاجر اس کو کچھ دیر تک دیکھتا رہا پھر کہنے لگا کہ مجھے کچھ مہلت دو جب اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو مسخ کر کے گدھا بنائیں گے تو میں اس کو تیرے لئے خرید لوں گا۔

ہمارے ایک ساتھی نے کہا کہ میں نے ایک سبزی والے سے کہا کہ "عندك بسر فرسا"؟ یعنی کیا تیرے پاس ایک گھوڑا تازہ کھجوریں ہیں؟ تو اس نے کہا میرے پاس ڈھال ہے۔ (یعنی تیرا سر پھاڑنے کیلئے)

اسحاق بن محمد کوفی کہتے ہیں کہ ابو علقمہ حکیم عمر کے پاس گئے اور اپنی بیماری یوں بیان کی: "اکلت دعلجا فاصابنی فی بطنی" تو حکیم نے جواب میں کہا: "خذ علوص و خلوص"۔ ابو علقمہ نے کہا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو حکیم نے کہا کہ آپ نے جو بیماری بیان کی ہے وہ کیا ہے؟ مجھ سے ایسی بات کرو جو کہ سمجھ سکوں۔ اب ابو علقمہ نے کہا کہ میں نے ایک پلیٹ مکھن کھا لیا تھا تو میرے پیٹ میں گڑبڑ ہو گئی۔ تو حکیم نے کہا کہ پہاڑی پودینہ استعمال کرو۔

ابو علقمہ ایک حکیم کے پاس آکر کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے نفع پہنچائے اور پھر اپنی بیماری یوں بیان کی "انی اکلت من لحوم هذه الجواق فطسئت طسأة فاصابنی وجع فی الو البة الی ذات العنق فلم یزل یربوا و ینموا حتی غالط انحلب و الشراسیف"۔ کیا آپ کے پاس اس بیماری کی دوا ہے۔ تو حکیم نے کہا: جی ہاں! یہ نسخہ استعمال

کیجیے۔ "خذ حرفقا و سلفقا و سرفقا فزهزقه و زقزقه و اغاسه بماء روث"۔ پھر اس کو لے لینا۔ یہ سن کر ابو علقمہ نے کہا کہ آپ کا نسخہ میری سمجھ میں تو نہیں آیا۔ تو حکیم نے کہا: جیسے تم نے مجھے سمجھایا تھا ایسے ہی میں نے تجھے سمجھا دیا ہے۔

ابو عثمان کہتے ہیں کہ ابو حمزہ ادیب نے کہا کہ ابو علقمہ نحوی کوفہ میں مٹکوں والے بازار میں گیا اور ایک مٹکے فروش کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا۔

"اجد عندك جرة لا فقداء و لا دباء و لا مطربلة الجوانب و لتكن نجوية خضراء نضراء قد خفّ محملها و أتعبت صانعها قد مسّتها النار بألسنتها ان نقرتها طنت و ان اصابتها الريح رنت"۔

"کیا تمہارے پاس ایسا مٹکا مل سکتا ہے جس میں نہ تو سوراخ ہو اور نہ کھردرا ہو اور نہ ہی اس کے اطراف تنگ ہوں بلکہ سبز اور تازہ ہو جس کا اٹھانا آسان ہو اور اپنے بنانے والے کو خوب تھکا چکا ہو اور آگ میں خوب پکا ہوا ہو اگر میں اسے بجاؤں تو خوب بجے اور جب اس میں ہوا داخل ہو تو خوب کھنکھنائے"۔

یہ سن کر مٹکے والا کچھ دیر تک اس کا منہ تکتا رہا پھر اسے کہنے لگا:

"النطس بكور الجروان أحروجكى و الدقس بانى و الطبرلرى شك لك بك"۔

پھر مٹکے والے نے چیخ کر کہا:

"يا غلام شرج ثم درب والى الوالى فقرب"۔

"اے لڑکے! اس کے سامنے ڈھیر لگا دو پھر تجربہ کرو اور والی کے قریب کر دو۔ پھر کہنے لگا اے لوگو! ایسی مصیبت میں کون گرفتار ہو گا جس میں ہم گرفتار ہوئے ہیں"۔

اور پھر ثعلب[2] کا یہ شعر پڑھا:

إن شئت ان تصبح بين الورى ما بين شتّام و مغتاب
فكن عبوسا حين تلقاهم و كلّم النّاس باعراب

''کہ اگر آپ چاہیں کہ مخلوق آپ کو گالیاں دے اور آپ کی غیبت کرے تو ان سے ملتے وقت درشت خوئی اختیار کر اور لوگوں سے نحوی گفتگو کر''۔

حاشیہ جات

1- رواہ البخاری فی کتاب العلم : باب "من خصّ بالعلم قوما دون قوم کراهية ان لا يفهموا۔ وروی مسلم فی مقدّمة صحيحه

2- ثعلب : نام ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زید بن سیار شیبانی ہے۔ ثعلب کے نام سے معروف ہیں۔ نحو اور لغت میں کوفیوں کے امام ہیں۔ محدث اور راویٔ شعر ہیں۔ ثقہ حجت ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں سے ''مجالس ثعلب'' ہیں۔ تاریخ وفات ۲۹۱ھ ہے۔

انیسواں باب:

مغفّل شعراء کے بیان میں

مبرّد کہتے ہیں کہ جاحظ نے بیان کیا کہ مجھے ایک بیوقوف نے یہ شعر سنایا:

إنّ داء الحبّ سقم | لیس یهنیه القرارُ
و نجا من کان لا یعشق | من تلك المخاز

''محبت کی بیماری بہت بڑی بیماری ہے جسے قرار اور سکون سے خوشی نہیں ہوتی تو جو عشق نہیں کرتا وہ ایسی رسوائیوں سے بچ جاتا ہے''۔

تو میں نے یہ شعر سن کر کہا کہ پہلا مصرعہ راء پر ختم ہوا ہے اور دوسرا زاء پر! یہ کیسے ہے؟ تو اس نے کہا کہ نقطہ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا آپ نقطہ ہٹا لیں۔ میں نے کہا کہ پہلی راء مرفوع ہے اور دوسری مکسور ہے۔ کہنے لگا کہ میں کہہ رہا ہوں نقطہ نہ لگاؤ اور یہ اعراب لگائے جا رہا ہے۔

ایک شاعر نے بیان کیا کہ ہم تین شاعر طیہاثا نامی بستی میں اکٹھے ہوئے۔ سب نے مل کر شراب پی۔ پھر ہم نے کہا کہ ہر ایک اس دن کی تعریف میں ایک شعر کہے۔ تو میں نے کہا:

لنا لذیذ العیش فی طیهاثا

''ہم نے طیہاثا بستی میں لذت کی زندگی گزاری''۔

دوسرے شاعر نے کہا:

لما احتثثنا القدح احتثاثا

''جب ہم نے پیالہ منہ سے لگا کر گھونٹ گھونٹ کر کے پیا''۔

تیسرا پھنس گیا۔ جب بات نہ بنی تو کہنے لگا۔

امرأته طالق ثلاثا

''اس کی بیوی کو تین طلاقیں''۔

یہ کہہ کر وہ بیٹھا اپنی بیوی کو روتا رہا اور ہم اس پر ہنستے رہے۔

ابوالحسن علی بن منصور حلبی کہتے ہیں کہ میں سیف الدولہ[1] کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا ایک دفعہ میں حاضر ہوا تو وہ اس وقت جہاد سے دشمن کو شکست دے کر واپس آئے تھے۔ شعراء مبارکباد دینے آ رہے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا۔

و کانوا کفأرو سوسوا خلف حائط   و کنت کسنّور علیھم تسلّقا

''وہ دشمن چوہے کی طرح دیوار کے پیچھے چپکے سے داخل ہوا اور آپ بلّی کی طرح ان پر چڑھ دوڑے''۔

سیف الدولہ نے کہا کہ اسے نکال دو۔ جب اسے نکال دیا گیا تو دروازے پر کھڑا ہو کر روتا رہا۔ سیف الدولہ کو اس کے رونے کی اطلاع دی گئی تو اس نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب حاضر ہوا تو سیف الدولہ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ تو کہنے لگا کہ میں نے اپنی طاقت کے مطابق اپنے آقا کی تعریف کی ہے اور اس سے امید وابستہ کی تھی لیکن جب میری امید پوری نہ ہوئی اور مجھے ذلّت کا سامنا ہوا تو مجھے اپنی ذات انتہائی ذلیل معلوم ہوئی تو اس پر میں روتا رہا۔ سیف الدولہ نے کہا کہ تعجب ہے۔ جس آدمی کی نثر اتنی اچھی ہے اس کی نظم کی یہ حالت ہے۔ پھر سیف الدولہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے مجھ سے کتنی امید رکھی تھی۔ اس نے کہا کہ پانچ سو درہم۔ سیف الدولہ نے اسے ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

صولی[2] کہتے ہیں کہ محمد بن حسن کو اس کے بیٹے نے کہا: ابوجان! میں نے ایک شعر کہا ہے۔ اس نے کہا کہ بیٹے! سنا دو۔ کہنے لگا کہ میں نے اگر اچھا شعر کہا تو آپ مجھے لونڈی یا غلام دیں گے۔ والد صاحب نے کہا کہ غلام اور لونڈی دونوں انعام میں دوں گا۔

تب اس نے شعر کہا کہ

انّ الدّیار طیفا   ھیجن حزنا قد عفا

ابکیننی لشقاوتی   و جعلن رأسی کالقفا

''یعنی لاشبہ دیارِ طیف نے بہت ہی غم بھڑکائے جو کہ ختم ہو چکے تھے اور مجھے میری بدبختی کی وجہ سے رلایا۔ اور میرے سر کو گدّی کی مانند بنا دیا''۔

یہ شعر سن کر محمد بن الحسن نے کہا کہ بیٹے! نہ تو تم غلام کے مستحق ہو اور نہ ہی لونڈی کے۔ بلکہ تیری ماں کو تین طلاقیں۔ اس وجہ سے کہ اس نے تجھ جیسے سپوت کو جنم دیا ہے۔

ابو سجادہ فقیہ نے ایک شعر کہا کہ

و منّا الوزیر و منّا الامیر　　　و منّا المشیر و منّا أنا

"یعنی ہم ہی میں سے وزیر اور ہم ہی میں سے امیر ہوتے ہیں۔ اور ہم ہی میں سے شیر ہوتے ہیں اور ہم ہی میں سے میں بھی ہوں"۔

بعض دفعہ زیرک شعراء سے بھی ایسا کلام صادر ہوا ہے جو کہ احمقوں کے مشابہ ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ بختری شاعر ایک آدمی کے پاس آیا جو کہ اس کی تعریف کر رہا تھا۔ اس نے کہا:

لک الویل من لیل تطاول آخرہ

"تیرے لئے اس رات میں ہلاکت ہو جس کا آخری حصہ لمبا ہوتا ہے"۔

تو بختری کہنے لگا کہ

لک الویل و الحرب

"تیرے لئے ہلاکت اور جنگ ہو"۔

ایک آدمی نے معن بن زائدہ[4] کی تعریف میں شعر کہا کہ

اتیتک اذلم یبق غیرک جابر

ولا واھب یعطی اللھا و الرّغائبا

"میں اس وقت تیرے پاس آیا جبکہ تیرے علاوہ کوئی بھی بگڑی بنانے والا یا کمی پوری کرنیوالا نہ رہا اور نہ ہی کوئی ایسا آدمی رہا جو کہ عطا اور بخشش کرنیوالا ہو"۔

یہ سن کر معن نے کہا کہ یہ تو کوئی تعریف نہیں ہے۔ تو نے ایسا کیوں نہ کہا جیسا کہ اخو بنی تیم نے مالک بن مسمع[5] کیلئے کہا تھا۔

قلّدتہ عری الامور نزار　　　قبل ان تملک السراۃ النّحور

"نزار قبیلے والوں نے تلواریں لٹکا کر میدان خالی چھوڑ دیا اس سے پہلے کہ آپ ان کے سینوں پر چڑھ کر ان کے گلے کاٹتے"۔

حاشیہ جات

1- مبرّد: نام ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر الثمالی الازدی ہے اور مبرّد کے نام سے معروف ہیں۔ علم ادب واخبار کے امام اور اپنے زمانے میں عربی کے امام ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے مشہور ''الکامل'' ہے اور ''شرح لامیۃ العرب'' ہے۔ تاریخ وفات ۲۸۶ھ ہے۔

2- سیف الدولہ: نام علی بن عبداللہ بن حمدان تغلبی ربعی ابوالحسن ہے۔ اور سیف الدولہ حمدانی کے نام سے مشہور ہیں۔ عظیم الرائے، کثیرالجہاد اور بہادر آدمی ہیں۔ علم ادب وشعر کے جاننے والے ہیں۔ بنوحمدان میں سے حلب کے پہلے بادشاہ ہیں۔ تاریخ وفات ۳۵۶ھ ہے۔

3- صولی: نام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن ابوبکر صولی ہے۔ اکابر علماءِ ادب میں سے ہیں ان کی تصانیف میں سے مشہور ''اخبار الشعراء المحدثین'' اور ''ادب الکاتب'' ہیں تاریخ وفات ۳۳۵ھ ہے۔

4- بحتری: نام ولید بن عبید بن یحییٰ طائی ابوعبادہ بحتری ہے۔ بہت عظیم شاعر ہیں۔ اپنے زمانے میں تین بڑے شعراء میں سے ایک بحتری بھی ہیں۔ یعنی متنبی، ابوتمام اور بحتری۔ اس کے اشعار کو ''سلسلۃ الذہب'' یعنی سونے کی زنجیر کہا جاتا ہے۔ تاریخ وفات ۲۸۴ھ ہے۔

5- معن بن زائدہ: نام معن بن زائدہ بن عبداللہ بن مطر الشیبانی ہے۔ عرب کے مشہور سخی اور شجاع اور فصیح آدمی ہیں۔ تاریخ وفات ۱۵۱ھ ہے۔

6- مالک بن مسمع: نام ابوغسن مالک بن مسمع بن شیبان البکری الربعی ہے۔ اپنے زمانے میں ربیعہ قبیلے کے سردار رہے۔ مبرّد کہتے ہیں کہ قبیلہ مسامعہ انہی کی طرف منسوب ہے۔ رسول نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے۔ تاریخ وفات ۷۳ھ ہے۔

بیسواں باب:

قصّہ گو بیوقوفوں کا بیان

ان میں سے ایک "سیفویہ" تھے اور یہ حماقت میں ضرب المثل تھے۔

محمد بن عباس بن حیویہ کہتے ہیں کہ سیفویہ سے پوچھا گیا کہا آپ نے تو بہت سے محدّثین کا زمانہ پایا ہے۔ آپ حدیث بیان کیوں نہیں کرتے؟ تو کہنے لگا کہ لکھو۔ "حدّثنا شریك عن مغیرة عن ابراهیم بن عبد الله مثله سواء" لوگوں نے پوچھا کہ مثلہ، سے کیا مراد ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے جیسا سنا تھا ویسا ہی بیان کر دیا۔

ابن خلف کہتے ہیں کہ ایک آدمی شادی سے لوٹ کر آیا۔ سیفویہ نے اس سے پوچھا۔ شادی میں کیا کچھ کھایا۔ اس آدمی نے مختلف کھانوں کے متعلق بیان کر دیا۔ سیفویہ کہنے لگا کہ کاش! جو کھانا تیرے پیٹ میں ہے وہ میرے حلق میں ہوتا۔

ابن خلف ہی بیان کرتے ہیں کہ عبدالعزیز قصہ گو نے کہا کہ کاش اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا۔ اور قیامت کانی ہے۔ یہ بات میں نے ابن غیاث سے کہی تو انہوں نے کہا کہ عبدالعزیز نے کتنا ہی برا کہا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے پیدا ہی نہ کرتا کیونکہ قیامت اندھی، لنگڑی اور اپاہج ہے۔

ابوالعباس بن مشروح کہتے ہیں کہ سیفویہ نے صبح کے وقت گھر کیلئے آٹا خریدا اور شام کے وقت گھر جا کر کھانا مانگا۔ تو گھر والوں نے کہا کہ ہم نے روٹیاں نہیں پکائیں اس لئے کہ لکڑیاں ہی نہیں تھیں۔ تو سیفویہ کہنے لگا کہ تم خمیری روٹیاں ہی پکاتے ہو۔

ابو منصور ثعالبی نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے سیفویہ سے قرآن کریم میں مذکور لفظ "الغسلین" کے متعلق سوال کیا۔ تو سیفویہ نے کہا کہ آپ جاننے والے عالم فاضل کے پاس آئے ہیں۔ اس کے متعلق میں نے ایک حجازی فقیہ سے پوچھا تھا لیکن اس کے پاس نہ تھوڑی معلومات تھیں نہ زیادہ (لہٰذا مجھے بھی کچھ معلوم نہیں)

سیفویہ گدھے پر سوار قبرستان میں کھڑا تھا کہ اس کا گدھا ایک قبر کے پاس بدکنے لگا۔ تو سیفویہ کہنے لگا شاید یہ آدمی جانوروں کی نعل بندی کرنے والا تھا۔ (اس لئے میرا گدھا اس کی قبر کے پاس بدکنے لگا ہے)

سیفویہ نے آیت مبارکہ یوں تلاوت کی۔ "ثم فی سلسلة ذرعها تسعون ذرعا"۔ (حالانکہ صحیح "سبعون ذراعا" ہے۔ سورۃ الحاقۃ آیت ۳۲) لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو بیس گز بڑھا دیئے ہیں تو کہنے لگا کہ یہ تو بغاء اور وصیف کیلئے تخلیق کئے گئے ہیں ورنہ تمہارے لئے تو ڈیڑھ دانق ہی کافی ہے۔

ایک قاری نے اس کے سامنے یہ تلاوت کی "کأنما اغشیت وجوههم قطعا من اللیل مظلما"۔ (سورۃ یونس آیت ۲۷) تو سیفویہ کہنے لگا کہ اس صورت میں ان لوگوں کو راتوں کو جاگ جاگ کر نمازیں پڑھنے کا کیا صلہ ملا۔

ایسے ہی ایک قاری نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی کأنهن الیاقوت و المرجان۔ (سورہ الرحمٰن آیت ۵۷) "گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں"۔ تو سیفویہ کہنے لگا کہ یہ تمہاری فاسق و فاجر عورتوں کے خلاف ہوں گی۔

سیفویہ سے پوچھا گیا کہ جنتی لوگ عصیدہ کھانا چاہیں گے تو کیا کریں گے۔ تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ان کیلئے شیرے والے آٹے کی اور گھی وغیرہ کی نہر چلا دیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ لے کر عصیدہ بناؤ اور کھاؤ۔ جبکہ ہم معذرت خواہ ہیں۔ (یعنی ہم نہیں جانتے کہ عصیدہ کیا ہوتا ہے) (عصیدہ ایک قسم کا حلوہ ہے)

محمد بن خلف فرماتے ہیں کہ ابو احمد تمار نے اپنے وعظ میں بیان کیا کہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کا بہت بڑا حق بیان کیا ہے۔ حتی کہ اس میں ایک ایسی بات بیان کی ہے مجھے وہ بات آپ کے سامنے بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔

ابن خلف کہتے ہیں کہ مدینہ کے ایک واعظ نے واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے کہا جب انہوں نے اس کے پاس سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ کہنے لگے! پیاری بیٹی! یہ سونے کی انگوٹھی مت پہنا کرو یہ تو آگ کا شعلہ ہے۔ وہ یہ کہہ رہے تھے

کہ اچانک ان کی اپنی انگلی ظاہر ہو گئی تو انہوں نے خود سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ بیٹی نے کہا کہ خود پہن رکھی ہے اور مجھے منع کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں ابو ہریرہ کی بیٹی تو نہیں ہوں۔

محمد بن جہم بیان کرتے ہیں کہ میں نے فرّاء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں ایک آدمی تھا جو قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کرتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ "أرأیت الّذی یکذّب بالدّین"۔ (الماعون۔ آیت ۱) کا کیا مطلب ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ بہت برا آدمی ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ "فذلک الّذی یدعّ الیتیم"۔ (الماعون آیت ۲) کا کیا مطلب ہے؟ تو کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا کہ اس سے خود میں تعجب میں ہوں۔

عبد الرحمٰن بن محمد حنفی فرماتے ہیں کہ ابو کعب نے اپنے وعظ میں بیان کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس بھیڑیئے نے کھایا تھا اس کا نام فلاں تھا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو بھیڑیئے نے کھایا ہی نہیں تھا۔ تو کہنے لگا کہ یہ پھر اس بھیڑیئے کا نام ہوگا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں کھایا تھا۔

جاحظ نے بیان کیا ہے کہ ابو علقمہ واعظ کہتا تھا کہ اس بھیڑیئے کا نام 'حجون'' تھا۔

علاء بن صالح کہتے ہیں کہ عبد الاعلیٰ بن عمر واعظ تھا۔ ایک دن وعظ کیا اور جب وعظ ختم ہونے کے قریب تھا تو کہنے لگا کہ کچھ لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں قرآن کریم میں سے کچھ نہیں پڑھ سکتا۔ الحمد للہ! میں بہت زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ پھر پڑھنے لگا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ٥

"قل ھو اللّٰہ احد" پھر پھنس گیا اور کہنے لگا جو آدمی اس سورۃ مبارکہ کے ختم شریف میں حاضر ہونا چاہے تو وہ ہماری فلاں مجلس میں آجائے۔ (یعنی ہم اسے دوسری مجلس میں ختم کر سکیں گے)

ابو محمد تمیمی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمارے پاس ابو الحسن سماک واعظ آیا اس وقت ہم "أبابیل" لفظ کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ واعظ نے پوچھا کہ کس چیز کے متعلق بحث چل رہی ہے۔ ہم نے کہا کہ "أبابیل" کے "ألف" کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں کہ آیا یہ الف و

صلی ہے یا قطعی ہے؟ تو واعظ کہنے لگا کہ یہ نہ تو وصلی ہے اور نہ ہی قطعی ہے بلکہ یہ تو اُلف ناراضگی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ ابابیل نے ان کی زندگی تباہ و برباد کر دی تھی۔ یہ سن کر ہم لوگ بہت ہنسے۔

ایک آدمی ایک واعظ کے پاس آیا۔ اس وقت وہ یہ آیت تلاوت کر رہا تھا یتجرّعہ و لا یکاد یسیغہٗ (ابراہیم آیت ۱۷) ''بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی''۔ تو وہ کہنے لگا کہ اے اللہ رب العزت! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما دے جو بمشکل اس کا تھوڑا گھونٹ لیں گے اور گلے سے نیچے اتارنے کی جنہیں امید نہ ہوگی۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے ایک احمق واعظ سے سنا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان کر رہا تھا۔ کہنے لگا کہ جب فرعون سمندر کے بیچ خشک راستے میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے کہا کہ مل جا! تو پانی آپس میں مل گیا۔ اس وقت فرعون نے بھینس کی طرح گوز مارنے شروع کر دیئے۔ ہم اس گوز سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ایسے ہی میں نے کوفہ میں ایک واعظ کو یہ کہتے سنا کہ اگر کوئی یہودی اس حال میں مرے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہو اور پھر وہ جہنم میں بھی داخل ہو جائے تو جہنم کی آگ کی گرمی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ایک واعظ نے اپنے وعظ میں کہا۔ اے لوگو! جب کھانے پینے پر بسم اللہ پڑھی جائے تو شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ تو تم چاولوں کی نمکین روٹی کھاؤ اور اس پر بسم اللہ مت پڑھو تو شیطان بھی تمہارے ساتھ کھالے گا پھر تم پانی پیو تو اس پر بسم اللہ پڑھو۔ اس طرح تم شیطان کو پیاس کی وجہ سے قتل کر دو گے۔

ابو سالم واعظ ایک دن وعظ کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا۔ اے آدم کے بیٹے! اے رنڈی کی اولاد! کیا تجھے عظیم و جلیل بادشاہ سے شرم نہیں آتی کہ برے عمل سرانجام دیتا ہے۔

ابو سالم واعظ کے گھر کا دروازہ چوری ہوا تو وہ مسجد میں گیا اور مسجد کا دروازہ اکھاڑ لایا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ تو کہنے لگا کہ میں نے یہ دروازہ اس وجہ سے اکھاڑ لیا ہے کہ اس کے مالک کو یہ معلوم ہے کہ میرا دروازہ کس نے اکھاڑا ہے۔ (یعنی اللہ کو پتہ ہے

اس لئے وہ خود اس کے بدلے میں میرا دروازہ لے لیگا)

چند واعظوں سے پوچھا گیا کہ تم لفظِ "اشیاء" کو منصرف کیوں پڑھتے ہو؟ (حالانکہ "اشیاء" غیر منصرف ہے) تو پہلے تو وہ اس بات کو سمجھ نہ سکے پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایک کہنے لگا کہ تم ملحدین جیسے سوال کرتے ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لا تسئلوا عن اشیاء" (سورۂ المائدہ آیت ۱۰۱) یعنی "اشیاء" کے متعلق مت پوچھو۔ (یعنی اس نے یہ سمجھا کہ یہاں اشیاء سے لفظِ اشیاء مراد ہے)

ایک شیخ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک واعظ کی طرف رقعے میں لکھا کہ حاملہ عورت کیلئے کونسی دعا ہے۔ واعظ نے رقعہ پڑھا پھر پلٹ کر دیکھا تو اس کی پشت پر ایک حکیم کا لکھا ہوا نسخہ تھا اس میں چند دوائیوں مثلاً قنبیل خشیرک اور افتیمون وغیرہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اس واعظ نے سوچا کہ شاید یہی دعائیہ کلمات ہیں۔ چنانچہ اس نے اس طرح دعا مانگنا شروع کردی۔ یا ربّ قنبیل یا ربّ خشیرک یا ربّ افتیمون وہ تب تک انہی الفاظ سے دعا مانگتا رہا حتی کہ اسے ان سے منع کیا گیا۔

اکیسواں باب:

خود کو پرہیز گار ظاہر کرنے والے بیوقوفوں کا بیان

علی بن محسن تنوخی فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں لکام نامی پہاڑ پر ایک آدمی رہتا تھا اس کا نام ابو عبداللہ مزابلی تھا وہ رات کو شہر میں داخل ہوتا اور کوڑا کرکٹ والی جگہیں تلاش کرتا وہاں اسے کھانے کی جو چیز ملتی اٹھا لیتا اور وہ دھو کر کھا لیتا۔ اس کے علاوہ حصول معاش کا کوئی اور طریقہ وہ نہیں جانتا تھا۔ یا پھر پہاڑوں میں گھس جاتا اور مباح پھل کھاتا۔ وہ بہت نیک اور مجاہدہ والا لیکن کم عقل تھا۔

انطاکیہ میں ایک شخص موسیٰ زکوری تھا اس کا ایک پڑوسی تھا جو کہ ہر وقت کوڑا کرکٹ پر مسلط رہتا تھا۔ موسیٰ زکوری اور اس کے پڑوسی کے درمیان کچھ تنازع شروع ہو گیا تو اس آدمی نے ابو عبداللہ مزابلی سے موسیٰ زکوری کی شکایت کر دی تو مزابلی نے اپنی دعا میں موسیٰ زکوری پر لعنت بھیجنی شروع کر دی۔ لوگ ہر جمعہ کو اس کے پاس آتے تھے اور اس سے گفتگو کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے جب لوگوں کو یہ پتہ چلا کہ یہ زکوری پر لعنت بھیج رہا ہے تو وہ زکوری کے گھر اسے قتل کرنے آ گئے۔ زکوری بھاگ گیا اور اس کا گھر لوٹ لیا گیا۔ لوگوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ روپوش ہو گیا جب وہ کافی عرصے روپوش رہا تو ایک دن اس نے کہا کہ میں مزابلی کیساتھ ایک حیلہ کرتا ہوں جس کے ذریعے اس سے چھٹکارہ پا لوں گا۔ لیکن اے لوگو! تم میری مدد کرو گے۔ لوگوں نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ زکوری نے کہا کہ مجھے نیا کپڑا کچھ مشک، آگ اور چند نوجوان جو اس پہاڑ میں میرا دل بہلاتے رہیں یہ سب چاہئیں۔ لوگوں نے کہا کہ لے لو۔ جب آدھی رات ہوئی تو زکوری اس غار کے اوپر چڑھا جس میں مزابلی رہتا تھا وہاں کسی تدبیر سے خوشبو سلگائی اور پھونک مار کر مشک اڑائی۔ جب خوشبو مزابلی کے غار میں داخل ہوئی اور اس نے محسوس بھی کر لی اور ساتھ ہی آواز بھی سُنی۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت میں رکھے تجھے کیا ہوا اور تو کون ہے؟ تو زکوری نے کہا کہ

میں جبریل ہوں مجھے میرے رب تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر مزابلی کو اس کے سچ ہونے میں کوئی شک نہ رہا اس نے خوب رو رو کر دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔ پھر کہنے لگا: اے جبریل! میں کون ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے میری طرف بھیجا ہے۔ موسیٰ زکوری جو کہ جبریل بنا ہوا تھا اس نے کہا کہ رحمٰن تجھے سلام کہتا ہے اور یہ اطلاع دیتا ہے کہ موسیٰ زکوری کل جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے یہ سن کر مزابلی بے ہوش ہو گیا۔ موسیٰ نے اسے چھوڑا اور واپس لوٹ آیا۔ جب صبح ہوئی تو جمعہ کا دن تھا۔ مزابلی نے لوگوں کو جبریل والا پورا واقعہ سنایا اور کہا کہ ابن زکوری کو تلاش کرو اور اس سے درخواست کرو کہ مجھے معاف کر دے۔ تو لوگ ابن زکوری کے گھر اسے تلاش کرنے گئے اور اسے معاف کرایا۔

ابو نقاش اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ میں واسط[1] کی جامع مسجد میں تھا کہ وہاں دو آدمی جہنم کی حدیث کے بارے میں بحث کر رہے تھے ایک نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے جسم کو اتنا بڑا بنا دیں گے کہ اس کا ایک دانت احد پہاڑ کے برابر ہو گا۔ دوسرے نے کہا: اس طرح نہیں ہو گا ان دونوں کے پاس ایک شیخ بھی موجود تھے۔ بڑے نمازی تھے وہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اس کا انکار مت کرو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں موجود ہے۔ انہوں نے کہا: چچا جان! وہ کیا ہے؟ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالیشان ہے۔ فاولئك يبدل الله سنانهم خشبات ”ان لوگوں کے دانتوں کو اللہ تعالیٰ لکڑی سے بدل دیں گے“۔ تو جو خدا دانت کو لکڑی بنا سکتا ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ دانت کو احد پہاڑ کے برابر بنا دے۔ (حالانکہ صحیح آیت اس طرح ہے کہ فاولئك يبدل الله سيأتهم حسنات۔ ”ان لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیں گے۔ (الفرقان: آیت ۷۰)

زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھے حجاج شاعر[2] کے متعلق یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ایک کشادہ گلی سے گزر رہے تھے گلی کے آخری حصے پر پرنالہ بہہ رہا تھا۔ یہ کافی دیر تک اسی شش و پنج میں پڑے رہے کہ آیا پانی کے چھینٹے ہم تک پہنچے یا نہیں۔ جب یہ فیصلہ نہ کر سکے تو جا کر پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اب ہم نے شک سے نجات پائی۔

ابو علی طائی کہتے ہیں کہ ایک بیوقوف آدمی نے ایک متزہد یعنی اپنے آپ کو پرہیزگار سمجھنے والے آدمی کے سامنے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی "و قال نسوۃ فی المدینۃ امرأۃ العزیز تراود فتاھا عن نفسہ"۔ (یوسف۔ آیت ۳۰) "اور چند عورتوں نے شہر والیوں نے یہ بات کہی کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس سے اپنی مطلب برآری کیلئے پھسلاتی ہے"۔ یہ سن مصنوعی زاہد نے کہا کہ میرے سامنے فاجروں کی آیتیں مت پڑھا کرو۔

محمد مخزمی[3] بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں تھے تو مجھے بدبو محسوس ہونے لگی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی نے اپنی مونچھوں پر گندگی لگا رکھی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ یہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے اپنی عاجزی و انکساری ظاہر کرنے کیلئے لگا رکھی ہے۔

طاہر بن حسین[4] کہتے ہیں کہ میں نے مروزی سے پوچھا کہ آپ کتنے عرصہ سے عراق آتے جاتے رہتے ہیں تو کہنے لگا کہ بیس سال سے آتا رہتا ہوں اور میں تین سال سے صوم الدھر (یعنی ہمیشہ دن رات روزہ رکھنا) رکھتا ہوں۔ تو طاہر نے کہا کہ میں نے تو آپ سے ایک سوال کیا تھا اور آپ نے مجھے دو جواب دیئے ہیں۔

ابو عثمان جاحظ فرماتے ہیں کہ مجھے یحیٰ بن جعفر نے خبر دی کہ میرا ایک فارسی پڑوسی تھا۔ اس کی اتنی لمبی داڑھی تھی کہ میں نے اتنی لمبی داڑھی کسی کی نہیں دیکھی۔ وہ ساری رات روتا رہتا تھا۔ ایک دن میں اس کے رونے سے جاگ گیا تو میں نے بہت بری حالت میں رات گزاری۔ وہ سسکیاں لیتا اور سر اور سینے کو پیٹتا اور کتاب اللہ کی ایک آیت بار بار دہراتا۔ جب میں نے اسے اس مصیبت میں دیکھا تو میں نے دل میں کہا کہ میں اس سے ضرور وہ آیت مبارکہ سنوں گا جس نے اسے قتل کیا اور میری نیند اڑا دی۔ چنانچہ میں نے اسے سنا کہ وہ "و یسئلونک عن المحیض قل ھو اذیٰ"۔ (البقرہ: آیت ۲۲۲) یعنی "وہ آپ سے حیض کی حالت کے متعلق پوچھتے ہیں فرمایئے وہ تکلیف دہ ہے"۔ یہ والی آیت تلاوت کر رہا تھا۔ تو میں سمجھ گیا کہ لمبی داڑھی حماقت کی ایسی علامت ہے جو کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتی۔

جاحظ ہی بیان کرتے ہیں کہ نظام[5] نے مجھے خبر دی کہ میں بابِ شام کے ایک کونے

سے گزر رہا تھا کہ میں نے وہاں ایک شیخ کو بیٹھے دیکھا جس کے سامنے کنکریاں اور گٹھلیاں پڑی ہوئیں تھیں۔ وہ ان پر تسبیحات پڑھتا رہتا تھا اور کہتا: "حسبی الله حسبی الله" مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ میں نے کہا: چچا جان! یہ کلمہ تسبیح تو نہیں ہے جو آپ پڑھتے ہیں تو کہنے لگا کہ آپ کو کون سی تسبیح آتی ہے میں نے کہا کہ سبحان اللہ کی تسبیح۔ تو کہنے لگا: اے احمق! یہ ایسی تسبیح ہے جسے میں نے عبادت گزاروں سے سیکھا ہے اور میں ساٹھ سال سے یہی تسبیح پڑھتا ہوں۔ تیرے جیسے جاہل کی بات پر میں اسے کیسے چھوڑ دوں۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے ابو محمد سیرانی کو دیکھا اس کی داڑھی بہت لمبی تھی وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگتا تھا:

یا منقذ الموتٰی و یامنجی الغرقٰی و قابل التوبات و راحم العثرات۔ أنت تجد من ترحمه و أنا لا اجد من یعذبنی سوائك۔

"اے مردوں کو نکالنے والے۔ ڈوبنے والوں کو بچانے والے، توبہ قبول کرنے والے لغزشوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمانے والے، آپ کو وہ آدمی مل سکتا ہے جس پر آپ رحم کریں لیکن مجھے آپ کے سوا ایسا کوئی نہیں ملتا کہ مجھے عذاب دے"۔

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو سعید بصری کو دیکھا کہ وہ اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگ رہا تھا اس کی بھی داڑھی بہت لمبی تھی اور احمق تھا۔ وہ یوں دعا مانگ رہا تھا:

یا رباہ، یا سیداہ، یا مولاہ یا جبرائیل، یا اسرافیل یا میکائیل یا کعب الاحبار یا اویس القرنی بحق محمد و جرجیس علیك۔ ارخص امتك علی الدقیق۔

"اے اس کے پروردگار، اس کے آقا، اس کے مولا، اے جبریل، اے اسرافیل، اے میکائیل، اے کعب الاحبار اے اویس قرنی تم کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور جرجیس کا جو تم پر حق ہے اس حق کی وجہ سے تم پر لازم ہے کہ اس امت پر آٹا سستا فرما دے"۔

بشر بن عبد الوہاب بیان کرتے ہیں کہ دمشق کی جامع مسجد کے ستون کے پاس ایک خوبصورت شکل والا آدمی بیٹھا کرتا تھا ایک دن میں نے اسے سجدہ میں دیکھا وہ سجدہ میں کہہ رہا تھا۔ تیرے سامنے میرا سبز، سرخ زرد، سفید اور کالا سب خشوع و خضوع کی حالت میں گڑگڑاتے ہوئے اور اپنی ماں کی شرم گاہ کو چوستے ہوئے سجدہ ریز ہیں۔ اور مجھ سے زانی اور زانیہ عورت کے بیٹے کی کیا حیثیت ہے کہ جسے آپ نہ بخشیں۔

ابوالعتاہیہ کا ایک شاگرد تھا۔ وہ پہلے صوفی بنا پھر زہد اختیار کیا۔ اس کے بعد اپنی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی اور کہنے لگا کہ دنیا کو دونوں آنکھوں سے دیکھنا فضول خرچی ہے۔

ایک آدمی نے بیان کیا کہ میرا ایک چچا تھا جس کی عمر ستر (۷۰) سال تھی ایک بار میں نے سنا کہ وہ اپنی دعا میں کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! ان نبیوں اور پیغمبروں کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں جو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پاک کے درمیان گزرے ہیں۔ (حالانکہ رسول نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں) میں نے کہا: چچا جان! آپ یہ کیا دعا مانگ رہے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل کے درمیان کون سے نبی اور پیغمبر گزرے ہیں۔ تو کہنے لگا کہ وہ دس افراد جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

ہمارے ایک جاننے والے نے بیان کیا کہ میں ایک شہر میں ایک مصنوعی زاہد کے پاس گیا۔ وہاں ایک اور گروہ بھی تبرّک کیلئے حاضر ہوا تھا جس میں شہر کے قاضی صاحب تھے۔ وہاں حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ ہوا۔ تو وہ مصنوعی زاہد کہنے لگا۔ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ (نعوذ باللہ من ذالك) لوگوں نے کہا: او بد بخت! تیرا ستیاناس ہو وہ تو نبی تھے۔ تو کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ پھر قاضی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ مجھے اس گستاخی سے توبہ کرنے کا طریقہ بتایئے۔ قاضی صاحب نے طریقہ بتا دیا۔ لوگ پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں فرعون کا تذکرہ شروع ہوا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ فرعون کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو کہنے لگا کہ میں ابھی توبہ کر چکا ہوں دوبارہ انبیاء کرام کی شان میں گستاخی نہیں کروں گا۔

حاشیہ جات

1- واسط: کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک شہر تھا۔ حجاج بن یوسف نے تقریباً ۸۲ھ میں آباد کیا: بنوامیہ کے دور میں عراق عجمی کا حصہ تھا۔ عباسیوں کے عہد میں انحطاط پذیر ہوا پھر دجلہ کا پانی اس کی طرف سے پھر گیا تو اس کی زمین شورزدہ ہوگئی اور صحراء کی ریت کے نیچے چھپ گئی۔

2- حجاج شاعر: نام حجاج بن یوسف الشاعر بن حجاج ثقفی بغدادی ہے کنیت ابومحمود ہے۔ حنبلی کہتے ہیں کہ حجاج شاعر۔ بہت عظیم حافظ اور مشہور ثقہ تھے۔ تاریخ وفات ۲۵۹ھ ہے۔

3- محمد مخرمی: نام ابوجعفر محمد بن عبداللہ المبارک مخرمی ہے۔ ثقہ حافظ حدیث میں سے ہیں۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔ عراق میں حلوان کا عہدہ قضاء سنبھالے رکھا۔ تاریخ وفات ۲۵۴ھ ہے۔

4- طاہر بن حسین: نام ابوالطیب طاہر بن حسین بن مصعب خزاعی ہے۔ انہیں ابوطلحہ بھی کہا جاتا ہے۔ عظیم وزیر اور قائد ہیں۔ عظیم ادیب وحکیم اور شجاع آدمی ہیں۔

5- نظام: نام ابراہیم بن یسار بن ہانی بصری اور کنیت ابواسحاق النظام ہے۔ آئمہ معتزلہ میں سے ہیں۔ علوم فلسفہ میں تجر علمی حاصل کیا۔ معتزلہ کے ایک خاص فرقہ نے ان کی آراء میں عمل کیا اور فرقہ نظامیہ وجود میں آیا۔ مسائلِ عقیدہ خصوصاً صفات باری تعالیٰ اور قضاء وقدر وغیرہ میں ان کی بہت سی منقولات ہیں۔

6- کعب الاحبار: نام کعب بن ماتع بن ذی ہجن الحمیری اور کنیت ابواسحاق ہے۔ تابعی ہیں۔ دور جاہلیت میں یمن کے یہودیوں کے عظیم عالم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلام لائے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ منورہ تشریف لائے اکثر صحابہ کرام وغیرہ نے گزشتہ امتوں کی کثیر خبریں ان سے حاصل کیں اور انہوں نے صحابہ کرام سے کتاب وسنت کا علم حاصل کیا۔ بعد ازاں شام چلے گئے اور حمص میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۳۲ھ میں وفات پائی۔

7- اویس قرنی: نام اویس بن عامر القرنی ہے۔ سادات تابعین میں سے ہیں۔ ان کی اصل یمن ہے۔ جبکہ صحراؤں اور جنگلوں میں رہتے تھے۔ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پائی مگر زیارت نہ ہو سکی۔ آخر کار کوفہ میں سکونت اختیار کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شرکت کی۔ اور اکثریت کی رائے میں اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ تاریخ وفات ۳۷ھ ہے۔

بائیسواں باب:

بیوقوف معلّموں کا بیان

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو کہ بہت کم غلط نکلتی ہے اور اسے ہم نے عام طور پر دیکھا ہے اور ہمارے خیال میں معلموں کی اس بیوقوفی کا سبب بچوں کی صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مامون کو ادب سکھانے والے ایک ادیب نے اس کی تادیب میں کوتاہی کی۔ مامون اس وقت بچہ تھا۔ مامون نے کہا کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ جس کے ادب نے ہماری عقلوں کو جلاء بخشی اور ہماری جہالت نے اس کی عقل بگاڑ دی۔ وہ اپنی سمجھداری کی وجہ سے ہماری عزت کرتا ہے اور ہم اپنے طیش میں آکر اس کی بے عزتی کرتے ہیں۔ وہ تو فائدے بیان کر کے ہمارے ذہنوں کو تیز کرتا ہے۔ اور ہم اپنی سرکشی سے اس کے ذہن کو بوجھل اور کند کر دیتے ہیں اور ہمیشہ ہماری جہالت کا مقابلہ علم سے اور ہماری غفلت کا مقابلہ بیداری سے اور ہمارے نقص کا مقابلہ کمال سے کرتا رہا حتی کہ ہم نے اس کے تمام اچھے خصائص حاصل کر لئے اور اس نے ہماری بری عادتیں سمیٹ لیں۔ جب ہم اس استفادہ میں کامل ہوئے تو وہ حماقت میں کامل ہو گیا اور جب ہم بہترین ادب سے آراستہ ہو گئے تو وہ تمام اسباب سے معطل ہوا۔ ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ ہم نے ان سے آداب حاصل کر کے فائدہ اٹھایا اور وہ محروم رہا۔ وہ تمام عمر ہمیں عقل سکھاتا رہا اور ہم سے جہالت سیکھتا رہا۔ معلم کی مثال یا تو چراغ کی بتی کی طرح ہے یا ریشم کے کیڑے کی مانند ہے۔ (کہ خود ختم ہو کر دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں)

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ ابن شبرمہ معلموں کی شہادت قبول نہیں کرتے تھے اور بعض فقیہ کہتے تھے کہ معلموں سے عورتیں زیادہ عادل ہوتی ہیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ایک ادب سکھانے والے کے پاس سے گزرا تو وہ بچے کو یہ آیت پڑھا رہا تھا۔ "فریق فی الجنّة و فریق السعیر"

میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یوں نہیں فرمایا۔ بلکہ صحیح یوں ہے۔"فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر"۔(شوریٰ: آیت ۷) تو وہ کہنے لگا کہ آپ ابوعاصم بن علاء الکسائی کی قرأت پڑھ رہے ہیں جبکہ میں حمزہ بن عاصم مدنی کی قرأت پڑھ رہا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ تیری قرأت سے واقفیت بھی عجیب وغریب چیز ہے۔

محمد بن خلف کہتے ہیں کہ ایک دیوانے آدمی نے کہا کہ میں بادشاہ کے محل کے قریب سے گزر رہا تھا کہ وہاں ایک معلم پردے کے پیچھے کتے کی طرح بھونک رہا تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بچہ پردے کے پیچھے سے نکلا اور معلم نے اسے گھیر کر پکڑ لیا۔ میں نے معلم سے کہا کہ بتاؤ تو سہی آخر ماجرا کیا ہے۔ معلم کہنے لگا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ بچہ ادب سیکھنے سے بغض رکھتا ہے اور بھاگ جاتا ہے اور اندر گھس جائے تو باہر نہیں نکلتا اور جب پکڑ لیتے ہیں تو رونے لگتا ہے۔ اس کا ایک کتا ہے جس کے ساتھ یہ کھیلتا رہتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے کتے کی طرح بھونکنا شروع کر دیا۔ تو اس نے یہ خیال کیا کہ میں اس کا کتا ہوں تو یہ میری طرف آیا۔ تو آتے ہی میں نے اسے پکڑ لیا۔

کسائی فرماتے ہیں کہ مجھے مقام رے میں پڑھانے کی دعوت دی گئی۔ تو میں ایک معلم کے پاس سے گزرا جو کہ پڑھ رہا تھا۔"ذواتی اکل خمط واقل" جب میں نے آگے بڑھ کر دوسرے معلم کے پاس جا کر یہ واقعہ بتایا تو اس نے کہا کہ اس نے غلطی کی ہے صحیح تو"و ابل" ہے۔(حالانکہ اصل"و اثل" ہے گویا دوسرا پہلے سے بھی بڑھ کر بیوقوف تھا) تو اس نے مجھے دعوت دی کہ میں بچوں کو پڑھاؤں۔

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک معلم سے کہا کہ کیا بات ہے آپ کے پاس ڈنڈا نظر نہیں آرہا۔ تو کہنے لگا کہ مجھے ڈنڈا استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ اونچی آواز سے پڑھنے والے بچے کو کہتا ہوں۔ اے زانیہ عورت کے بیٹے۔ پھر وہ اونچی آواز میں نہیں پڑھتا۔ یہ طریقہ ڈنڈے سے زیادہ مناسب اور بے خطر ہے۔

جاحظ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک معلم سے کہا کہ آپ لڑکوں کو بغیر جرم کے کیوں مارتے ہیں؟ تو کہنے لگا کہ ان کا جرم بہت بڑا ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ لوگ میرے لئے حج کی دعا

مانگتے ہیں۔ اگر میں حج کرنے کیلئے چلا جاؤں گا تو یہ دوسرے مدارس میں بکھر جائیں گے۔ تو پھر بھلا میں حج کر سکتا ہوں۔ کیا میں پاگل ہوں۔ (تو اور نہیں تو کیا ہو؟)

ایک بچے نے کلاس کے دوسرے بچوں سے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ آج استاد صاحب ہمیں چھٹی دے دیں؟ انہوں نے کہا: بالکل جی ہاں! تو کہنے لگا کہ آج استاد صاحب سے کہتے ہیں کہ آپ بیمار ہیں۔ تو جب استاد صاحب آئے تو ایک شاگرد آ کر کہنے لگا استاد جی آج آپ کچھ کمزور نظر آتے ہیں جیسا کہ آپ کو بخار چڑھا ہوا ہے۔ اگر آپ گھر جا کر آرام فرمائیں تو اچھا ہو گا۔ استاد نے ایک شاگرد سے پوچھا۔ فلاں! کیا یہ صحیح کہہ رہا ہے؟ کہ میں بیمار لگتا ہوں۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! سچ کہتا ہے۔ یہ تو کسی پر بھی پوشیدہ نہیں اگر آپ سب لڑکوں سے پوچھیں تو سب آپ کو یہی جواب دیں گے۔ استاد نے سب سے پوچھا تو سب نے گواہی دی کہ آپ بیمار ہیں تو استاد کہنے لگا۔ اچھا! آج پھر چھٹی کر لو کل آ جانا۔

ایک معلم نے ایک لڑکے کو مارا تو کسی نے اس سے پوچھا کہ اس کو کیوں مارا ہے؟ تو کہنے لگا کہ اس کو جرم کرنے سے پہلے ہی مار رہا ہوں تا کہ یہ جرم ہی نہ کرے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک معلم جاحظ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے "کتاب المعلمین" میں معلموں کی عیب جوئی کی ہے؟ فرمایا: ہاں! کی ہے۔ تو کہنے لگا کہ آپ نے اس میں ذکر کیا ہے کہ ایک معلم شکاری کے پاس آ کر پوچھنے لگا کہ آپ تازہ مچھلی شکار کرتے ہیں یا نمکین؟ جاحظ نے کہا: ہاں! معلم نے کہا کہ وہ بیوقوف تھا۔ اگر اس میں سمجھ بوجھ ہوتی تو کھڑے ہو کر دیکھتا۔ اگر تازہ مچھلی نکلتی تو جان لیتا اور اگر نمکین نکلتی تو تب بھی جان لیتا۔

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک معلم کے پاس سے گزرا تو اس کے شاگرد ایک دوسرے کو تھپڑ مار رہے تھے اور کچھ شاگرد معلم کی گدی پر بھی تھپڑ مار رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ معلم نے کہا کہ یہ میرا ان پر قرض رہے گا۔ میں نے کہا کہ اس قرضہ کا کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔

ایسے ہی فرماتے ہیں کہ میں ایک معلم کے پاس سے گزرا وہ اپنے ایک شاگرد کیلئے یہ آیت لکھ رہا تھا" و اذ قال لقمان لا بنه و هو یعظه یا بنی لا تقصص رؤیاك علی

اخوتك فيكيدوالك كيدا۔ و اكيد كيدا فمهل الكافرين امهلهم رويدا" (یعنی مختلف آیتوں کو ملا کر ایک آیت بنا ڈالی) تو میں نے اسے کہا: بد بخت! تو نے ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے ملا دیا ہے تو کہنے لگا جی ہاں! جب اس کا باپ ایک مہینہ کو دوسرے مہینے میں داخل کر دیتا ہے (یعنی فیس کی ادائیگی وقت پر نہیں کرتا) تو میں بھی ایک سورہ کو دوسری سورۃ میں داخل کر دیتا ہوں نہ میں کچھ لوں گا اور نہ ہی اس کا بیٹا کچھ سیکھ سکے گا۔

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک معلم کے پاس سے گزرا تو وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک شاگرد بھی نہیں تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے شاگرد کہاں گئے۔ تو کہنے لگا کہ وہ سب ایک دوسرے کو تھپڑ مارنے گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں جا کر انہیں دیکھتا ہوں۔ تو کہنے لگا۔ اگر آپ لازمی ہی دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنا چہرہ چھپا لیں تا کہ وہ آپ پر میرا گمان نہ کر لیں۔ ورنہ وہ آپ کو بھی ایسا تھپڑ ماریں گے کہ آپ اندھے ہو جائیں گے۔

بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک معلم کو دیکھا کہ اس کے پاس دو شاگرد آئے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے چمٹا ہوا تھا۔ ایک نے کہا: استاد صاحب! اس نے میرا کان چبا لیا ہے۔ دوسرے نے کہا: میں نے نہیں چبایا بلکہ اس نے خود اپنا کان چبایا ہے معلم کہنے لگا۔ کنجری کی اولاد یہ کوئی اونٹ تھا کہ اپنا کان خود ہی چبا لیتا۔

جاحظ کہتے ہیں کہ کوفہ میں میں نے ایک عجیب معلم دیکھا۔ وہ شیخ تھا اور بچوں سے علیحدہ ہو کر رو رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو کہنے لگا کہ بچوں نے میری روٹی چھپا لی ہے۔

ابو العنبس کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک معلم شاگردوں کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ میں ایک شیخ کو لے کر اس کے پاس گیا۔ ہم نے کہا کہ یہ گالیاں دینا آپ کو شایان شان نہیں۔ کہنے لگا کہ میں مستحق کو ہی گالی دیتا ہوں۔ فلاں دن تشریف لے آیئے اور خود سن لیجئے گا۔ چنانچہ اس دن حاضر ہوئے۔ تو ایک شاگرد پڑھنے لگا "عليها ملائكة غلاظ شداد يعصون الله ما امرهم و لا يفعلون ما يؤمرون" (یعنی "لا یعصون" اور یفعلون کو بدل ڈالا) تو معلم کہنے لگا کہ یہ نہ تو فرشتے ہیں اور نہ دیہاتی ہیں اور نہ ہی کُرد ہیں (کہ میں انہیں گالیاں

نہ دوں) ابوالعنبس کہتے ہیں کہ ہم اتنا ہنسے کہ ہنستے ہنستے ہمارے ایک ساتھی کا شلوار میں پیشاب نکل گیا۔ پھر دوسرے شاگرد نے پڑھا: "و ھم الّذین یقولون لا تنفقوا آلامن عند رسول اللّٰہ" حالانکہ صحیح یوں ہے لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ تو معلم کہنے لگا۔ اے رنڈی کی اولاد! تو رسول نبی کریم ﷺ پر ایسا خرچہ لازم کر رہا ہے جو کہ آپ ﷺ پر واجب ہی نہیں۔

میں ایک معلم کے پاس سے گزرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچے اس معلم کو مار رہے ہیں اور اس کی داڑھی نوچ رہے ہیں۔ میں اسے چھڑانے کیلئے آگے بڑھا تو اس نے مجھے روک کر کہا کہ انہیں چھوڑ دو۔ میری ان کے ساتھ ایک شرط ہے وہ یہ کہ اگر مدرسے میں میں پہلے آجاؤں تو میں انہیں مارتا ہوں اور اگر یہ پہلے آجائیں تو یہ مجھے مارتے ہیں آج چونکہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے لیٹ ہو گیا ہوں اس لئے یہ مجھے مار رہے ہیں لیکن تیری زندگی کی قسم! کل میں آدھی رات کو آؤں گا تو تو ان کا حشر دیکھ لینا۔ یہ سن کر ایک شاگرد کہنے لگا کہ میں رات کو یہیں رہوں گا۔ کل آپ آئیں گے تو میں آپ کو گدی پر خوب گس گس کر مکّے رسید کروں گا۔

ابوالفتح محمد بن احمد حریمی کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں خراسان میں ایک دیہاتی آدمی تھا اس کے پاس ایک بچھڑا تھا۔ وہ بچھڑا گھر میں داخل ہوا اور پانی پینے کیلئے اپنا سر مٹکے میں داخل کر دیا۔ اس کا سر مٹکے میں پھنس گیا۔ دیہاتی نے مٹکے سے سر نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن بے بس ہو گیا اس نے بستی سے ایک معلم کو بلایا اور کہا کہ بہت بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ معلم نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ دیہاتی نے اس کو بچھڑا دکھایا۔ معلم نے کہا کہ میں اسے چھڑا دیتا ہوں مجھے چھری دے دو۔ تو اس نے بچھڑے کو ذبح کیا تو وہ مٹکے میں جا پڑا اور ایک پتھر اٹھا کر مٹکے کو توڑ دیا۔ یہ دیکھ کر دیہاتی کہنے لگا۔ اللہ تجھے برکت دے تو نے تو بچھڑے کو قتل کر دیا اور کنویں کو توڑ دیا۔

تیئیسواں باب:

بیوقوف جولاہوں کا بیان

ابو عبداللہ یعنی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ

سفیان ابو ہارون سے نقل کرتے ہیں۔ ابو ہارون یعنی موسیٰ بن ابی عیسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ڈھونڈ رہی تھیں کہ ایک جولاہا ملا تو حضرت مریم علیہا السلام نے جولاہے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ جولاہے نے کہا کہ اس طرف گئے ہیں۔ یعنی جھوٹ بول کر حضرت مریم علیہا السلام کو غلط سمت بتادی تو حضرت مریم علیہا السلام نے اسے بددعا دی۔ "اللّٰھم توھہ" اے اللہ! اس کو حیران و سرگرداں کردے۔ چنانچہ آپ جولاہے کو ہمیشہ سرگرداں و پریشان پائیں گے۔ پھر ایک درزی سے پوچھا اس نے صحیح سمت بتادی جس طرف کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے تھے تو حضرت مریم علیہا السلام نے اسے دعا دی تو اس کے بعد وہ درزیوں کا سردار بن گیا۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام سے گم ہوگئے۔ حضرت مریم علیہا السلام ان کو ڈھونڈنے کیلئے ماری ماری پھر رہی تھیں۔ اتنے میں حضرت مریم علیہا السلام نے ایک جولاہے کو دیکھا اور اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پوچھا لیکن اس نے رہنمائی نہیں کی تو حضرت مریم علیہا السلام نے اس کو بددعا دی۔ اسی لئے آپ ہمیشہ جولاہے کو حیران و پریشان دیکھیں گے۔

پھر درزی کو دیکھا تو درزی نے رہنمائی کی تو حضرت مریم علیہا السلام نے اس کیلئے دعا مانگی اس کے بعد درزی ان سے محبت کرنے لگا اور ان کے ساتھ اس کی نشست و برخاست ہوگئی۔

چوبیسواں باب:

مطلق بیوقوفوں کا بیان

(چاہے ان کا تعلق کسی بھی طبقہ اور پیشہ سے ہو)

لمبی داڑھی دلیل حماقت:

ابوالعیناء بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جاحظ نے بیان کیا کہ میرا ایک بہت ہی بیوقوف اور احمق پڑوسی تھا۔ اس کی داڑھی بہت لمبی تھی۔ ایک دن اس کی بیوی اسے کہنے لگی کہ تیری لمبی داڑھی ہی تیری حماقت کی دلیل ہے تو کہنے لگا کہ جو کسی کو عار دلاتا ہے اسے بھی عار دلائی جاتی ہے یعنی شرمندہ کیا جاتا ہے۔

اگر سچا ہے تو!:

اسی طرح ایک دن اسی پڑوسی نے اپنے دروازے پر غلاظت دیکھی تو کہنے لگا کہ یہ کون سا بندہ ہے جو کہ ہماری غیر موجودگی میں یہ گندگی کر جاتا ہے اگر سچا ہے تو ہمارے سامنے آ کے کرے تاکہ ہمیں پتہ تو چلے۔

آپ کا ہی ہے:

اسی کے گھر بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ اس کا نام کیا رکھا ہے؟ تو کہنے لگا عمر بن عبدالعزیز رکھا ہے۔ لوگوں نے مبارکباد دی تو کہنے لگا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور آپ کی طرف سے ہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مواخذہ:

احمد بن عمر برمکی کہتے ہیں کہ ابوالمنذر رجب تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے "لا املك الا نفسي و أخي"۔ (المائدۃ: آیت ۲۵) یعنی میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی

کا مالک ہوں''۔تو کہنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ملکیت پر راضی نہ ہوئے کہ بھائی کی بھی ملکیت کا دعویٰ کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے یہ تو محض قدریہ عقیدہ ہے۔ میں اللہ سے التجا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس غلطی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مواخذہ نہ فرمائے۔

عجیب و غریب تعریف:

اسماعیل بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اعمش کی بیوی ناراض ہوگئی اعمش کے پاس ابوالبلاد نامی آدمی حدیث پڑھنے آتا تھا جو کہ فصیح عربی میں بات کرتا تھا۔ اعمش نے اسے کہا کہ میری بیوی مجھ سے روٹھ گئی ہے اور اس نے مجھے غم میں مبتلا کر دیا ہے لہٰذا آپ اس کے پاس جا کر لوگوں میں جو میرا مرتبہ ہے اس سے اسے آگاہ کریں۔ تو وہ آدمی اعمش کی بیوی سے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت اچھی کی۔ اعمش ہمارے شیخ اور استاد ہیں اور ہمارے سردار ہیں ہم ان سے دین اور حلال و حرام کا علم سیکھتے ہیں۔ تجھے ان کی کمزور نگاہ اور پنڈلیوں کی خراش دھوکے میں نہ ڈالے۔ اتنا سننا تھا کہ اعمش غصے میں آگئے اور اسے کہنے لگے۔ اللہ تیرے دل کو اندھا کرے تو نے تو اسے سارے عیب ہی بتا دیئے۔ نکل جا میرے گھر سے۔ تو اسے گھر سے نکال دیا گیا۔

خاموشی!:

محمد بن سلام کہتے ہیں کہ شعبی نے بیان کیا۔ ایک نوجوان آدمی احنف کے پاس چپ چاپ جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ احنف کو اس کی خاموشی اچھی لگتی۔ تو ایک دن احنف نے اسے کہا۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس مسجد کی نگرانی کریں تو آپ کو ایک لاکھ درہم ملیں گے۔ تو وہ کہنے لگا۔ بھتیجے! میں ایک لاکھ درہم کا حریص تو ہوں لیکن میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اس نگرانی کی قدرت مجھ میں نہیں ہے یہ کہہ کر وہ نوجوان وہاں سے اٹھا اور چلا گیا۔ جب وہ چلا گیا تو احنف نے کہا:

وکاین تری من صامت لک معجب زیادتہ او نقصہ فی التکلم

لسان الفتی نصف و نصف فؤاده فلم یبق الآصورۃ اللحم و الدم

''تو بہت سے نوجوان خاموش دیکھے گا جو تجھے اچھے لگیں گے۔ ان کی عزت و عظمت اور نقصان کلام میں ہی ہوتا ہے۔ نوجوان کی زبان نصف اور نصف اس کا دل ہے اور باقی صرف گوشت اور خون ہی ہے''۔

تخلیق!:

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی لونڈی سے مزاح کیا کرتے تھے۔ آپ اسے فرماتے کہ مجھے معززین کے خالق نے پیدا فرمایا اور تجھے کمینوں کے خالق نے تو وہ غصہ کرتی چیختی اور روتی جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہنستے رہتے۔

دانے میں سوراخ:

محمد بن حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ ابوشوارب کا ایک احمق بیٹا تھا۔ ایک بار اس کے والد نے اسے ایک دانے میں سوراخ کر کے کھوکھلا کرنے کا حکم دیا تو اس نے باہر سے کھوکھلا کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے کہا کہ یہ کیا کیا ہے؟ تو کہنے لگا۔ اگر آپ اسے پلٹنا چاہتے ہیں تو پلٹ لیں۔

غسل کیا کیسے:

اسی آدمی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ سخت سرد رات میں اسے احتلام ہو گیا۔ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا بہت مشکل تھا۔ اس نے پانی گرم کرنے کیلئے بہت کچھ تلاش کیا لیکن کوئی چیز نہ ملی۔ چنانچہ اس نے کپڑے اتارے اور ایک نہر میں تیرتا ہوا اس کی دوسری طرف گیا تاکہ وہاں سے پانی گرم کرنے کیلئے کوئی چیز مانگ لائے۔ پھر تیرتا ہوا ہی واپس آیا اور پانی گرم کر کے غسل کیا۔

قرآن کا نسخہ:

ابو العیناء کہتے ہیں کہ میں نے ایک کاغذ فروش کو دیکھا اس بیوقوف کے ہاتھ میں

قرآن کریم کا نسخہ تھا جس کے حروف بوسیدہ ہو چکے تھے وہ اسے بیچنے کیلئے صدا لگا رہا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ یہ آواز لگاؤ کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے ہر عیب سے پاک ہے اور میری مراد اس کے حروف سے تھی (یعنی اس کی باتیں عیب سے پاک ہیں) یہ سننا تھا کہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے (یعنی خریدنے کیلئے)

وتر نہیں پڑھے:

بختری کہتے ہیں کہ مجھ سے سراج نے بیان کیا کہ میں نے چالیس سال سے وتر نہیں پڑھے ان لوگوں کی مخالفت میں جو انہیں واجب قرار دیتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اس آدمی کی بیوقوفی دیکھو کہ اس چیز کو چھوڑ دیا ہے جو ایک گروہ کے ہاں واجب ہے جبکہ اکثریت کے نزدیک سنت ہے۔ حالانکہ اس کے وتر چھوڑ دینے سے وجوب کے قائل حضرات کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔

آوے کا آوا:

معمر کہتے ہیں کہ میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں محققین کی ایک جماعت بیٹھی دیکھی۔ میں نے ان میں بھلائی کا گمان کیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔ جب غور سے سنا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کر رہے تھے تو میں ان کے پاس سے اٹھ کر آگے جا کر ایک شیخ کے پاس کھڑا ہو گیا جو کہ نماز میں مصروف تھا۔ میں نے اس میں بھلائی کا گمان کیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اسے جب میرے آنے کا احساس ہوا تو اس نے سلام پھیرا۔ میں نے اسے کہا: اے اللہ کے بندے! تمہارا کیا خیال ہے یہ سامنے بیٹھی جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کر رہی ہے اور انہیں گالیاں نکال رہے ہیں بعد ازاں میں نے اس کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد، حسین کے والدِ گرامی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ اے اللہ کے بندے! لوگوں کی باتوں سے کون بچا ہے۔ اگر ان سے کوئی بچ پاتا تو ابو محمد بچ جاتے ان کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ ابو محمد کون ہے؟ کہنے لگا۔ حجاج بن یوسف۔ اتنا کہہ کر رونے

لگا۔ چنانچہ میں وہاں سے بھی اٹھ گیا اور یہ فیصلہ کیا کہ میرے لئے اس شہر میں رات گزارنا حلال نہیں ہے۔ چنانچہ میں اسی دن وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔

کباشی اور معبد:

اسی طرح کا ایک واقعہ ابن ماجشون نے بیان کیا ہے کہ میرا ایک مدنی دوست تھا۔ کافی عرصہ سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ پھر جب اس سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے حال چال پوچھا۔ اس نے کہا کہ کوفہ میں رہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ تو وہاں کیسے رہنے لگا جبکہ وہ لوگ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو گالیاں دیتے ہیں۔ تو میرا دوست کہنے لگا۔ میرے بھائی! میں نے تو ان میں اس سے بھی بڑھ کر عجیب بات دیکھی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ تو کہنے لگا کہ وہ لوگ گانے میں کباشی کو معبد پر فوقیت دیتے ہیں (اس وقت کے مشہور گلوکار) یہ بات کسی نہ کسی طرح مہدی کو پہنچی تو وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

انسان نہیں گدھا:

علی بن مہدی بیان کرتے ہیں کہ ابو واسع کے پاس سے ایک حکیم گزرا تو ابو واسع نے اس کے سامنے اپنے پیٹ میں گیس کی شکایت کی۔ حکیم نے کہا کہ اس کیلئے آپ پہاڑی پودینہ استعمال کریں۔ اس کے بعد حکیم نے آواز دی۔ اے فلاں! دوات اور کاغذ لے کر آ۔ ابو واسع کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ضرورت ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے؟ تو حکیم کہنے لگا کہ پہاڑی پودینہ چھوڑ کر جو استعمال کیا کر۔ میں نے کہا: حکیم صاحب! آپ نے پہلے ہی سے جو کیوں نہیں بتائے۔ تو کہنے لگا کہ اصل میں مجھے ابھی ابھی پتہ چلا ہے کہ تم انسان نہیں گدھے ہو۔

گھوڑوں میں مہارت:

ابن خلف کہتے ہیں کہ ایک شخص جو کہ مُسکی کے نام سے مشہور تھا وہ عجمی گھوڑوں میں مہارت کا دعویدار تھا۔ ایک مرتبہ اس نے گھوڑے کو کھڑے دیکھا اس نے لگام کا سرا نگل لیا تھا۔ کہنے لگا عجیب بات ہے کہ اس گھوڑے کو قے نہیں ہوئی اگر میں اپنے حلق میں ایک انگلی

بھی داخل کروں تو مجھے فوراً قے ہو جائے اور میرے پیٹ میں کچھ نہ رہے۔ابن خلف کہتے ہیں کہ میں نے کہا اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ گھوڑوں کے معاملے میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔

برابر عمر:

ابونواس نے ابوداؤد کی دکان میں موجود منشیوں میں سے ایک منشی سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں کہ آپ کا بھائی؟ کہنے لگا کہ جب یہ رمضان آئے گا تو ہم دونوں کی عمر برابر ہو جائے گی۔

ایک مرتبہ اسی منشی کے درہم چوری ہو گئے۔ہم نے کہا ممکن ہے کہ درہم آپ کے ترازو میں ہوں۔کہنے لگا اسی سے تو چوری ہوئے ہیں۔

ساتھیوں کی ضرورت:

سُورہ واسطی نامی آدمی نے سفر کرنے کا ارادہ کیا تو اسے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے ساتھی نصیب فرمائے۔کہنے لگا کہ مجھے ساتھیوں کی ضرورت نہیں اس لئے کہ میری منزل مقصود بہت قریب ہے۔

عیادت اور تعزیت:

ابوحصین کہتے ہیں کہ ایک آدمی کسی کی عیادت کیلئے گیا تو عیادت کے بعد تعزیت کرنے لگا۔اس کے گھر والوں نے کہا کہ ابھی اس کا انتقال تو نہیں ہوا (کہ آپ تعزیت کرنے لگے ہیں) وہ کہنے لگا کہ انشاءاللہ بہت جلد ہو جائے گا۔

روزہ دار کا کھانا پینا:

ابوعاصم کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ روزہ دار پر کھانا پینا کب حرام ہوتا ہے؟ فرمایا جب فجر طلوع ہو جائے۔تو کہنے لگا امام صاحب اگر فجر آدھی رات کو طلوع ہو جائے؟ تو امام صاحب نے فرمایا: چل اٹھ! دفع ہو جا یہاں سے۔

چپ رہنا بہتر:

ابوبکر بن مروان کہتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی ہمیشہ خاموش بیٹھا رہتا تھا۔ امام صاحب کو وہ بہت اچھا لگتا۔ ایک مرتبہ امام صاحب نے اس کی حالت ظاہر کرنے کیلئے اس سے پوچھا۔ اے نوجوان! کیا بات ہے؟ تم ہمارے ساتھ گفتگو میں حصہ کیوں نہیں لیتے اور کچھ بولتے کیوں نہیں؟ یہ سن کر اس نے سوال کیا: امام صاحب روزہ دار پر کھانا پینا کب حرام ہوتا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا: آپ اپنے آپ کو اچھی طرح جانتے ہیں؟

خاموش رہنے والا:

طاہر زہری کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک خاموش رہنے والا آدمی بیٹھا کرتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ کوئی بات کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگا کیوں نہیں کرتا۔ یہ بتاؤ کہ روزہ دار روزہ کب افطار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب سورج غروب ہو جائے۔ تو کہنے لگا اگر سورج آدھی رات تک غروب نہ ہو تو؟ یہ سن کر آپ بہت ہنسے اور فرمایا تیرا خاموش رہنا ہی ٹھیک تھا میں نے تمہیں بولنے کی دعوت دے کر غلطی کی ہے۔ پھر فرمایا:

عجبت لِإزراء العیی بنفسہ و صمت الّذی کان بالصمت أعلما

و فی الصمت ستر للعیی و انّما صحیفۃ لبّ المرء أن یتکلّما

"میں نے جاہل کے عیب اور اس کی خاموشی سے جس سے کہ وہ ہی زیادہ خبردار تھا تعجب کیا۔ خاموشی جاہل آدمی کیلئے پردہ ہے اور آدمی کی عقل کا چہرہ اس کے گفتگو کرنے سے سامنے آتا ہے"۔

گدھے کی چوری:

ابوالحسن مدنی کہتے ہیں کہ ابوجہم بن عطیہ کا گدھا چوری ہو گیا تو کہنے لگا۔ خدا کی قسم! اے میرے رب! میرا گدھا آپ کے سوا کسی نے نہیں لیا اور آپ کو اس کی جگہ معلوم ہے لہٰذا میرا گدھا واپس کر دیجئے۔

کفن کی خریداری:

مسعود کہتے ہیں کہ عمر بن سلمہ بن قتیبہ نے اپنے بھائی کو ماں کیلئے کفن خریدنے کیلئے بھیجا۔ وہ جا کر دوکاندار سے کہنے لگا اچھا کفن مت تلاش کرنا۔ میری والدہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے ادنیٰ قسم کا لباس پہنا کرتی تھی۔

انت طالق ان:

دار قطنی کہتے ہیں کہ ابوالحسین بن عبد الرحیم درزی نے کہا کہ میں ایک مرتبہ احمد بن الحسین کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس ایک عورت رقعہ لے کر آئی جس میں اس سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: ابوالحسن یہ رقعہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ میں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا تھا: "أنت طالق اِنْ" یعنی تجھے طلاق اگر۔ (یعنی طلاق کو شرط سے مشروط کرنے لگا تھا لیکن شرط بیان نہ کی) پھر لفظ اِنْ پر ٹھہر گیا آگے کچھ نہ کہا اب مسئلہ کیا ہے (یعنی طلاق ہوئی یا نہیں) ابوالحسین نے پڑھا۔ تو عورت نے کہا کہ مجھے "اِنْ" لفظ کے متعلق کچھ علم نہیں۔ تو اس نے مجھے کہا کہ دوبارہ پڑھو۔ تو میں نے دوبارہ اسی طرح پڑھا جیسا کہ پہلی مرتبہ پڑھا تھا۔ تو اس نے عورت سے کہا: کہ اس نے لفظ ان پر وقف کیا ہے اور مکمل نہیں کیا۔ تو عورت نے کہا: نہیں! قسم بخدا! میں لفظ انْ پر وقف کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت مسجد میں ایک جماعت بیٹھی تھی۔ تو اس نے انہیں کہا: یہ دیکھو! تو ان سب نے بھی ویسے ہی پڑھا جیسے میں نے پڑھا تھا۔ پھر ایک نے سب کو خبردار کیا اور کہا: یہ ایک آدمی ہے جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طلاق شدہ ہے اگر۔ پھر انْ پر ٹھہر گیا ہے۔ (گویا سب ہی ایک تھیلی کے چٹے بٹے تھے اور کسی کو بھی مسئلہ سمجھ میں نہ آیا)

تین بیوقوف بھائی:

مرزبان کہتے ہیں کہ ابوعثمان بصری نے بیان کیا کہ تین بھائی تھے۔ ان کے نام ابو قطیفہ، طبلی اور ابوکلیر تھے اور وہ غیاث بن اسید کے بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی طرف سے حج کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ حج کرنے سے

پہلے شہید ہو گئے تھے اس لئے میں ان کی طرف سے حج کرتا ہوں۔اور دوسرا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے قربانی دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ان دونوں نے قربانی چھوڑ کر غلط کی تھی اور تیسرا ایام تشریق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے افطار کیا کرتا تھا یعنی روزہ نہیں رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے عید کے دنوں میں روزے رکھ کر غلطی کی تھی لہٰذا لوگ اپنے والد کی طرف سے روزہ رکھتے ہیں تو میں اپنی والدہ کی طرف سے افطار کیوں نہ کروں۔

سارے کام اللہ تعالیٰ کے:

ابو عثمان کہتے ہیں کہ ابی شعیب بلال عبد اللہ بن حازم، حمید طوسی اور یحییٰ حرمی کا تذکرہ کیا گیا اور جو انہوں نے کثرت سے قتل کرنے، مارنے اور عذاب دینے کا کام کیا تھا اس کا تذکرہ کیا گیا تو ایک آدمی نے کہا ان کیلئے بربادی ہو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر اس اقدام کی جرأت کیسے کی۔(یعنی یہ کام تو سارے اللہ تعالیٰ کرتا ہے)

بیوقوف کی گواہی:

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ ایک بیوقوف آدمی نے مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنا جب مؤذن نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو وہ بیوقوف کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں ہر گواہی دینے والے کے ساتھ اور انکار کرتا ہوں ہر انکار کرنے والے کے ساتھ۔

مدّعی اور مدّعا علیہ:

علی بن محسن تنوخی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔انہوں نے بیان کیا کہ ۳۵۸ھ میں جبکہ اہواز میں قاضی کے عہدے پر فائز تھا میرے پاس دو آدمی آئے ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا۔میں نے مدعا علیہ سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔پھر میں نے مدعی سے گواہ پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔تو اس کے پاس گواہ نہیں تھے۔تو میں نے مدعا علیہ سے پوچھا کہ آپ قسم کھائیں گے؟ تو اس نے کہا کہ ان کا مجھ پر کچھ ہے ہی نہیں تو پھر میں کیسے قسم کھاؤں۔اگر اس کا مجھ پر کچھ ہوتا بھی تو میں اس کیلئے قسم کھاتا اور اس کی عزت بھی کرتا۔

انساب والقاب کا ماہر:

ثمامہ بن اشرس بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو میں نے دیکھا اس نے والی کے پاس اپنے مدّ مقابل کو پیش کر کے کہا: صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے۔ میں ناصبی اور رافضی ہوں اور یہ جہمی مشبہ مجسمہ اور قدری ہے۔ (یہ فرقے ہیں) یہ حجاج بن زبیر کو گالیاں دیتا ہے جنہوں نے حضرت علی بن ابوسفیان کی ضد میں کعبہ ڈھایا تھا اور حضرت معاویہ بن ابی طالب پر لعنت بھیجتا ہے۔ (یعنی باپوں کے نام بدل ڈالے اور تاریخ بھی غلط بیان کی) یہ سن کر والی نے کہا کہ اب میں حیرت میں ہوں کہ آپ کی کس بات پر تعجب کا اظہار کروں آپ کی انساب پر مہارت پر یا القاب کی واقفیت پر۔ اس آدمی نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے۔ میں تو اس وقت تک کاتبوں کے پاس سے نہیں نکلا جب تک کہ یہ سب کچھ سیکھ نہیں لیا۔

سب سے بری حالت:

محمد بن مبرّد، حسن بن رجاء سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہارون الرشید ثمامہؒ (معتزلی) پر غضبناک ہوا تو اس کو سلام ابرش کے حوالے کر کے حکم دیا کہ اس پر سختی کرو اور اسے مکان میں داخل کر کے اوپر سے لیپ کر دو اور ایک سوراخ کھلا رکھو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور سوراخ سے اسے کھانا دیتا رہا۔ ایک مرتبہ سلام عشاء کے وقت وہاں بیٹھا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا تو اس نے پڑھا "ویل یومئذ للمکذّبون" تو ثمامہ کہنے لگا کہ یہ تو "للمکذّبین" ہے۔ اور پھر اس کی تشریح کرنے لگا کہ مکذ بون رسول ہیں جبکہ مکذّبین کفار ہیں۔ یہ سن کر سلام نے کہا کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ تم زندیق ہو لیکن میں نہیں مان رہا تھا (اب یقین ہو گیا) چنانچہ اس پر پہلے سے زیادہ سختی شروع کر دی۔ پھر ہارون الرشید ثمامہ سے راضی ہو گیا تو اسے قید سے نکال کر اپنا ہمنشین بنایا۔ تو ایک مرتبہ ہارون الرشید نے اہل مجلس سے پوچھا کہ مجھے سب سے بری حالت والا انسان چاہئے تم میں سے ہر ایک اپنے خیال کا اظہار کرے ثمامہ کہتے ہیں کہ جب میری باری آئی تو میں نے کہا: امیر المؤمنین! عقلمندوں پر جاہل کا

فیصلہ نافذ ہوتا ہے۔ اتنا کہا تو میں نے اس کے چہرے پر غضبناکی کے آثار دیکھے تو میں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کا میری قید کے متعلق کیا خیال ہے مجھ پر کیا گزری ہارون نے کہا: خدا کی قسم! مجھے علم نہیں تم ہی بتاؤ۔ چنانچہ میں نے سلام والا پورا واقعہ بتایا۔ اس سے ہارون الرشید اتنا ہنسا کہ لوٹ پوٹ ہو گیا اور پھر کہنے لگا تم نے سچ کہا خدا کی قسم! تم تو سب سے زیادہ بری حالت میں تھے۔

پانی بہاؤں گا:

مرزبان بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ ایک آدمی نے سردیوں میں ایک شخص سے کہا کہ میں آپ پر ایک مٹکا پانی بہاؤں گا اور آپ کو ایک درہم دوں گا۔ تو اس نے معذرت کی۔ وہاں موجود ایک اور آدمی نے کہا کہ یہ پانی مجھ پر بہا دو اور درہم آدھا تیرا اور آدھا میرا۔

انشاء اللہ! مکے میں:

ابن مرزبان بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک ادیب نے بتایا کہ ایک عراقی نے گفتگو کے دوران ایک شامی سے کہا: اللہ تیری داڑھی منڈوا دے۔ تو شامی کہنے لگا کہ انشاء اللہ! مکے میں (حالانکہ وہاں سر منڈوایا جاتا ہے نہ کہ داڑھی)

فضیلت معاویہ و عیسیٰ:

بیان کرتے ہیں کہ ایک خطیب سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام؟ تو کہنے لگا۔ لا الہ الا اللہ! کیا تو کاتب وحی کو نصاریٰ کے نبی پر قیاس کر رہا ہے۔ (گویا کاتب وحی کی شان نبی سے زیادہ ہے اس کے نزدیک)

نماز بے وضو جائز:

ایک آدمی فقیہ کے پاس گیا اور اسے کہا کہ اگر آدمی کی ہوا خارج ہو جائے تو اسے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقیہ نے کہا: نہیں۔ تو وہ کہنے لگا میں تو اس طرح کر چکا ہوں اور

میری نماز بھی جائز ہو گئی ہ۔ (خوچہ! ہوتا کیسے نہیں۔ ہمارا تو ہو گیا)

عجیب معافی:

ابن مرزبان کہتے ہیں کہ اشراف مکہ میں سے ایک آدمی نے یوں دعا مانگی۔ ''اے اللہ! اگر تو مجھے نہیں پہچانتا تو میں فلاں بن فلاں ہوں اور میں آپ کے فلاں بندے کے پاس سے گزرا تو وہ بیہودہ گوئی میں مصروف تھا میں نے اس کے سینے پر مکا مارا تو وہ منہ کے بل گر پڑا اور ہاتھ پیر مارتے ہوئے مر گیا۔ اے اللہ! اب میں نے تیرے سامنے اقرار کر لیا ہے اب تو جیسے چاہے مجھے معاف کر دے۔

انشاء اللہ!!:

ایک آدمی گدھا خریدنے بازار کی طرف گیا تو راستے میں اسے اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے اسے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ گدھا خریدنے بازار جا رہا ہوں تو دوست نے کہا کہ انشاء اللہ کہو۔ کہنے لگا کہ انشاء اللہ کیوں کہوں۔ پیسے میری جیب میں ہیں اور گدھا بازار میں ہے۔ جب وہ بازار میں گدھا تلاش کر رہا تھا تو اس کے پیسے کسی چور نے نکال لئے۔ لہٰذا نامراد واپس لوٹا۔ واپسی میں پھر اسی دوست سے ملاقات ہوئی۔ تو دوست نے پوچھا۔ آپ نے گدھے کا کیا کیا؟ تو کہنے لگا۔ انشاء اللہ! میرے پیسے چوری ہو گئے۔ تو دوست نے کہا کہ انشاء اللہ کہنے کا یہ کوئی موقع نہیں۔

نہیں انشاء اللہ!:

دو احمق چھوٹی کشتی میں سوار ہوئے تو آندھی چلنے لگی۔ تو ایک نے کہا: خدا کی قسم! ہم ڈوب گئے۔ دوسرے احمق نے کہا: نہیں انشاء اللہ! تو پہلے نے کہا کہ جب تک ہم بچ نہیں جاتے انشاء اللہ مت کہو۔

کم سے کم شر:

بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے ایک دوست نے بتایا کہ ایک آدمی نے چھوٹی بچی سے

شادی کرلی۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ عورت شر ہی شر ہے لہٰذا شر جتنا کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔

مالِ وراثت:

ابو علی بصری کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو وراثت میں بہت زیادہ مال ملا۔ یہ مال ملنے کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایسا کاروبار کروں کہ جس میں میرا یہ سارا مال ضائع ہو جائے اور اس میں سے مجھے کچھ بھی دوبارہ نہ ملے۔ یہ سن کر اس کے ایک ہمنشین نے اس سے کہا کہ موصل سے کھجور خرید کر بصرہ بھیج دو۔ دوسرے نے کہا کہ سینے کی تین سوئیاں ایک درہم میں خریدتے رہو جب دس رطل جمع ہو جائے تو اس کو پگھلا کر نقدی بنالو اور دو درہم کے بیچتے رہو۔ تیسرے نے کہا کہ آپ جو چاہیں خریدیں اور دیہاتوں میں جا کر بیچتے رہیں اور گردوں سے ہنڈی لے کر ان سے خرید و فروخت کرلو اور ان کی ہنڈی لے کر دیہاتیوں کو بیچ دو۔ تو وہ اسی طرح کرتا رہا حتی کہ اس کا سارا مال ضائع ہو گیا۔

اے فلانی!:

حارثی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: اس وقت وہ اس پر غصے میں تھا۔ کہنے لگا اے فلانی! میں وہ آدمی ہوں کہ جب کسی عورت کو غلط حرکت کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہوں تو میں اس عورت کے بے عزتی کرتا ہوں اور اس آدمی کی بھی جو اس کی آبروریزی کر رہا ہوتا ہے۔

تاریخ ولادت:

حارثی بیان کرتے ہیں کہ ایک بصری آدمی جسے ابو فضالہ کہا جاتا تھا۔ ہمیشہ قاضی ابو الحسن ہاشمی کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ اس نے قاضی سے اس کی تاریخ ولادت کے متعلق پوچھا اور وہ اکثر ایسا کرتا تھا۔ تو قاضی کہتا کہ میں ۵۷۲ھ میں پیدا ہوا۔ میرے خیال میں اس نے اس مدت کی درازی میں کبھی زیادتی سے کام نہیں لیا۔ اس لئے کہ قاضی کے ہاں بلند مرتبہ زیادہ نعمتوں کے حاصل ہونے سے تھا۔

سفید بلی:

اسی طرح حارثی کہتے ہیں کہ ہم چند ساتھی چاندنی رات میں چل پھر رہے تھے کہ ایک ساتھی نے سفید رنگ کی بلی دیکھی جس کی دُم کالی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: اے احمد! آپ کا اس چاندنی کے ٹکڑے کے متعلق کیا خیال ہے۔ جس کے کونے میں چراغ ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے یہ کس سے گری ہے؟ یہ کہہ کر اسے اٹھانے لگا تو بلی اس پر جھپٹ پڑی اور اس کے ہاتھوں کو نوچ لیا اور اسے زخمی کر دیا۔

جو کھینچے:

ہذیل بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں مدینہ میں ایک گوشت فروش تھا اس کے پاس ایک بڑھیا آ کر کہنے لگی کہ مجھے ایک درہم کا بہت ہی اچھا گوشت دے دو اور مجھے اپنا نام بھی بتا دو تا کہ میں تمہارے لئے دعا کرتی رہوں۔ تو اس نے بڑھیا کو نہایت ہی گھٹیا گوشت دیا اور کہا کہ میرا نام "مَنْ تَمُدَّ" (یعنی جو کھینچے) ہے۔ جب وہ بڑھیا افطاری کے وقت کھانے کیلئے گوشت کھینچنے لگی تو نہ کھینچ سکی۔ تو اس طرح بددعا دینے لگی۔ "لعن اللّٰہ من تمدّ" یعنی جو کھینچے پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس طرح وہ اپنے آپ پر لعنت بھیجتی رہی۔

چھانٹی کرو:

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک قصاب اپنا گوشت بیچنے کیلئے یوں آواز لگا رہا تھا چھانٹی کرو چار کا ہے۔

دس گدھے ایک کم:

محمد داری کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک بیوقوف آدمی تھا وہ گھر سے نکلا تو اس کے ساتھ دس گدھے تھے اس نے ایک گدھے پر سوار ہو کر باقی کو گنا تو وہ نو تھے۔ تو گدھے سے اتر کر پھر گنا تو دس تھے بار بار اسی طرح کرتا رہا آخر کار تھک ہار کر کہنے لگا کہ میں پیدل ہی چلوں گا تا کہ گدھے کو آرام پہنچاؤں یہ اس سے بہتر ہے کہ میں سوار ہو جاؤں اور ایک گدھا

مجھ سے چلا جائے۔ چنانچہ میں نے اسے دیکھا کہ پیدل چلنے کی وجہ سے ہلاک ہونے کے قریب تھا اسی طرح اپنی بستی میں پہنچا۔

لڑکے پر آمادگی:

بیان کرتے ہیں کہ ابوالہذیل کی بیوی طلاق یافتہ تھی۔ جب وہ بچے کو جننے لگی تو لوگوں نے ابوالہذیل سے کہا کہ جا کر دائی تلاش کر کے لے آؤ تو ابوالہذیل دائی کے پاس جا کر کہنے لگا۔ ہمارے گھر چلو اور میری بیوی کے پاس جا کر اسے لڑکا پیدا کرنے پر آمادہ کرو اس کے بدلے میں تمہیں ایک دینار دوں گا۔

ہر کلام میں تسبیح:

ابوالعیناء بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بصرہ میں ایک شخص رہتا تھا اس کی کنیت ابو حفص اور لقب بلاغت تھا وہ جب بھی کسی قوم کے پاس سے گزرتا تو یوں کہتا کہ تمہاری صبح خیریت سے ہو اور اگر اسی وقت کسی دوسری قوم کے پاس سے گزرتا تو ان سے یوں کہتا اللہ کرے تمہاری شام باعزت ہو۔ وہ اپنے ہر کلام کے آخر میں تسبیح کرتا تھا۔

قل ھو اللہ احد:

ابوسعید حربی کہتے ہیں کہ ابراہیم بن الخصیب احمق کا ایک گدھا تھا۔ جب شام کو لوگ تو برے لٹکا دیتے تو اپنے گدھے کا توبرا اٹھالیتا اور اس پر "قل ھو اللہ احد" پڑھتا اور خالی کر کے پھر لٹکا کر کہتا۔ اللہ کی لعنت ہو اس آدمی پر جو ایک جو کو "قل ھو اللہ احد سے بہتر سمجھتا ہے وہ اسی طرح کرتا رہا حتی کہ اس کا گدھا ہلاک ہو گیا تو وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم! میرا تو یہ گمان نہیں تھا کہ "قل ھو اللہ احد" بھی گدھوں کو ہلاک کرتا ہے۔ خدا کی قسم! یہ تو لوگوں کیلئے زیادہ قاتل ہوگا۔ اب جب تک میں زندہ رہوں گا اسے کبھی بھی نہیں پڑھوں گا۔

رجوع کرنا جائز:

ابواسحاق جونی کہتے ہیں کہ ہمارے ایک پیتل والے پڑوسی تھے انہیں عباس کہا جاتا

تھا ان کی عمر پچاسی سال ہو چکی تھی۔ ان سے ایک عورت نے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اب کیا کروں۔ تو انہوں نے اس عورت سے کہا کہ کیا تمہارے والدین اس پر راضی ہیں۔ وہ کہنے لگی۔ نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ پھر تو تمہارے لئے رجوع کرنا جائز ہے حتی کہ تیرے والدین اس پر راضی ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا تھا تو انہوں نے مجھے کہا تھا کہ طلاق ہو چکی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ابو اسحاق کیا جانتا ہے میں اس سے زیادہ ماہر اور بڑا عالم ہوں اور عمر میں بھی زیادہ ہوں۔ میں نے تو ابو اسحاق سے ایک مسئلہ پوچھا تھا وہ ابھی تک اس میں پھنسا ہوا ہے۔

لذیذ اور مزیدار مچھلی:

مروزی کہتے ہیں کہ ابو عبد الحمید نے مچھلی خریدی اور خود سو گیا اس کی بیوی نے مچھلی پکائی اور کچھ عورتوں کے ساتھ مل کر کھا گئی۔ اور چکناہٹ ابو عبد الحمید کے ہونٹوں اور انگلیوں پر لگا دی۔ جب یہ بیدار ہوا اور کھانے میں مچھلی مانگی تو بیوی کہنے لگی ارے او پاگل! کیا تم مچھلی کھا کر بغیر ہاتھ دھوئے سو نہیں گئے تھے۔ جب اس نے ہاتھ سونگھے تو مچھلی کی بو محسوس کی۔ تو اٹھ کر ہاتھ دھوئے اور کہنے لگا کہ میں نے اس جیسی لذیذ اور مزیدار مچھلی نہیں دیکھی۔ مجھے بھوک لگی ہے میرے لئے کھانا تیار کرو۔

میں سیر نہیں ہوا:

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ غندر نامی آدمی نے مچھلی خریدی اور اپنی بیوی سے کہا کہ اسے پکاؤ اور خود سو گیا۔ گھر والی مچھلی پکا کر کھا گئی اور چکناہٹ میں اس کے ہاتھ لت پت کر دیئے۔ جب یہ بیدار ہوا تو کہنے لگا۔ مچھلی لاؤ۔ گھر والی نے کہا کہ آپ مچھلی کھا چکے ہیں۔ کہنے لگا۔ تُم سچ کہتی ہو لیکن میں سیر نہیں ہوا۔

تین بار کھا کر روزہ:

غندر سے کہا گیا کہ لوگ آپ کی سلامتی طبع کی تعریف کرتے ہیں ہمیں اس کے متعلق کوئی صحیح واقعہ تو سنایئے۔ کہنے لگا میں نے ایک دن روزہ رکھا تو اس میں تین دفعہ بھول کر کھایا

تھا۔ ایک بار کھایا تو مجھے یاد آیا کہ میرا روزہ ہے۔ پھر دوبارہ سہ بارہ کھایا ایسے ہی میں نے اپنا روزہ مکمل کیا۔

مسجد دمشق:

کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مامون نے انہیں کہا کہ میری لونڈی کیلئے کوئی نام تجویز کرو تو میں نے کہا کہ اس کا نام ''مسجد دمشق'' رکھ لو وہ بہت بہترین چیز ہے۔

اپنی فکر:

ابو بکر بن زیاد کہتے ہیں کہ ایک مکی آدمی کے پڑوسی کا انتقال ہو گیا وہ اس کے جنازہ میں شامل نہ ہوا۔ لوگوں نے اسے کہا: تیرا ستیاناس ہو تو جنازے میں شامل کیوں نہیں ہوا؟ تو وہ کہنے لگا کہ تم سب پاگل ہو مجھے اپنی فکر کھائے جا رہی ہے۔

علم نجوم کا ماہر:

سفیان بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عمرو بن دینار سے کہا کہ میں علم نجوم میں بصیرت رکھتا ہوں۔ تو عمرو نے کہا کہ کیا تم ہقعہ، قنعہ اور وقعہ کے متعلق جانتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا۔ ہاں! عمرو نے کہا کہ اب معلوم ہو گیا کہ آپ علم نجوم کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔

سورۂ فاتحہ کب نازل ہوئی:

خاتم عقیلی کے پاس مقام رے کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ وہ آپ ہیں جو ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ کہا اس میں رسول نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے۔ تو اس آدمی نے کہا کہ تو نے جھوٹ بولا۔ سورۂ فاتحہ تو رسول نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھی ہی نہیں یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نازل ہوئی تھی۔

جولاہے کا مرثیہ:

مدائنی کہتے ہیں کہ اسماء بن خارجہ نے ایک عورت کو مرثیہ کہتے ہوئے سنا جو درج ذیل اشعار میں بیان کر رہی تھی۔

فمن للمنابر و الخافقات — و الجرد بعد امام العرب
و من للطّعان غداة الهیاج — و من یمنع البیض عند الھرب
و من للعفاة و فك العتاة — و من یفرج الكرب عند الكرب

''امام عرب کے بعد کون ہے جو منبروں، جھنڈوں اور کم مُو گھوڑوں کا استعمال کرے اور سخت لڑائی میں جو نیزوں کا مقابلہ کرے اور بھاگتے وقت تیز تلواروں کو روکے اور پاکدامن عورتوں کی حفاظت کرے اور سرکشوں کا مقابلہ کرے اور کون ہے جو مصیبت کے وقت مصیبت سے نجات دلائے''۔

یہ سن کر اسماء نے کہا کہ یہ عورت تو بہت بڑے شریف انسان کے محاسن بیان کر رہی ہے۔ یہ کون ہوگا؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ فلاں سبزی فروش ابن وردان جولاہا ہے۔ تو اسماء نے کہا کہ یہ تو دو مصیبتوں سے بڑھ کر ہے۔

پسندیدہ کتا:

مدائنی کہتے ہیں کہ ایک شخص کی کسی دوسرے شخص سے ملاقات ہوئی اس کے پاس دو کتے تھے۔ پہلے نے دوسرے سے کہا کہ ان میں سے ایک کتا مجھے دے دو۔ تو اس نے کہا کہ ان میں سے کون سا تمہیں پسند ہے مجھے سفید کی بنسبت کالا زیادہ پسند ہے؟ تو پہلے نے کہا کہ مجھے سفید دے دو۔ تو اس نے کہا کہ مجھے سفید ان دونوں سے زیادہ پسند ہے۔

دو کپڑے:

طارق کہتے ہیں کہ خلال کے پاس ایک آدمی آیا تو اس نے اسے کپڑے پہنائے تو وہ آدمی کہنے لگا کہ مجھے امیر نے دو کپڑے دیئے میں نے ایک سے ازار باندھا اور دوسرے کو چادر بنا کر اوڑھا اور اپنے جسم کو ڈھانپا۔

بدلہ لے لے:

طارق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے اور ہمارے پڑوسی کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اسے ابوعیسیٰ کہا جاتا تھا۔ وہ بولا: اے اللہ! مجھ سے ابوعیسیٰ کا بدلہ لے لے۔ لوگوں نے کہا کہ تو تو اپنے آپ کو بددعا دے رہا ہے۔ تو وہ کہنے لگا۔ اے اللہ! تو پھر ابوعیسیٰ کیلئے مجھ سے بدلہ لے لے۔

خود کو گدگدی:

ابن الفرج کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے پیٹ میں گدگدی کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ تو کہنے لگا کہ میں غمگین تھا تو میں نے چاہا کہ کچھ دیر اپنے آپ کو ہنسالوں۔

بیوی کی خوبیاں:

ابن خلف کہتے ہیں کہ جب ہبیرہ کی بیوی کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ اپنی بیوی کی خوبیان تو بیان کریں۔ تو کہنے لگا: اے فلانی! اللہ تجھ پر رحم فرمائے تیرا دروازہ کھلا ہوا تھا اور تیرا سامان استعمال کیا جاتا تھا۔

مختصر نام:

عبدالرحمٰن بن داؤد بیان کرتے ہیں کہ ایک تاجر کی دوسرے تاجر سے ملاقات ہوئی تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ صاحب! اپنا نام تو بتایئے لیکن مختصر۔ اس نے کہا کہ میرا نام "ابو عید منزل القطر علیکم من السماء تنزیلا الّذی یمسك السماء ان تقع علی الارض الّا باذنه" ہے۔ تو پہلے نے کہا: خوش آمدید! اے تہائی قرآن۔

کہیں جانا نہیں:

ابن حبیب نے ذکر کیا کہ عثمان بن سعید کا بھائی کنویں میں گر گیا اس نے کہا کہ تم کنویں میں ہو؟ بھائی نے کہا کہ کیا آپ مجھے دیکھ نہیں رہے۔ تو اس نے کہا کہ جب تک میں

تجھے نکالنے کیلئے کسی کو نہ لاؤں کہیں جانا نہیں۔

جیل میں رات:

ابن خلف بیان کرتے ہیں کہ محمد نے بیان کیا کہ ''شراعۃ العس'' نامی آدمی کو پکڑ کر جیل بھیج دیا گیا تو اس نے جیلر سے کہا کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے میں قسم کھاتا ہوں کہ جیل میں اپنی بیوی کے بغیر ہرگز رات نہیں گزاروں گا۔

سفر کرنا سیکھنا:

ایسے ہی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے ایک ساتھی نے بتایا کہ ناجیہ نے بغداد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو گھر میں سیڑھی رکھی اور اس پر اترنے اور چڑھنے لگا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا کر رہے ہو تو کہنے لگا کہ سفر کرنا سیکھ رہا ہوں۔

حصول یقین:

اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ناجیہ پانی میں داخل ہوا جب پانی ٹخنوں تک پہنچا تو چیخ کر بولا۔ ڈوب رہا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کیسے؟ کہنے لگا کہ میں نے چاہا کہ مجھے یقین ہو جائے۔

مجھ جیسا:

ابن خلف کہتے ہیں کہ میں ابو یعقوب کے پاس آیا اس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہیں لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کی گئی تو کہنے لگے۔

أمثلي يرع بالنائبات ... و يخشي حوادث صرف الزمن
اذلني الله ذلّ الحمار ... و ادخلني حرّ أمي اذن

''کیا کوئی مجھ جیسا مصائب اور حوادثاتِ زمانہ سے ڈرنے والا ہے۔ مجھے اللہ نے گدھے کی طرح ذلیل کیا اور میری ماں کی شرمگاہ میں مجھے داخل کیا''۔

استغفر اللہ!!:

اسی طرح کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن محمد نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے اخروٹ خریدتے وقت اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک اخروٹ ہاتھ میں اٹھا کر کہنے لگا۔ میرے خیال میں یہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ پھر ایک دم کہنے لگا استغفر اللہ! میں نے اس کی غیبت کی۔

گواہ لانے کیلئے:

بیان کرتے ہیں کہ حباب بن علاء نے کہا کہ میں مدینہ میں تھا۔ وہاں کے قاضی کے پاس حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص گدھے کو ساتھ لئے جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہے۔ اس نے قاضی کو بتایا کہ میرا یہ گدھا چوری ہوا تھا جو کہ اس شخص کے پاس ملا ہے۔ قاضی نے اس آدمی سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ گدھا میرا ہے اور میرے ہاتھ میں ہے۔ قاضی نے مدعی سے کہا کہ آپ کے پاس گواہ ہے کہ اس نے آپ کا گدھا چوری کیا ہے۔ کہنے لگا: ہاں! قاضی نے کہا کہ پھر اس کو حاضر کرو۔ تو وہ اٹھا اور گدھے پر سوار ہو کر چلا گیا۔ میں اس آدمی کی طرف متوجہ ہوا جس کے قبضے میں پہلے گدھا تھا۔ میں نے اس سے کہا تو نے اس کو گدھا کیسے دیا جبکہ تو اس کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کر رہا تھا تو کہنے لگا کہ اس نے مجھ سے گواہ لانے کیلئے ادھار لیا ہے۔

بیٹے کی پیدائش:

ابن خلف بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو صالح بصری نے بتایا کہ ایک شخص کے یہاں اس کی عدم موجودگی میں بیٹا پیدا ہوا تو اس کی بیوی نے اس کی طرف بیٹے کی خوشخبری کا خط لکھا تو اس نے اپنی بیوی کے جواب میں لکھا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تو نے بیٹے کو جنم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے اور تیرے بدلے پر تیری مدد فرمائے اور میں نے اس کا نام محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔

ختنے نہیں کرائے:

فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ادیب نے بتایا کہ کہ ایک آدمی نے اپنے بیٹے کے ختنے کرانے کا ارادہ کیا تو ختنہ کے وقت حجام سے کہنے لگا کہ اس کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ اس کا ختنہ کبھی نہیں ہوا۔

ملک الموت!:

عثمان بن عمر کہتے ہیں کہ ایک عورت کا خاوند مرنے لگا تو اس سے کہا گیا کہ آپ اپنے شوہر کے پاس رہ کر اسے رخصت کریں تو اچھا ہو۔ کہنے لگی کہ میں ڈرتی ہوں کہ ملک الموت مجھے پہچان لے گا۔

ابھی راستے میں!:

ابراہیم کا ایک وکیل تھا اسے خلیل کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ سامان لے کر آیا تو ابراہیم نے اس سے پوچھا کہ تم کب آئے ہو؟ تو کہنے لگا: "غـ ـدًا" یعنی آئندہ کل۔ تو ابراہیم نے کہا کہ پھر تو تم ابھی راستے میں ہو۔

جلدی بوڑھا ہونا:

بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن محمد کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ابوالعبر سے پوچھا کہ آپ بہت جلدی بوڑھے ہو گئے ہیں۔ کہنے لگا کہ میں کیسے جلدی بوڑھا نہ ہوتا جبکہ میں روزانہ صبح سویرے ہر اس شخص کے پاس جاتا ہوں جس کا میرے ساتھ کام ہوتا ہے۔ بھیڑوں کے ساتھ چراگاہ جاتا ہوں اور مرغوں کی آواز کے ساتھ اٹھایا جاتا ہوں۔ یہ دیکھو ابن حمدان ایک لاکھ درہم کا مالک ہے۔ ایک دفعہ میں اس کے پاس گیا تو وہ چھینکا۔ میں نے کہا: یرحمك اللّٰہ (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے) تو اس نے مجھے جواب میں کہا: یعرفك اللّٰہ اللہ تعالیٰ تجھے پہچانتا ہے۔

معاف کیجئے گا:

حاکم کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن بن عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنا ایک گھر بیچا میں جب بھی مسجد جاتا تو میں اس کی فروخت بھول جاتا اور نماز پڑھ کر اسی گھر میں چلا جاتا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو جاتا تو اندر سے عورتیں چیخ کر کہتیں۔اے آدمی! ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر۔ میں ان سے کہتا۔معاف کیجئے گا میں اسی گھر میں پیدا ہوا ہوں اس لئے ہر دن بھول جاتا ہوں۔کافی عرصہ میری یہی حالت رہی۔

اس سال یا آئندہ:

عبدان اسدی شاعر احمق تھا۔ابن بشیر کے پاس آتا جاتا تھا ابن بشیر اس سے کہتا کہ آج تجھے پانچ سو درہم پسند ہیں یا آئندہ سال ایک ہزار۔وہ کہتا کہ مجھے آئندہ سال ایک ہزار پسند ہیں۔پھر جب وہ آئندہ سال تقاضہ کرتا تو ابن بشیر اس سے کہتا کہ ابھی ایک ہزار لو گے یا آئندہ سال دو ہزار۔چنانچہ ہمیشہ اس سے یہی کہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

خیر خواہی اور نصیحت:

ابوالحسن دامغانی جو کہ معز الدولہ کا حاجب تھا بیان کرتا ہے کہ میں معز الدولہ کی دہلیز پر تھا۔کیا سنتا ہوں کہ ایک آدمی چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے۔خیر خواہی۔نصیحت میں نے اسے بلا کر پوچھا کہ تیری خیر خواہی کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں صرف اور صرف امیر کو ہی بتاؤں گا۔تو میں نے جا کر امیر کو اطلاع دی۔امیر نے کہا کہ اسے حاضر کرو۔تو میں نے اسے امیر کے سامنے حاضر کیا۔امیر نے پوچھا۔بتاؤ تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ کہنے لگا میں مدائن کے اطراف میں شکار کر رہا تھا۔ایک دفعہ شکار کے دوران جب میں نے جال پھینکا تو وہ پھنس گیا۔میں نے چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا۔تو میں پانی میں اترا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جال لوہے کے کڑے میں پھنسا ہوا ہے۔جب میں نے کھول کر دیکھا تو ایک مٹکا مال سے بھرا ہوا دیکھا۔میں نے اسے اسی جگہ لوٹا دیا اور آ کر پکارنا شروع کر دیا تا کہ امیر کو پہچان لوں۔دامغانی کہتے ہیں کہ میں اسی وقت اس کے ساتھ پرانے مدائن کی طرف روانہ

ہوا اور سیدھا اس جگہ جا پہنچا۔ وہ مٹکا ہمیں ملا۔ ہم نے اسے اکھاڑا اور میں نے آگے مزید تلاش کی اور شکاری کے کہنے کے مطابق گڑھا کھودنے آگے بڑھا وہاں ہمیں مال سے بھرے ہوئے سات مٹکے ملے۔ وہ سب معزّ الدولہ کے پاس لے آئے۔ معزّ الدولہ اس سے بہت خوش ہوئے اور شکاری کیلئے دس ہزار درہم کا اعلان کیا۔ لیکن شکاری نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ میں کچھ اور چاہتا ہوں۔ معزّ الدولہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ وہ یہ ہے کہ آپ اس علاقے کے شکار کو میرے لئے مخصوص کر دیں اور میرے علاوہ کسی اور شکاری کو اجازت نہ ہو۔ یہ سن کر امیر مسکرایا اور شکاری کی اس حماقت پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کا یہ مطالبہ منظور کر لیا۔

رمضان المبارک:

مدائنی، عمرو بن حسن سے نقل کرتے ہیں کہ یمن کا ایک گھرانہ اپنے گھروں سے نکلا اور پہاڑ کی چوٹی میں جا کر چھپ گیا۔ اور یہ کہنے لگے کہ ہم رمضان المبارک سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں۔ رمضان یہاں نہیں آسکتا۔

کنواری اور شادی شدہ:

ابو علی الدارنی کہتے ہیں کہ طالقانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھا اور بہت بیوقوف تھا۔ ایک دن اس نے ابو عقیل سے کہا کہ آپ کا بیوہ عورت کے متعلق کیا مذہب ہے۔ کیا بیٹے کیلئے اس کا نکاح کرانا جائز ہے؟ تو ابن عقیل نے جواب دیا کہ اس میں تفصیل ہے اگر وہ باکرہ ہے یعنی کنواری ہے تو جائز ہے اور اگر ثیبہ ہے یعنی شادی شدہ ہے تو جائز نہیں۔ (اس کا بیٹا ہے پھر بھی کنواری ہے۔ واہ!) تو طالقانی نے کہا کہ میں نے ایسی تفصیل نہ دیکھی ہے نہ سنی ہے۔

طالقانی سے لوگ مسائل بھی دریافت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر مردہ چوہا کسی چیز پر چل کر گزرے تو کیا اس سے وہ چیز نجس ہو جائے گی۔ تو طالقانی نے جواب دیا: نہیں۔

لگام اور کھونٹے:

مجھ سے میرے ایک دوست نے بیان کیا ہے کہ واسط شہر میں ایک آدمی تھا اس کے گھر کے پاس اصطبل تھا۔ ایک مرتبہ اس کے گھر والوں نے شکایت کی کہ ہم کپڑے دھو کر سکھانے کیلئے چھت پر ڈالتے ہیں تو کچھ کپڑے اڑ کر اصطبل میں گر جاتے ہیں یہ لوگ پھر ہمیں کپڑے واپس نہیں کرتے۔ اس آدمی نے کہا کہ ان کی کوئی چیز تمہارے پاس آجائے تو تم بھی واپس مت کرنا۔ گھر والوں نے کہا کہ ان کے اصطبل میں ایسی کون سی چیز ہے جو اڑ کر ہماری چھت پر آئے گی؟ تو کہنے لگا کہ گھوڑے کی لگام اور کھونٹے وغیرہ۔

واپس چلی جا:

بیان کیا جاتا ہے کہ سندیہ جو کہ بغداد سے چھ فرسخ کے فاصلے پر ہے وہاں کا ایک آدمی بغداد میں دجلہ کے قریب مرغیاں بیچنے لے گیا۔ ایک مرغی اڑ گئی۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن وہ ہاتھ نہ آئی تو مرغی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تو گاؤں چلی جا میں باقی مرغیاں بیچ کر آرہا ہوں۔ جب مرغیاں بیچ کر گھر واپس پہنچا تو گھر میں وہ مرغی تلاش کرنے لگا لیکن وہ نظر نہ آئی۔ تو بیوی سے پوچھا۔ ارے وہ سفید سیاہ پروں والی مرغی کہاں گئی؟ بیوی نے کہا کہ مجھے کچھ علم نہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے بغداد سے چھوڑا تھا کہ وہ تمہارے پاس آئے۔ کیا وہ نہیں آئی؟

عورتوں کی کبوتر:

ابن ناصر کہتے ہیں کہ ایک ادیب نے "الحمام التی "لکھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ "حمام "یعنی کبوتر تو مذکر ہے لہٰذا "الحمام الذی" ہونا چاہئے۔ تو کہنے لگا کہ یہ عورتوں کا کبوتر ہے۔

اتنے بڑے پردے:

بیان کرتے ہیں کہ ایک بیوقوف کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ وہاں جا کر لوگ تو کھانا

کھانے میں مصروف ہو گئے اور وہ بیوقوف وہاں لٹکے ہوئے پردوں کو دیکھنے لگا تمام دیواروں پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔لوگوں نے اسے کہا کہ آپ کھانا کیوں نہیں کھارہے؟ کہنے لگا: خدا کی قسم! ان لمبے پردوں سے میں بہت تعجب میں مبتلا ہوں اتنے بڑے بڑے پردے اتنے چھوٹے دروازے سے اندر کیسے لائے گئے۔

عاشورہ رمضان میں:

ابراہیم بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جس کی کنیت ابوالغوث تھی اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ فقیہہ ہے اور تھوڑا بیوقوف بھی ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے ایک مسئلہ پوچھا کہ اگر ایک آدمی عاشورہ کے روزے کی منت مانتا ہے اور پھر اتفاقاً عاشورہ رمضان المبارک میں آجاتا ہے۔تو کیا رمضان کا روزہ رکھنے سے منت پوری ہوجائے گی؟ تو کہنے لگا کہ خرقی نے اس کے جواز پر تصریح فرمائی ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور پھر اسے وقف کردیتا ہے تو کیا وہ اس وقف میں حاکم کے فیصلے کا محتاج ہے یا نہیں؟ تو کہنے لگا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تو محتاج ہے جبکہ ہمارے مذہب یعنی مذہب شافعی کے مطابق وقف صحیح ہے۔

دوبارہ ایسا مت کرنا:

ایک بیوقوف مریض کی عیادت کرنے لگا۔ عیادت کرنے کے بعد جب جانے لگا تو اس مریض کے گھر والوں سے کہنے لگا۔ بھائی! ہمارے ساتھ دوبارہ ایسا نہ کرنا جیسا کہ فلاں کے انتقال کے دن کیا تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو آپ نے ہمیں بتایا ہی نہیں۔ جب مریض کا انتقال ہوجائے تو ہمیں ضرور اطلاع دینا ہم بھی نماز جنازہ میں شریک ہوجائیں گے۔

گنتی کرلو:

صقلاطی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں مغربی طرف ایک آدمی کا غلام رہتا تھا اسے اس کے آقا نے ایک بستی سے بکریاں لانے بھیجا تو بستی والوں نے دس باربردار جانور دے کر بھیجا اور ایک رقعہ میں جانوروں کی تعداد لکھ کر ساتھ کردیا۔ لیکن غلام نو جانور لے کر آیا۔

آقا نے پوچھا کہ انہوں نے کتنے جانور تمہارے حوالے کئے تھے کہنے لگا: دس جانور۔ آقا نے کہا کہ یہ تو نو ہیں۔ غلام نے کہا کہ گن لو۔ چنانچہ آقا نے گننا شروع کیا۔ ایک دو تین، گنتا رہا حتی کہ کہا: نو۔ غلام نے کہا خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ یہ تو دس ہی ہیں۔ آقا نے کہا: بدبخت! میں نے گن لیا ہے۔ غلام نے کہا: یہ تو دس ہی ہیں لیکن پھر بھی آپ نہیں مانتے تو آپ دس گھروں میں دس آدمی کھڑے کر دیں اور ہر ایک کو ایک ایک جانور پکڑا دیں تو پتہ چل جائے گا۔ آقا نے کہا کہ چلو ایسا ہی کرلو۔ چنانچہ انہوں نے دس گھروں میں دس آدمی کھڑے کئے اور ہر ایک آدمی کو ایک ایک جانور پکڑاتے رہے تو پھر بھی ایک بچ گیا۔ آقا نے کہا: دیکھو اس کے پاس جانور نہیں ہے۔ غلام کہنے لگا کہ یہ چالباز ہے اس نے پہلے ہی لے لیا ہے۔

اجرت اور خدمت:

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے مقام عکبری کی طرف سفر کا ارادہ کیا اس کو ایک بلند و بالا کشتی مل گئی تو اس نے ایک درہم کرائے پر اس میں جگہ حاصل کر لی۔ جب تھوڑا سا چلے تو کشتی والوں نے کہا کہ کاش! ہمیں کوئی معاون ملتا تو ہم اسے اجرت پر لگا دیتے۔ تو اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ تو کشتی والوں نے اسے ایک درہم دیا تو اس نے خدمت کرنی شروع کر دی۔

ابھی تعزیت:

ایک بڑھیا ایک گھر میں تعزیت کرنے گئی۔ واپسی کے وقت گھر کے ایک کونے میں لیٹے ہوئے ایک مریض پر نگاہ پڑی تو بڑھیا واپس آ کر گھر والوں سے کہنے لگی کہ مجھے چلنا پھرنا بہت مشکل ہوتا ہے اس مریض کی بھی میں ابھی تعزیت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس بیمار میں تمہاری مشکل تعزیت آسان فرمائے۔

ہائے! یہ پڑوسی:

بزار بیان کرتے ہیں کہ ہم ابو حامد کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کا

کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ میری حالت بہتر ہوتی اگر میرا یہ پڑوسی نہ ہوتا۔ یہ رات کو میرے پاس آیا اس وقت میری بیماری شدید تھی۔ مجھ سے کہنے لگا۔ اے ابو حامد آپ کو معلوم ہے کہ زنجویہ انتقال کر گئی ہے۔ میں نے کہا: "رَحِمَہُ اللّٰہ!" (حالانکہ رَحِمَهَا اللّٰہ کہنا چاہئے تھا)

اپنے والد سے بڑا:

بزار کہتے ہیں کہ ایک دن ابو حامدہ مؤمل بن حسن کے پاس گیا وہ حالت نزع میں تھے۔ ان سے پوچھنے لگے کہ حامد کی عمر کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ چھیاسی سال۔ تو کہنے لگا کہ پھر تو آپ اپنے والد سے بڑے ہیں جب سے کہ اس کا انتقال ہوا ہے۔

پڑوسی کی گواہی:

ابو الفضل احمد ہمذانی کہتے ہیں کہ ایک عورت قاضی کے پاس آ کر کہنے لگی کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق دی ہے۔ قاضی نے عورت سے پوچھا کہ تمہارے پاس گواہ ہے؟ عورت نے کہا: ہاں! میرا پڑوسی میرا گواہ ہے پھر عورت نے پڑوسی کو حاضر کیا۔ قاضی نے اس سے پوچھا۔ بھائی! آپ نے اس کے شوہر کو طلاق دیتے ہوئے سنا ہے؟ تو وہ کہنے لگا: میرے آقا! میں بازار گیا وہاں سے گوشت، روٹی شیرہ اور زعفران خریدا۔ قاضی نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ نہیں پوچھا۔ صرف یہ بتاؤ کہ تم نے اس عورت کی طلاق سنی ہے یا نہیں؟ پڑوسی کہنے لگا کہ پھر میں یہ سارا سامان گھر پر رکھ کر پھر بازار گیا اور لکڑی اور سرکہ خریدا۔ قاضی نے کہا: یہ باتیں چھوڑو۔ اس نے کہا کہ بات تو ابتداء ہی سے کرنی چاہئے یہ بہت اچھی لگتی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ اس کے بعد میں گھر میں ٹہل رہا تھا تو میں نے اس کے گھر میں چیخ و پکار کی آوازیں سنیں اور پھر میں نے طلاق کی آوازیں سنیں۔ پھر آگے کا مجھے پتہ نہیں کہ اس عورت نے اس کو طلاق دی یا شوہر نے طلاق دی ہے۔

چار درہم افیون کا نسخہ:

بیان کرتے ہیں کہ مجھے اہل سابور کی ایک جماعت نے بتایا ان میں کاتب بھی تھے اور تاجر وغیرہ بھی تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ہاں ۳۴۰ھ میں شہر کے کاتبوں میں سے

ایک جوان ابن ابی طیب قلانسی تھا وہ کسی کام سے رستاق کی طرف نکلا تو راستے میں اسے کُردوں نے پکڑ لیا اور اس پر تشدد کیا۔ اور اس سے مطالبہ کیا کہ اپنے آپ کو ہم سے خرید لو یعنی گھر سے مال منگوا کر دو تب چھوڑیں گے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور گھر خط لکھا کہ میرے لئے چار درہم کی مقدار افیون بھیج دو اور یہ خوب جان لو کہ میں اسے بطور دوا پیوں گا اور نشہ کی وجہ سے بے ہوش ہو جاؤں گا جس سے کُردوں کو میری موت میں کوئی شک نہیں رہے گا تو وہ مردہ سمجھ کر تمہارے ہاں اٹھا لائیں گے جب میں تمہارے ہاں پہنچایا جاؤں تو مجھے حمام میں داخل کرنا اور مجھے مارتے رہنا تاکہ میرا بدن گرم ہو جائے اور مجھے سوئیاں چبھوتے رہنا تو میں ہوش میں آجاؤں گا اصل میں یہ جوان بیوقوف تھا اس نے کہیں سے سن رکھا تھا کہ جو آدمی افیون پیتا ہے تو وہ صرف بیہوش ہو جاتا ہے پھر جب حمام میں داخل ہوتا ہے اور گرم ہو جاتا ہے تو بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لیکن اسے افیون کی مقدار معلوم نہیں تھی اس لئے چار درہم کی مقدار کھا گیا تو کُردوں کو اس کے مرنے میں کوئی شک نہ رہا۔ انہوں نے اسے لپیٹ کر اس کے گھر جا کر پھینک دیا۔ تو گھر والوں نے اس کی ہدایت کے مطابق اسے گرم حمام میں داخل کیا۔ مارا اور خوب سوئیاں چبھوئیں۔ اس نے کوئی حرکت نہ کی۔ پھر اور کئی دن اس کو حمام میں نہلایا لیکن اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ پھر حکیموں نے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو مر چکا ہے۔ پوچھا! کتنی افیون کھائی تھی کہا کہ چار درہم کھائی تھی۔ یہ سن کر حکیموں نے کہا کہ اگر اسے جہنم میں بھی پھینک دیا جائے تو تب بھی زندہ نہیں ہوگا۔ یہ معاملہ تو اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جو چار دانق ایک درہم کی مقدار افیون پی لے۔ یہ تو مر چکا ہے۔ لیکن گھر والوں نے حکیموں کی یہ بات نہ مانی اور اسے حمام میں ہی چھوڑے رکھا۔ جب گل سڑ گیا تب دفن کیا۔ یوں اس کا حیلہ خود اس پر الٹا ہو گیا۔

گھٹنوں کا درد:

ابو الحسین بن برہان کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک مریض آدمی کی عیادت کی اور مریض سے پوچھا کہ آپ کو بیماری کیا ہے؟ مریض نے کہا کہ گھٹنوں میں درد ہے۔ تو انہوں نے کہا: واللہ! جریر شاعر نے ایک شعر کہا ہے اس کا پہلا مصرعہ تو میں بھول چکا ہوں البتہ دوسرا

مصرعہ یہ ہے کہ "و لیس لداء الرکبتین طبیب" یعنی گھٹنوں کی بیماری کیلئے کوئی طبیب نہیں ہے۔ یعنی یہ لاعلاج مرض ہے۔ یہ سن کر مریض نے کہا کہ اللہ تجھے بھی خیر کی خوشخبری نہ دے۔ کاش! تجھے پہلا مصرعہ یاد ہوتا اور یہ دوسرا مصرعہ تو بھول جاتا۔

آنکھوں کا مریض:

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے ایک دوست کے پاس گیا۔ اس کو آنکھوں کا مرض لاحق تھا۔ میرے ساتھ ایک احمق آدمی بھی تھا۔ اس نے اس مریض سے پوچھا کہ آپ کی آنکھیں کیسی ہیں؟ مریض نے کہا کہ آنکھوں میں تکلیف ہے۔ اس احمق آدمی نے کہا: خدا کی قسم! فلاں کی آنکھوں میں کچھ دن تکلیف رہی پھر وہ آنکھ ضائع ہو گئی۔ اس بات سے مجھے بہت حیاء آئی تو میں وہاں سے جلدی جلدی نکل آیا۔

عجیب شغل:

علی بن محسن اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی نے اپنا مال ضائع کر ڈالا صرف پانچ ہزار دینار اس کے پاس رہ گئے۔ اس نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ پانچ ہزار دینار بھی جلدی جلدی ختم ہو جائیں تاکہ میں دیکھ لوں کہ میں ان کا کیا کرتا ہوں۔ اس کے ایک دوست نے اسے یہ طریقہ بتایا کہ آپ روزانہ سو دینار سے شراب کی بوتل خریدیں اور ایک ہی دن میں آپ پانچ سو دینار گانے والیوں کی اجرت اور پھل کے ساتھ کھانا کھانے پر خرچ کرتے رہیں۔ پھر جب شراب ختم ہونے کے قریب ہو جائے تو ان بوتلوں کے دریمان چوہے چھوڑ کر ان پر بلی چھوڑ دیں۔ وہ بوتلوں کے درمیان جنگ لڑتے رہیں گے جس سے وہ بوتلیں ٹوٹ جائیں گی اور ٹوٹے ہوئے شیشے ہم لوٹ لیں گے۔ کہنے لگا کہ یہ طریقہ بہتر ہے۔ چنانچہ یہ عمل شروع کیا جب شراب پی کر مدہوش ہو جاتا تو دو چوہے اور ایک بلی بوتلوں میں چھوڑ دیتا جس سے شیشے ٹوٹ جاتے اور وہ ہنستا رہتا۔ اس کے دوست ٹوٹے ہوئے شیشے جمع کر کے بیچ دیتے۔ اس شخص کا بیان ہے جس نے اسے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں کچھ عرصہ بعد اس کے پاس گیا تو وہ گھر کا سامان بیچ کر خرچ کر چکا تھا اور

گھر گرا کر چھت کی لکڑیاں بھی بیچ چکا تھا صرف چوکھٹ باقی رہ گئی تھی جس میں وہ اپنے اوپر روئی لپیٹ کر سوتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا حالت ہے؟ کہنے لگا کہ یہ وہی حالت ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ابھی تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی ہے؟ کہنے لگا۔ جی ہاں! میں چاہتا ہوں کہ فلانی گانے والی کو دیکھ لوں۔ میں نے اسے کپڑے دیئے۔ اس نے پہن لئے اور ہم اس گانے والی کے پاس چل پڑے۔ جب یہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے اس کی عزت کی اور اس کی خیریت پوچھنے لگی۔ اس نے ساری صورتحال بیان کر دی۔ ساری بات سن کر گانے والی کہنے لگی۔ یہاں سے جلدی اٹھو کہیں میرا نگران آ کر تمہیں نہ دیکھ لے۔ تمہارے پاس کچھ ہے نہیں۔ وہ مجھ پر غصے ہوگا کہ تم نے اسے داخل کیوں ہونے دیا۔ اب تو نکل! میں اوپر سے تجھ سے بات کرلوں گی۔ یہ نکلا اور باہر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا کہ ابھی وہ مجھ سے اوپر سے بات کرے گی۔ اتنے میں اس نے اوپر سے اس پر شوربہ پھینکا اور یوں اسے رسوا کر دیا۔ یہ رو رو کر کہنے لگا۔ اے فلانی! میری یہ حالت کسی سے بیان مت کرنا۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر توبہ کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ میں نے اسے گھر واپس پہنچا کر اپنے کپڑے اس سے واپس لے لیے۔ تین سال کے عرصے تک میں اس سے بے خبر رہا۔ ایک دن میں طاق کے دروازے پر تھا کہ اچانک میں نے ایک سوار کے پیچھے ایک غلام دیکھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا۔ اے فلاں! میں سمجھ گیا کہ یہ میرا وہی دوست ہے اور اس کی حالت کچھ درست ہو چکی ہے۔ میں نے اس کی ران کو بوسہ دیا۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اب گھر چلتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔ اسی پرانے گھر پہنچے تو اس کی مرمت ہو چکی تھی اور اس میں سامان وغیرہ رکھ دیا گیا تھا۔ اس نے مجھے ایک کمرے میں داخل کیا تو اس میں خوبصورت فرنیچر اور چار غلام تھے۔ اس نے صاف ستھرا پھل اور صاف ستھرا کھانا پیش کیا۔ مگر کھانا کم ہی تھا۔ میں نے کھانا کھایا اس کے بعد اس نے پردہ کھینچا تو خوبصورت گانے کی آواز آنے لگی۔ جب اس کا دل خوش ہوا تو کہنے لگا۔ اے فلاں! آپ کو پرانے دن یاد ہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں! تو کہنے لگا کہ اب میں متوسط نعمت میں ہوں۔ لیکن زمانے والوں کو جو عقل و علم عطا کیا گیا ہے وہ مجھے اس نعمت سے زیادہ پسند

ہے۔ آپ کو وہ دن یاد ہے جس دن گانے والی نے مجھ پر شوربہ پھینکا تھا۔ میں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے پوچھا کہ یہ مال آپ کے پاس کہاں سے آیا؟ تو کہنے لگا کہ مصر میں میرے باپ کے خادم اور چچازاد بھائی مر گئے۔ انہوں نے میرے لئے تیس ہزار دینار چھوڑے۔ وہ مال میرے پاس لایا گیا اس وقت جبکہ میں روئی میں لپٹا ہوا تھا۔ اس سے میں نے گھر تعمیر کیا اور یہ سب کچھ پانچ ہزار دینار کا خریدا اور پانچ ہزار دینار میں نے ناگہانی آفات کیلئے دفن کر دیئے ہیں۔ دس ہزار دینار کی زمین خرید لی ہے۔ یوں میرا گزارہ چل رہا ہے۔ میں کافی عرصہ سے آپ کی تلاش میں تھا۔ اب میں ہمیشہ کیلئے کبھی بھی آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ پھر حکم دیا۔ اے غلامو! اس کو نکال دو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے ٹانگ سے پکڑ کر باہر نکالا دیا۔ میں راستے میں پڑا تھا اور وہ مجھے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

تیرا گھر ہے یا بصرہ:

ربیعہ بن عقیل یربوعی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور درخواست کی۔ اے امیر المؤمنین! میرے گھر کی تعمیر میں تعاون فرمایئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تیرا گھر کہاں ہے؟ تو کہنے لگا کہ بصرہ میں ہے اور وہ دو مربع فرسخ سے بھی بڑا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا گھر بصرہ میں ہے یا پورا بصرہ تیرے گھر میں ہے۔

نرم سواری!:

ابن سلام بیان کرتے ہیں کہ مہدی نے اپنے وزیر یعقوب بن ابی داؤد کے بیٹے کو لونڈی دی۔ جب کچھ دن بعد اس سے حال احوال پوچھا تو کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ نے میرے اور زمین کے درمیان اس سے بڑھ کر نرم سواری نہیں دیکھی سوائے فرمانبرداری کے۔ یہ سن کر مہدی یعقوب کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں یہ اس سے کسے مراد لیتا ہے۔ میں ہوں یا آپ؟ تو یعقوب نے کہا کہ ہر چیز سے احمق کی حفاظت ممکن ہے لیکن حماقت و بیوقوفی سے اس کی حفاظت نہیں کی جا سکتی۔ (کیونکہ اس کا بیٹا ان الفاظ میں لونڈی کی تعریف کر رہا تھا)

زفرات لڑکیاں:

ایک آدمی نے مہدی کے پاس آ کر شعر پڑھنا شروع کیا۔ ایک شعر میں اس نے کہا: "و جوار زفرات" (زفرات لڑکیاں) مہدی نے پوچھا زفرات کیا چیز ہے؟ کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! آپ زفرات نہیں جانتے؟ مہدی نے کہا خدا کی قسم! نہیں جانتا۔ کہنے لگا کہ آپ امیر المؤمنین اور سید المرسلین ہو کر نہیں جانتے۔ میں ہی جانتا ہوں ہرگز نہیں۔ قسم بخدا! ہرگز نہیں۔

بہت بڑی تکلیف:

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ظبیان نے خطبہ دیا۔ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان آپ جیسے لوگ زیادہ فرمائے۔ تو کہنے لگا کہ اس دعا سے تم نے اپنے پروردگار کو بہت بڑی تکلیف میں مبتلا کیا۔ (کیونکہ مجھ جیسا آدمی پیدا کرنا آسان نہیں)

مرنے والا کون؟:

اسحاق بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں ایک قبطی آدمی کے جنازہ میں گیا تو انہیں کے ایک آدمی نے پوچھا کہ یہ مرنے والا کون ہے؟ میں نے کہا: "اللہ"۔ تو انہوں نے مجھے اتنا مارا کہ میں قریب المرگ ہو گیا۔

چار من اور آٹھ من:

ابو تمام ایک سرد رات کی صبح کو ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ رات کو مجھے بہت سردی لگی۔ میں نے ایک لحاف لیا جس میں چار من روئی تھی۔ میں نے اسے دوہرا کیا تو آٹھ من روئی بن گئی۔ پھر میں نے اسے اوڑھ لیا۔

مشترکہ کنواں:

ابو سیار بیان کرتے ہیں کہ میرا اور میرے پڑوسی کا ایک کنواں مشترک تھا اس میں ایک چوہا گر گیا۔ میں وضو کی وجہ سے پریشان تھا کہ وضو کہاں سے کروں تو پڑوسی نے مجھ سے کہا کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آؤ! ہمارے ہاں سے پانی بھر کر وضو کر لو۔

(حالانکہ کنواں تو ایک ہی تھا)

چوزے نکالنا ہیں:

ایک آدمی کا بچہ گم ہو گیا وہ نوحہ کرنے والی عورتوں کو بلا لایا۔ انہوں نے اس پر خوب ماتم کیا۔ چند دن وہ اسی حالت میں رہے۔ ایک دن اس کا باپ چھت پر چڑھا تو بچے کو گھر کے کونے میں بیٹھا دیکھ کر پوچھا۔ بیٹے! تم زندہ ہو۔ تمہیں معلوم نہیں ہم کتنے غمگین ہیں۔ بیٹے نے کہا کہ مجھے معلوم تھا۔ لیکن یہاں کچھ انڈے پڑے تھے میں ان کو سینے کیلئے مرغی کی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں سے ہلنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ میں چوزے پیدا کرنا چاہ رہا تھا مجھے چوزے بہت پسند ہیں۔ یہ سن کر والد نے گھر والوں کی طرف جھانک کر کہا کہ مجھے میرا بیٹا زندہ مل گیا ہے لیکن تم رونا دھونا بدستور جاری رکھو۔

سری میں ٹخنے:

ایک بیوقوف آدمی اپنے بیٹے کیساتھ سری کھا رہا تھا۔ باپ بیٹے سے زیادہ بیوقوف تھا۔ بیٹے نے کہا: ابا جان! اگر سری میں آپ کو ٹخنے ملیں تو مجھے دے دیجئے گا میں ان سے کھیلوں گا۔ باپ نے کہا: تیری آنکھیں سوج جائیں دیکھتے نہیں یہ تلی ہوئی مچھلی ہے کہ اس میں ٹخنے ہوتے۔

بچپن سے سالن کی عادت:

بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ گیا تو وہاں ایک بچے کو دیکھا کہ جو دیوار کے ایک سوراخ کے پاس کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں روٹی تھی۔ وہ لقمہ توڑ کر دیوار کے سوراخ میں رکھتا اور کھا لیتا۔ میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ اتنے میں اس کے والد نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ تو بیٹا کہنے لگا۔ ابا جان! اس گھر کے لوگوں نے سالن پکایا ہے یہاں اس کی خوشبو آرہی ہے میں اس خوشبو سے روٹی کھا رہا ہوں۔ یہ سن کر باپ نے اسے تھپڑ مار کر کہا کہ بچپن ہی سے سالن کے ساتھ روٹی کھانے کی عادت ڈال رہے ہو۔

بیس مرتبہ تلاش:

ایک بیوقوف نے اپنے دوست کو دیکھ کر کہا کہ میں آج تجھے بیس مرتبہ تلاش کر چکا ہوں

اور یہ تیسری بار ہے۔ ایک دوست کو دیکھ کر کہنے لگا کہ میں تمہیں ڈھونڈتا رہتا ہوں۔ جب تلاش کر لیتا ہوں تو تم ایسے کھسک جاتے ہو جیسے تم کوئی عیب دار چیز ہو۔

برف کا شوق:

ایک احمق آدمی بیمار ہوا۔ حکیم نے آ کر اس سے حال احوال پوچھا۔ تو وہ کہنے لگا کہ میرا برف کھانے کو دل چاہتا ہے۔ حکیم نے کہا کہ برف سے رطوبت بڑھ جائے گی اور تمہاری قوت کم ہو جائے گی۔ تو وہ بیوقوف کہنے لگا کہ میں اسے چوس کر باہر تھوک دیا کروں گا۔

بے وضو امام نہ بننا:

ایک شیخ مسجد کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے اس وقت مؤذن تکبیر کہنے والا تھا۔ جب وہ شیخ مسجد میں داخل ہوئے تو مؤذن نے اس کی ہیبت اور سفید داڑھی دیکھ کر اسے نماز پڑھانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ مؤذن نے خود آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو اس شیخ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ آپ نے نماز پڑھانے سے معذرت کیوں کی حالانکہ اس پر آپ کو اجر ملتا۔ تو اس نے کہا کہ جب میں بے وضو ہوتا ہوں تو میں امام بن کر نماز نہیں پڑھاتا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انوکھی محبت:

عبداللہ نوفلی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدنی نے کہا کہ میں رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ ایسی محبت آپ سے کسی نے نہیں کی۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ اس محبت کی علامت کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابو طالب مسلمان ہوتا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے اور میں اس کے بدلے میں کافر ہی مر جاتا۔

نیت اچھی ہے:

بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن ہذاب کی بینائی ختم ہو گئی تو ابراہیم بن مجاشع ان کے پاس گئے اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ اے ابو اُسید! بینائی جانے کا بالکل غم نہ کر اگر چہ یہ بہت قیمتی اور معزز سرمایہ تھیں۔ اس لئے کہ جب آپ میزان میں اس کا ثواب

دیکھیں گے تو آپ یہ تمنا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ پیر کاٹ دیتا اور ریڑھ کی ہڈی توڑ دیتا اور تیرے سر کو خون آلود کر دیتا۔ یہ سن کر لوگ اس پر چیخے اور خوب ہنسے۔ عمرو نے کہا: کوئی بات نہیں اس کا مطلب صحیح ہے اور نیت اچھی ہے اگر چہ اس نے تعبیر میں غلطی کی ہے۔

حبہ کم دو قیراط:

ایک بیوقوف آدمی اپنی ماں کے پاس جا کر کہنے لگا۔ امی جان! میرے پاس ایک حبہ کم دو قیراط ہیں انہیں سنبھال کر رکھیں۔ کچھ دیر بعد آ کر ماں سے وہ حبہ واپس لیا اور اسے تولا۔ تولنے والے نے کہا کہ یہ نصف دانق ہے۔ آ کر ماں سے لڑنے لگا۔ اتنے میں اس کا والد آیا اور پوچھا کہ کیوں ماں سے لڑ رہے ہو؟ کہنے لگا کہ میں نے اسے ایک حبہ کم دو قیراط دیئے تھے اور اس نے مجھے نصف دانق واپس دیا ہے۔ باپ نے کہا کہ تجھے اللہ سے حیاء نہیں آتی کہ اپنی والدہ سے دو حبّے کے نقصان پر لڑتے ہو۔ (حالانکہ حبہ بھی قیراط کو کہتے ہیں اور نصف دانق بھی ایک قیراط کو ہی کہتے ہیں)

داڑھ میں درد:

ایک بیوقوف آدمی نے اپنے غلام سے کہا کہ جب ہم حکیم کے پاس سے گزریں تو مجھے میری داڑھ کا درد یاد دلانا تاکہ میں اس سے اس کی دواء پوچھ لوں۔ غلام نے کہا: میرے آقا! اگر تجھے داڑھ میں درد ہوگا تو وہ درد آپ کو خود ہی یاد دلاتا رہے گا۔

اللہ المستعین:

ایک احمق کی یہ عادت تھی کہ جب اسے غصے آجاتا تو وہ کہتا۔ "اللّٰہ المستعین" یعنی اللہ تعالیٰ مدد مانگنے والا ہے۔

ہاتھ دھولو:

ایک بیوقوف مریض کے پاس جا کر کہنے لگا۔ لوگو! جب تم مریض کو اس حالت میں دیکھ لو تو اس سے ہاتھ دھولو۔ (یعنی وہ چل بسے گا)

دوگنا دشمن:

ایک احمق نے والی کو یوں دعا دی۔ ''اللہ تعالیٰ تیرے لئے سعادت لکھے اور تیرے دشمن کو تیرے مقابلے میں دوگنا کر دے''۔

تم دجال ہو:

کثیرؒ سے کہا گیا کہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ تم دجال ہو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! اگر آپ لوگ یہی کہتے ہیں تو میں بھی چند دنوں سے اپنی ایک آنکھ کمزور محسوس کر رہا ہوں (یعنی میری ایک آنکھ کانی ہوتی جا رہی ہے)

کچھ نہیں سنا:

بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ابونجم نے دو گوز مارے۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں اس کی بیوی نے ان کی آواز سن نہ لی ہو۔ چنانچہ اس نے بیوی سے پوچھا۔ تم نے کچھ سنا تو نہیں؟ بیوی کہنے لگی۔ نہیں! میں نے ان دونوں میں سے کچھ نہیں سنا۔ ابونجم نے کہا: تم پر خدا کی لعنت ہو پھر تجھے یہ کس نے بتایا کہ وہ دو تھے۔

گٹھلیاں جمع کروں گا:

بیان کرتے ہیں کہ میں نے بخار اور سردی میں مبتلا ایک آدمی کو دیکھا کہ کھجوریں کھا رہا ہے اور گٹھلیاں جمع کر رہا ہے۔ میں نے کہا: بد بخت! اس حالت میں کھجوریں کھا رہے ہو۔ کہنے لگا۔ محترم! میری ایک دودھ دینے والی بکری ہے۔ اس کیلئے گٹھلیاں نہیں ہیں۔ تو میں ناگواری کے باوجود یہ کھجور کھا رہا ہوں تا کہ اس کیلئے گٹھلیاں جمع کروں۔ میں نے کہا: اس کو گٹھلی سمیت کھجور کھلا دو۔ کہنے لگا کہ اس طرح جائز ہے؟ میں نے کہا: ہاں! کہنے لگا۔ خدا کی قسم! آپ نے مجھ سے مصیبت دور کر دی۔ لا الہ الا اللہ کیا ہی بہتر علم ہے۔

لگام میری ہے:

گھوڑ دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ ایک گھوڑا جیت گیا تو ایک آدمی خوشی کی شدت سے تکبیر کہتا

اور اچھلتا جا رہا تھا۔ پاس کھڑے ایک آدمی نے کہا: کیا یہ گھوڑا تمہارا ہے؟ کہنے لگا نہیں۔ گھوڑا میرا نہیں لیکن لگام میری ہے۔

موت کی علامت:

قبیصہ بن مہلب نے ٹڈی دیکھی جو اڑ رہی تھی۔ تو اہل مجلس سے کہنے لگا کہ تمہیں اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ تو میری موت کی نشانی ہے۔

سوالاتِ قبر:

ایک احمق آدمی کسی کے پاس اس کے بھائی کی تعزیت کرنے گیا تو یوں کہنے لگا ''اللہ تعالیٰ تمہیں عظیم اجر عطا فرمائے اور تیرے بھائی پر رحم فرمائے اور یاجوج ماجوج کے سوال کے وقت اس کی مدد فرمائے۔ یہ سن کر حاضرین ہنسنے لگے اور اس سے پوچھا بدبخت! کیا یاجوج ماجوج قبر میں لوگوں سے سوال کرتے ہیں؟ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ابلیس پر لعنت کرے۔ میں ہاروت ماروت کہنا چاہ رہا تھا لیکن ابلیس نے یاجوج ماجوج زبان سے نکال دیا۔ (حالانکہ سوال منکر نکیر کرتے ہیں)

پیروں میں موزے:

ایک عورت کا انتقال ہوا تو اس کے شوہر نے اس کیلئے چھوٹا کفن خریدا۔ غسل دینے والی عورت نے کہا کہ کفن چھوٹا ہے۔ تو شوہر کہنے لگا کہ پیروں میں موزے پہنا دو۔

جہنمی سر:

ایک واعظ نے اپنے وعظ میں بیان کیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو جہنم سے ایک سر نکلے گا جو اس طرح کا ہوگا اور یوں ہوگا۔ مجلس میں ایک آدمی خوف سے کانپ رہا تھا۔ واعظ نے کہا: تجھے کیا ہوا کیا تم اللہ کی قدرت کا انکار کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں بلکہ میں حجام ہوں اگر یہ سر مونڈنا میرے ذمے لگا دیا گیا تو میں کیا کروں گا۔

ایک بیوقوف نے سنا کہ یوم عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ تو اس نے ظہر تک روزہ رکھا اور پھر روزہ توڑ کر کہنے لگا کہ میرے لئے چھ مہینے ہی کافی ہیں۔

شیر نے خراب کی:

ایک شیر نے ایک قافلہ والوں پر حملہ کر دیا۔ ایک آدمی نے شیر کو دیکھا تو زمین سے چمٹ گیا۔ شیر اس پر سوار ہو گیا۔ قافلے والوں نے یکبارگی شیر پر حملہ کر کے اسے چھڑا لیا۔ ساتھیوں نے اس سے پوچھا۔ کیا حال ہے؟ تو کہنے لگا: کچھ نہیں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی صرف شیر نے میری شلوار کو خراب اور ناپاک کر دیا ہے۔ (حالانکہ خود اسی کا پیشاب نکل گیا تھا)

بیوقوف حمام میں:

ایک بیوقوف حمام میں داخل ہوا۔ اس وقت حمام کو دھونی دی جا رہی تھی۔ بیوقوف نے اسے غبار سمجھ کر حمام کے نگران سے کہا کہ میں نے کئی بار تمہیں کہا ہے کہ میرے داخل ہونے کے دن حمام کو غبار آلود مت کیا کرو۔

کھانا ہضم:

ابو عطوف کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ تو گورکن سے کہنے لگا۔ میرے بیٹے کو بائیں کروٹ لٹا دو اس سے کھانا جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔

مردہ کون؟:

ایک آدمی لوگوں کے ساتھ جنازے کیلئے نکلا۔ وہاں میت کے بھائی کو دیکھ کر کہنے لگا کہ میت یہ ہے یا اس کا بھائی۔

اناج اور اس کا بھاؤ:

مامون نے محمد بن عباس سے کہا کہ اہواز میں ہمارے اناج اور اس کے بھاؤ کے کیا حال ہیں؟ اس نے کہا کہ امیر المؤمنین کا سامان بازار میں رکا ہوا ہے اور امام جعفر کا مال سستا ہے۔ یہ سن کر مامون نے کہا: دفع ہو جاؤ تم پر خدا کی لعنت ہو۔

بال اگ آئیں گے:

لقمان بن محمد نے فر کا ایک کوٹ خریدا اور کہنے لگا کہ میرے خیال میں اس کے بال

چھوٹے ہیں۔ کیا خیال ہے یہ بال اُگ کر بڑے ہو جائیں گے۔

پسوؤں کے دن:

ابوالعیناء بیان کرتے ہیں کہ میں حمص میں تھا تو میرے پڑوسی کی بیٹی مر گئی میں نے اس سے پوچھا کہ کتنی عمر کی تھی؟ کہنے لگا کہ مجھے معلوم تو نہیں البتہ یہ پسوؤں کے دنوں میں پیدا ہوئی تھی۔

دو میں سے درمیانہ:

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے کہا کہ تم کہاں تھے؟ اس نے کہا کہ میں فلاں کے بیٹے کے جنازے میں گیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ یہ اس کا کون سا بیٹا تھا۔ تو کہنے لگا کہ اس کے دو بیٹے تھے ان میں درمیانے کا انتقال ہوا تھا۔

کیسی سرگوشی:

ثمامہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ گزشتہ رات میں نے دیکھا ہے کہ امیر المؤمنین آپ سے سرگوشی کر رہے تھے اور آپ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ قسم بخدا! ضرور بتایئے کہ امیر المؤمنین نے آپ سے میرے متعلق کیا کہا۔

کتّے کو کاٹ لیا:

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بیوقوف آدمی نے کتا پکڑا اور اسے کاٹ لیا۔ اور کہنے لگا کہ اس کتّے نے مجھے چند دن پہلے کاٹا تھا اور میں نے چاہا ہے کہ میں یہ شعر کہنے والے کی مخالفت کروں۔

شاتمني عبد بني مسمع فصنت عنه النفس و العرضا

و لم أجبه لاحتقاري له و من يعضّ الكلب ان عضّا

"بنو مسمع کے غلام نے مجھے گالی دی ہے تو میں نے اس سے اپنے آپ کو اور اپنی عزت کو بچالیا ہے اور اسے حقیر سمجھ کر کوئی جواب بھی نہیں دیا۔ اور ایسا آدمی کون ہے کہ اگر کتا اسے کاٹے تو وہ بھی کتے کو کاٹ لے"۔

میں سوار نہیں تھا:

ایک بیوقوف سے کہا گیا کہ تیرا گدھا چوری ہو گیا ہے۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اس پر سوار نہیں تھا۔

کنویں میں چہرہ:

ایک آدمی نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو اسے اپنا چہرہ دکھائی دیا وہ دوڑا دوڑا اماں کے پاس آیا اور کہا: امّی جان! کنویں میں چور ہے۔ ماں آئی اور کنویں میں جھانک کر کہنے لگی۔ ہاں! قسم بخدا! اس کے ساتھ ایک کنجری عورت بھی ہے۔

بہت برا آدمی:

ایک آدمی کے سامنے کسی دوسرے آدمی کا ذکر ہوا۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ بہت برا آدمی ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا؟ تو کہنے لگا کہ اس نے ہمارے گھر والوں سے بدتمیزی کی ہے۔ پوچھا گیا کہ کس کے ساتھ۔ تو کہنے لگا۔ میری ماں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ اسے حفاظت میں رکھے۔

سن ولادت:

ایک بیوقوف سے اس کا سن ولادت پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نصف رمضان میں چاند نظر آتے ہی عید کے تین دن کے بعد پیدا ہوا ہوں اب جیسے چاہو حساب لگا لو۔

چوالیس تاریخ:

ایک بیوقوف نے اپنے والد کی طرف خط میں لکھا۔ میں آپ کو یہ خط بروز جمعہ جمادی الاوسط کی چوالیس تاریخ کو لکھ رہا ہوں اور میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ میں ایسی بیماری سے بیمار ہوا تھا کہ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس سے مر جاتا۔ خط پڑھ کر باپ نے کہا کہ تیری ماں کو تین طلاق اگر تو مر جاتا تو میں تجھ سے کبھی بات نہ کرتا۔

پانچ ہزار درہم:

ایک بیوقوف نے یوں دعا مانگی۔ اے اللہ! مجھے پانچ ہزار درہم عطا فرما میں اس سے

ڈھائی ہزار درہم صدقہ کردوں گا۔ اگر آپ کو بھروسہ نہیں ہے تو تین ہزار درہم دے کر باقی روک لے۔ اگر میں نے صدقہ دے دیا تو باقی دے دینا ورنہ جس پر چاہے تو خود ہی صدقہ فرما دے۔

بچہ بغل میں:

ایک بیوقوف آدمی گھر سے نکلا۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ تھا جو کہ سرخ قمیض پہنے ہوئے تھا۔ یہ بچے کو کندھے پر اٹھا کر بھول گیا۔ جسے دیکھتا اس سے پوچھتا کہ آپ نے سرخ قمیض والا بچہ دیکھا ہے۔ ایک آدمی نے کہا شاید وہ بچہ یہی ہو۔ جو آپ کے کندھے پر ہے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اور پھر بچے کو تھپڑ رسید کر کے کہا کہ میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ جب میرے ساتھ چلے تو مجھ سے جدا نہ ہونا۔

زمین پر مینار:

ایک بیوقوف آدمی جامع مسجد کا مینار دیکھ کر کہنے لگا کہ ان لوگوں نے کیا ہی لمبا مینار تعمیر کیا ہے۔ دوسرے بیوقوف نے کہا کہ جاہل کہیں کے چپ ہو جا۔ کیا تو نے دنیا میں اتنا لمبا آدمی دیکھا ہے؟ یہ انہوں نے پہلے زمین پر بنایا ہے اور پھر کھڑا کیا ہے۔

گدھا کیوں بنا:

بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک لمبی داڑھی والے آدمی کو دیکھا کہ گدھے پر سوار ہے اور اسے مار رہا ہے۔ میں نے کہا کہ جانور ہے نرمی کرو۔ تو کہنے لگا کہ جب اس میں چلنے کی طاقت نہیں تھی تو پھر گدھا کیوں بنا۔

اظہارِ فخر:

ایک مصری اور یمنی ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کا اظہار کر رہے تھے۔ مصری نے کہا کہ خدا کی قسم! یمنی تو ہلاک ہو جاتے اگر رسول نبی کریم ﷺ ان میں سے نہ ہوتے اور نہ ہی یمنی جنت میں داخل ہو پاتے۔ تب یمنی نے کہا کہ اگر رسول نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو ابن مہلب اور اس کی اولاد بذریعہ جنگ تلوار کی طاقت کے زور پر جنت میں چلے جاتے۔

گناہوں کی معافی:

ایک بیوقوف نے یوں دعا مانگی۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے وہ گناہ جو تمہیں معلوم ہیں اور وہ بھی جو تمہیں معلوم نہیں۔

آئندہ کل آیا ہوں:

ایک بیوقوف آدمی سفر سے واپس آیا تو اس سے ایک آدمی نے پوچھا کہ کب آئے؟ تو کہنے لگا کہ آئندہ کل اس آدمی نے کہا اگر تم آج آئے ہوتے تو میں تم سے کسی دوسرے انسان کے متعلق پوچھتا۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ جاؤ گے کب؟ کہنے لگا کہ گزشتہ کل۔ تو اس آدمی نے کہا کہ اگر تو اس وقت مجھے مل جاتا تو میں تجھے خط دیتا۔

بیوقوف بیٹا:

ایک ادیب کا ایک بیوقوف بیٹا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ باتونی بھی بہت تھا۔ ایک دن باپ نے اس سے کہا: بیٹا تم مختصر بات کرو تو اچھا ہے اس لئے کہ تمہاری گفتگو غلطی سے خالی نہیں ہوتی۔ بیٹے نے کہا: ابا جان! ایسے ہی کروں گا۔ ایک دن باپ کے پاس آیا تو باپ نے اس سے کہا کہ بیٹا! کہاں سے آئے ہو؟ تو کہنے لگا: "من سوق" بازار سے۔ باپ نے کہا کہ یہاں مختصر مت کرو بلکہ الف لام بڑھادو۔ تو کہنے لگا کہ "من الف لام سوق" تو باپ نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ اگر تم "من السوق" کہو۔ خدا کی قسم! تو نے تو اختصار کو اور طول دے دیا۔ پھر ایک دن اسی بیٹے نے باپ سے کہا: "یا آبت اقطع لی جباعہ" ابا جی! میرے لئے جباعہ بنادو۔ باپ نے پوچھا جباعہ کون سا کپڑا ہے؟ تو کہنے لگا کیا آپ نے ہی مجھے نہیں کہا کہ مختصر بات کیا کرو۔ جباعہ سے مراد یہ ہے کہ میرے لئے جبہ اور قمیض دونوں بناؤ۔

آدھا گھر:

ایک بیوقوف آدمی نے گھر خریدا۔ ایک دن کہنے لگا کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس آدھے گھر کو بیچ کر اس کی قیمت سے باقی آدھا گھر خریدلوں گا اس طرح پورا گھر میرا ہو جائے گا۔

تعزیتی خط:

ایک بیوقوف آدمی نے ایک شخص کی بیٹی کے انتقال پر تعزیتی خط لکھا اس میں لکھا۔ جنابِ عالی! مجھے آپ کی مصیبت کی اطلاع ملی۔ لیکن یہ کوئی مصیبت نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کی ایک بیٹی مرجائے اس کو اتنا اجر ملتا ہے جتنا کہ اس کے جانے پر نقصان ہوا ہے قسم بخدا! اور جس کی دو بیٹیاں وفات پا جائیں تو اسے اتنا اجر ملتا ہے جتنا کہ دوبارہ نقصان ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی انتقال کر چکی ہیں تو تیری یہ مختونہ بیٹی کون ہے کہ جو نہ مرتی۔ (استغفر اللہ)

صبح بخیر!:

محمد بن ابی سعید سلیم الجانب نے ابوالحسین طیوری سے سنا۔ اس نے ایک ادیب سے عربی سیکھنے کی درخواست کی۔ ادیب نے اسے سکھایا کہ جب آپ کسی کے ہاں جائیں تو اسے یہ کہیے۔ "انعم الله صباحك" صبح بخیر۔ تو بعض دفعہ وہ دن کے آخری حصے میں بھی جا کر یہی کہتا کہ صبح بخیر۔ تو لوگ یہ سن کر ہنستے۔

ابلیس و آدم علیہ السلام کا ستارہ:

قاضی القضاۃ ماوردیؒ نے بیان کیا کہ میں ایک مجلس میں اپنے ساتھیوں کو پڑھانے میں مصروف تھا اتنے میں ایک شیخ آئے جو تقریباً اسی سال کے تھے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ میں ایک مسئلہ میں حاضر ہوا ہوں جس کے حل کیلئے میں نے آپ ہی کا انتخاب کیا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ مسئلہ کیا ہے؟ میرا تو خیال تھا کہ شاید کوئی بڑا حادثہ پیش آیا ہوگا جس کے متعلق یہ پوچھنا چاہ رہا ہے۔ لیکن اس نے پوچھا۔ اے شیخ! مجھے نجمِ ابلیس اور نجمِ آدم کے متعلق بتایئے کہ یہ دونوں کیا ہیں؟ کیونکہ ان دونوں کے متعلق ان کی عظمت کی وجہ سے علماءِ دین سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اس سوال سے حاضرین مجلس تعجب میں پڑ گئے۔ ایک جماعت نے تو انکار کیا اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔ لیکن میں نے انہیں روک دیا اور کہا کہ بھائی! اس جیسا آدمی اسی قسم کے جواب سے خاموش اور خوش ہوتا ہے جو کہ اس کے مزاج

کے مطابق ہو۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ بات یہ ہے کہ لوگوں کے ستارے ان کی تاریخ ولادت سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں لہٰذا اگر آپ ایسا آدمی تلاش کر لیں جس کو تاریخ ولادتِ آدم و ابلیس معلوم ہو تو اسی سے ستارہ بھی پوچھ لینا۔ یہ سن کر اس نے کہا جزاک اللہ خیرا۔ اور خوشی خوشی واپس لوٹا۔ کچھ دن کے بعد پھر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے آج تک ایسا آدمی نہیں ملا جس کو ان دونوں کی ولادت معلوم ہو۔

وہی کافی ہے:

فضل بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ تو کہنے لگا کہ میرے والد نے ایک لونڈی مجھے اور میرے بھائی کو دی ہے (وہی کافی ہے) لوگوں نے کہا بد بخت! ایک ہی لونڈی تجھے اور تیرے بھائی کو دی ہے؟ تو کہنے لگا کہ اس سے آپ کو کیا تعجب ہے۔ ہمارے فلاں پڑوسی کی تو دو لونڈیاں ہیں۔

وہ ضرور روتی ہے:

ابوالعنبس کہتے ہیں کہ میں کسی کام کے سلسلے میں ایک راستہ سے گزر رہا تھا کہ سامنے سے ایک عورت آ کر کہنے لگی۔ کیا آپ کو شوق ہے کہ میں ایک لڑکی سے آپ کی شادی کراؤں اور آپ کا اس سے بچہ پیدا ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں! تو کہنے لگی کہ پھر آپ اس بچے کو مدرسے میں داخل کریں گے وہ چھٹی کے بعد کھیلتے ہوئے چھت پر چڑھے گا اور گر کر مر جائے گا۔ پھر وہ اس بات پر چیخنے چلانے لگے گی اور گھبرائے گی۔ اس کی ان باتوں سے میں سمجھ گیا کہ پاگل ہے۔ تو میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ وہیں دروازے پر کھڑے ایک شیخ نے مجھ سے کہا: اے پیارے! تجھے کیا ہوا؟ میں نے اس کو پورا واقعہ سنایا۔ اس کے بعد جب میں نوحہ کرنے اور چیخنے چلانے کا تذکرہ کیا تو شیخ نے اس بات کو بہت برا سمجھا اور کہا بھائی! جب کسی عورت کا بچہ مرتا ہے تو وہ ضرور روتی ہے۔ چنانچہ شیخ اس عورت سے بھی بڑا بیوقوف اور پاگل نکلا۔

چار کپڑوں کا کفن:

ایک شیخ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ میں نے آپ کے والد صاحب کو خواب میں

دیکھا ہے ان کے کپڑے میلے تھے۔ اس نے کہا کل تو ہم نے اسے چار کپڑوں میں کفن دیا ہے۔ اب یہ تو مناسب نہیں کہ اتنی جلدی اس کے کپڑے میلے ہو جائیں۔

آنے اور جانے کا حساب:

ایک موصلی آدمی سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے اور فلاں جگہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ تو کہنے لگا کہ جانے والے کے حساب سے تین میل اور آنے والے کے حساب سے دو میل ہے۔

دن چھوٹے:

ثمامہ نے اپنے دربان سے کہا کہ میں نے تجھے جو کام کہا ہے وہ جلدی سے کر ڈال کیونکہ دن چھوٹے ہو گئے ہیں۔ دربان نے کہا میرے آقا! قسم بخدا! رات بھی تو اس طرح چھوٹی ہو چکی ہے۔

والد! بچپن میں انتقال:

ایک بیوقوف نے یوں دعا مانگی۔ اے اللہ! میری والدہ، میری بہن اور میری بیوی کی مغفرت فرما۔ کسی نے اس سے کہا کہ والد کو کیوں چھوڑا تو کہنے لگا کہ میں بچہ ہی تھا تو وہ انتقال کر گیا۔ میں نے اسے نہیں پایا۔

یہاں اجنبی ہوں:

عبد اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک آدمی سے پوچھا کہ اس مہینے کے کتنے دن باقی ہیں؟ اس نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔ قسم بخدا! میں اس شہر کا رہنا والا نہیں ہوں اس لئے مجھے بالکل علم نہیں۔

سات بائی آٹھ:

ایک بیوقوف کے گھر کی چھت کی لکڑی ٹوٹ گئی۔ وہ اسی طرح کی لکڑی خریدنے گیا۔ دوکاندار نے پوچھا کہ کتنی لمبی چاہئے؟ تو کہنے لگا: سات بائی آٹھ۔

دیرالعاقول کا باشندہ:

ابو عباس کہتے ہیں کہ میں نے ایک لمبی داڑھی والے آدمی سے پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ تو کہنے لگا۔ قسم بخدا! مجھے کچھ علم نہیں۔ میں یہاں کا رہنے والا نہیں ہوں بلکہ میں تو دیرالعاقول کا رہنے والا ہوں۔

بچے کا نام:

ایک بیوقوف نے کہا کہ رات کو میرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام اس کی خالہ کے نام پر رکھ دیا ہے۔

سمع اللہ:

ایک احمق کو مصیبت پہنچی تو لوگوں نے کہا: "اعظم اللہ اجرك" تو اس نے جواب دیا: "سمع اللہ لمن حمدہٗ"۔

شاذوران:

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی گلیوں میں گھوم رہا تھا کہ میں نے ایک ہیبتناک شیخ کو دیکھا جو کہ گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ ایک طرف سے چیخ کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا: چچا جان یہ چیخنے کی آواز کس کی آ رہی ہے؟ کہنے لگا کہ ایک آدمی نے پچھنے لگوائے تو پچھنے لگانے والے نے شاذوران سے تجاوز کیا جس سے وہ آدمی مر گیا۔ حالانکہ شریان کہنا چاہ رہا تھا۔

آپ کیلئے بیوقوف:

حجاج بن ہارون نے اپنے ایک محبوب دوست سے کہا: "أنا و اللہ لك مائق"۔ یعنی خدا کی قسم میں آپ کیلئے بیوقوف ہوں۔ حالانکہ کہنا وامق چاہ رہا تھا یعنی بہت پیار کرنے والا۔

کتاب "خلق الانسان":

ایک آدمی نے ایک حاکم کے پاس گواہی دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے (اس وقت آنکھوں کی طرف اشارہ کیا) اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے (اس

وقت کانوں کی طرف اشارہ کیا) کہ ایک آدمی آیا اور اس نے زور سے گردن پر مارا (اس وقت سینے کی طرف اشارہ کیا) اور پھر لگاتار اس کی کوکھ پر مارتا رہا (اور سر کی طرف اشارہ کیا) یہ سن کر والی نے اس سے کہا کہ آپ کے متعلق میرا خیال ہے کہ آپ نے کتاب ''خلق الانسان'' یعنی انسان کی بناوٹ پڑھی ہوئی ہے۔ تو کہنے لگا۔ جی ہاں! میں نے اصمعی سے پڑھی ہے۔

اللہ اور فرشتے:

ایک بیوقوف سے کہا گیا کہ فلاں آدمی آپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا تو وہ کہنے لگا اللہ اور فرشتے اس کو پوچھیں۔

ممتحن کون؟:

ایک بیوقوف آدمی قاضی کے پاس گیا اور اس کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے قاضی صاحب کا محتاج بنائے فلاں آدمی کا انتقال ہوا اور اس نے اپنے پیچھے ان کے سوا کوئی نہ چھوڑا اور میرے بھائی مجھ پر ظلم کر رہے ہیں۔ میرے رشتے دار نو ہیں اور وہ ایک ہیں وہ لوگ ہر دن قاضی کی گردن میں پگڑی ڈال کر میری طرف کھینچ کر لاتے ہیں تو قاضی نے کہا کہ ممتحن میرے علاوہ کوئی نہیں۔

تاریخی بصیرت:

ابوالعنبس کہتے ہیں کہ ایک آدمی کشتی میں میرا ساتھی بنا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہنے لگا کہ میں شامی ہوں۔ میرے دادا علی بن ابی سالم شاعرِ انبار خلیفہ منصور کے دوستوں میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے واقعۂ فاروق میں ابو سالم بن یسار کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی تھی جن دنوں میں حجاج بن یونس نے نہروان میں فرات کے کنارہ میں ابو سرایا کے ساتھ جنگ کی تھی۔ یہ سن کر ابوالعنبس نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ آپ کی کس چیز پر رشک کروں انساب سے واقفیت پر، تاریخی بصیرت پر یا اخبار و سیر پر؟

آپ کا بدلہ:

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے اس کے بیٹے کے انتقال پر اس کی تعزیت کی۔ اس نے جواب میں کہا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کا بدلہ نصیب فرمائے۔

"میں" میں ہوتا:

حسن بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ایک احمق سے کہا کہ فلاں آدمی آپ کو کچھ نہیں سمجھتا۔ کہنے لگا: قسم بخدا! اگر میں میں ہوتا اور میں اس آدمی کا بیٹا ہوتا جس سے میں ہوں تو میں میں ہوتا۔ میں اس سے ہوتا جس سے میں ہوں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ میں میں ہوں اور میں اس آدمی کا بیٹا ہوں جس سے میں ہوں۔

ہتھیلی سے سانس:

ایک بیوقوف نے ایک قوم سے موت اور اس کی تکلیفوں کا تذکرہ سنا تو اس نے کہا: اگر موت میں صرف آپ ہوتے تو آپ میں اس کی طاقت نہ ہوتی کہ میری ہتھیلی سے سانس نکال لیتے۔

میرے آقا! میں اونٹنی:

ثمامہ نے اپنے خادم سے کہا کہ بازار جاؤ اور فلاں فلاں چیز لے آؤ تو خادم نے کہا: میرے آقا! میں اونٹنی ہوں میرے گھٹنوں میں دماغ نہیں ہے۔ تو ثمامہ نے کہا کہ تیرے سر میں بھی دماغ نہیں ہے۔

بغیر نمونے کے:

ایک اندھے کو راستے میں چلتے ہوئے دیکھا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "یا منشئی السحاب بلا مثال" اے بادلوں کو بغیر نمونہ کے چلانے والے۔

مکمّل پہچان:

ایک آدمی خلیفہ معتضد کے پاس آکر کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! فلاں گورنر نے مجھ پر ظلم

کیا ہے۔ امیر المؤمنین نے پوچھا کہ فلاں سے کون مراد ہے کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں اس کا نام نہیں جانتا البتہ اس کے دائیں گال پر گوشت کم ہے یا اس پر مارنے کے نشان ہیں یا تھپڑ لگنے کے نشان ہیں یا جلنے کے نشان ہیں یا میخ کے نشان ہیں یا اس کے بائیں گال میں ہیں۔ اس کا ایک غلام بھی ہے۔ جس کا نام جریر ہے یا نجم ہے البتہ اس کے نام میں طاء ہے یا لام ہے یہ سن کر خلیفہ ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ یہ آدمی نفسیاتی مریض ہے۔ پھر وہ آدمی کہنے لگا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو میں جواب دوں گا۔ خلیفہ نے کہا کہ تیری کتنی انگلیاں ہیں؟ کہنے لگا کہ تین پیر ہیں۔ یہ سن کر خلیفہ نے اسے باہر نکالنے کا حکم دیا۔ تو کہنے لگا کہ افسوس! میں یہ نہ کہتا جب میں داخل ہوا اس کا حجرہ عید کے دن کھول دیا گیا تھا تا کہ اس میں اخروٹ ڈال دیا جائے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کے گھر تک کھانا اور انعام لے کر پہنچا دو۔

بیت الخلاء میں حماقت:

ایک بیوقوف آدمی لیٹرین میں داخل ہوا۔ اس نے شلوار کھولنے کا ارادہ کیا تو اس کی بجائے قمیض کے بٹن کھول دیئے اور شلوار میں پیشاب کر دیا۔

کانوں کا فائدہ:

بیان کیا جاتا ہے کہ اہل حمص کی ایک جماعت نے اعضاء رئیسہ کے فوائد کا تذکرہ چھیڑا۔ کہنے لگے کہ کان سونگھنے کیلئے ہیں منہ کھانے کیلئے اور زبان بولنے کیلئے ہے تو پھر ان دو کانوں کا کیا فائدہ ہے؟ اس مسئلہ کو وہ حل نہ کر سکے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کے متعلق قاضی سے پوچھیں گے۔ تو وہ قاضی کے پاس گئے۔ اس وقت قاضی صاحب کسی کام میں مشغول تھے یہ لوگ اس کے گھر کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ وہاں ایک درزی تھا جو کہ دھاگے لپیٹ کر کان کے پیچھے رکھ لیتا تھا۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ پکار اٹھے کہ ہم قاضی کے پاس جس مسئلہ کیلئے آئے تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے یہیں حل کر دیا۔ اب معلوم ہوا کہ کان دھاگے رکھنے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس فائدہ کے حصول پر وہ خوشی خوشی واپس لوٹ آئے۔

یتیم اونٹ:

جاحظ کہتے ہیں میں حمص میں تھا کہ وہاں سے ایک بکری گزری جس کے پیچھے اونٹ چل رہا تھا۔ وہاں ایک شخص نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ اونٹ اس بکری کا بچہ ہے۔ اس نے کہا: نہیں! بلکہ اونٹ یتیم ہے اور بکری اس کی پرورش کر رہی ہے۔

نعل بندی کرنے والا:

ہشام بن عبدالملک کے سامنے فوج پیش کی گئی۔ ایک حمصی شخص گھوڑا لے کر آیا۔ جب اسے پیش کیا تو وہ بدکنے لگا۔ ہشام کہنے لگا کہ یہ کیوں بدکتا ہے؟ حمصی نے کہا: میرے آقا! یہ بہترین گھوڑا ہے البتہ اس نے آپ کو نعل لگانے والا سمجھا جو کہ اس کے پیروں میں نعل لگاتا تھا۔ اس لئے بدک گیا۔

اللہ کی طرف سے الہام:

اہل حمص نے عقلمند اور کامل شیخ کو اس کے معروف العقل والکمال بیٹوں کے ساتھ ہارون الرشید کے دربار میں بھیجا۔ وہاں وہ ایک ظلم کے مسئلہ میں وفد کی صورت میں گئے۔ جب یہ سب دروازے پر پہنچے تو ہارون نے اندر آنے کی اجازت دے دی شیخ نے داخل ہوتے ہی کہا: "السلام علیك یا ابا موسیٰ"۔ ہارون سمجھ گیا کہ یہ احمق ہے اور اسے بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر ہارون نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے علم حاصل کیا ہے اور علماء کی صحبت میں رہے ہیں؟ شیخ نے کہا جی ہاں! فلاں اے ابوموسیٰ۔ پھر پوچھا کہ آپ کس عالم کی صحبت میں رہے ہیں۔ بولا اپنے والد کی صحبت میں۔ پوچھا کہ وہ عذاب قبر کے متعلق کیا کہتے تھے؟ شیخ نے کہا کہ وہ عذابِ قبر کو بہت برا سمجھتے تھے۔ یہ سن کر ہارون الرشید اور حاضرین مجلس ہنس پڑے۔ پھر پوچھا کہ آپ کے علم کے مطابق سمندر کس نے کھودے ہیں؟ شیخ تو خاموش ہو گئے مگر ان کے ایک بیٹے نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھودے ہیں جس وقت کہ ان کیلئے سمندر میں راستہ بنایا گیا تھا۔ ہارون نے پوچھا کہ اس کا ملبہ کہاں گیا۔ دوسرا بیٹا بولا کہ وہ ملبہ یہ پہاڑ ہیں۔ تو شیخ اپنے بیٹوں کے جوابات سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ قسم بخدا!

یہ علم میں نے ان کو نہیں سکھایا یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے اور اس بات پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

بہترین کلام کی روایت:

کہتے ہیں کہ میں نے ایک لمبی داڑھی والے آدمی کو دیکھا جو کہ ایک واعظ کی مجلس میں کھڑا ہوا تھا۔ واعظ اس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کر رہا تھا جب فارغ ہوا تو یہ آدمی کہنے لگا میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں تو نے منصور بن عمار کا کیسا ہی بہترین کلام روایت کیا ہے۔

تین احمقوں کا وفد:

ہارون الرشید کے پاس اہل حمص کے تین لوگوں کا وفد آیا۔ جب ایک داخل ہوا تو وہ ہارون کے سر کے پاس کھڑے غلاموں کو لونڈی سمجھ کر کہنے لگا: "السلام عليك يا ابا الجارية" تو اس کی گدی پر مار مار کر اسے باہر نکال دیا گیا۔ دوسرا داخل ہوا تو اس نے کہا: "السلام عليك يا ابا الغلام" اسے بھی مار مار کر نکال دیا گیا۔ تیسرا داخل ہو کر کہنے لگا: "السلام عليك يا امير المؤمنين" امیر المؤمنین نے اس سے پوچھا آپ ان دو احمقوں کے ساتھ کیسے آئے؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین آپ کو اس سے تعجب نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ جب انہوں نے آپ کو اس لباس میں دیکھا اور آپ کی لمبی داڑھی دیکھی تو ان کو یوں لگا کہ آپ ابو فلان ہیں۔ تب ہارون الرشید نے کہا کہ ان سب کو نکال دو۔ اللہ تعالیٰ اس شہر کو تباہ کر دے جس کے یہ شہری ہیں۔

لمبی داڑھی والا:

جاحظ کہتے ہیں کہ میں مقام منجد میں برادان کے پل پر ایک لمبی داڑھی والے آدمی کے پاس سے گزرا۔ ایک عورت اس سے کوئی چیز مانگ رہی تھی جو کہ اس کے پاس تھی۔ اور وہ عورت سے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تیرا سامان میرے پاس آچکا ہے البتہ فرصت کی ضرورت ہے اور تم تو جلدی کی وجہ سے ہوا پر چل رہی ہو۔

نام کی پہچان:

ابو حاتم کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے ایک شخص سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ مجھے اس کا نام معلوم نہیں۔ اس کے ایک دوسرے ساتھی نے کہا: میں اس کے نام سے اچھی طرح واقف ہوں اس کا نام خراش، خداش یا ریاش یا کچھ اور ہے۔

آیت وحدیث کا مفہوم:

ایک دن عبادہ اپنے گھر سے نکل کر بازار جانے لگے تو راستے میں لمبی داڑھی والے ایک شیخ کو دیکھا کہ جب بھی کوئی بات کرتا تو فوراً لمبی داڑھی کو پکڑ کر کبھی جیب میں گھسا لیتا اور کبھی گھٹنوں کے نیچے دبا لیتا۔ عبادہ نے کہا: محترم آپ نے اتنی بڑی داڑھی کیوں رکھی ہے؟ کہنے لگا کہ تیرا کیا خیال ہے کہ میں اسے نوچ کر تیری داڑھی کی طرح بنالوں۔ تو عبادہ نے کہا کہ اللہ کا فرمان عالیشان ہے۔ "قد افلح من ذکّاھا و قد خاب من دساھا" یعنی وہ مراد کو پہنچا جس نے اسے پاک کرلیا اور وہ نامراد ہوا کہ جس نے اسے دبایا۔ اور رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ "احفوا الشارب و اعفوا اللحی" اس فرمان میں "اعفوا اللحی" کا مطلب ہے کہ داڑھی کا اثر بھی باقی نہ رہے ایسے صاف کردو۔ تو شیخ نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ اب میں بھی ایسی ہی بناؤں گا۔ جس طرح کہ اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے۔ تو اس نے داڑھی صاف کی اور اپنی دوکان پر بیٹھ گیا اب جو بھی اسے دیکھتا تو اس کے متعلق پوچھتا کہ یہ کیا کیا؟ تو شیخ اس کو قرآن مجید کی آیتِ مذکورہ بالا اور حدیث مبارکہ سنا دیتا۔

أنا علّةٌ:

ایک بیمار سے پوچھا گیا کہ کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ میں بیماری ہوں پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو کہنے لگا کیا تندرست آدمی کو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس پر بیماری نہیں ہے۔ کہا گیا: جی ہاں! تو کہنے لگا تو پھر میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ میں بیماری ہوں۔

موت سے پہلے طلاق:

ایک آدمی سے کہا گیا کہ آپ کے پاس بہت مال ہے۔ تیری صرف ایک بوڑھی ماں ہے اگر تو مر جائے تو وہ تیری وارث بن جائے گی اور تیرا مال ختم کر دے گی۔ بیٹے نے کہا کہ وہ میری وارث نہیں بن سکتی۔ پوچھا گیا کہ کیسے نہیں بن سکتی۔ تو کہنے لگا کہ میرے والد نے موت سے پہلے اسے طلاق دے دی تھی۔

نکاح کا خطبہ:

ابو اسود[8] نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تیرا چچازاد بھائی شادی کرنا چاہتا ہے نکاح تو نے ہی پڑھانا ہے اس لئے نکاح کا خطبہ یاد کر لو۔ تو بیٹا دو دن تک خطبہ یاد کرتا رہا۔ تیسرے دن باپ نے پوچھا بتاؤ تم نے کیا یاد کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے خطبہ یاد کر لیا ہے پوچھا کہ کیسے یاد کر لیا؟ بیٹے نے کہا: سنئے میں سناتا ہوں۔ "الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نتوکّل علیہ و نشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و أن محمّد ارسول اللّٰہ حیّ علی الصلوٰۃ حیّ علی الفلاح" یہ سن کر باپ نے کہا کہ ذرا ٹھہر جانا۔ ابھی نماز کھڑی مت کرنا میرا وضو نہیں ہے۔

پچاس جمع پچاس برابر چالیس:

ایک آدمی نے اپنا بیٹا معلم کے حوالے کیا۔ کچھ عرصے بعد والد نے پوچھا کہ تم نے کچھ حساب بھی سیکھا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا۔ جی ہاں! والد نے کہا کہ پچاس اور پچاس کتنے ہوئے؟ بیٹے نے کہا۔ چالیس۔ والد نے کہا منحوس! بدبخت! پچاس کے پچاس بھی حاصل نہ ہوئے۔ پھر اسے مدرسے سے اٹھا لیا اور کہا کہ تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بہترین بیمار پرسی:

حامد بن عباس[9] کا ایک دوست بیمار ہو گیا تو اس نے اس کی عیادت کیلئے اپنے بیٹے کو بھیجنے کا ارادہ کیا۔ بھیجتے وقت اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی کہ بیٹا! جب وہاں داخل ہو جاؤ تو اونچی جگہ پر بیٹھنا اور مریض سے پوچھنا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ جب وہ کہے کہ فلاں فلاں تکلیف ہے تو جواب میں کہنا۔ انشاءاللہ! ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پھر پوچھنا کہ کون سے حکیم سے

علاج کرواتے ہو؟ جب وہ کسی حکیم کا نام لے تو کہنا کہ اچھا ہے مبارک ہے۔ پھر کہنا کہ غذا میں کیا استعمال کرتے ہو۔ جب وہ کسی غذا کا نام لے تو کہنا کہ اچھا کھانا ہے۔ بہتر غذا ہے۔ بیٹا باپ کی نصیحت سن کر مریض کی عیادت کیلئے وہاں پہنچا تو مریض کے سامنے ایک مینار تھا تو وہ حسب نصیحت اس پر بیٹھ گیا۔ تو اچانک وہاں سے گرا اور مریض کے سینے پر جا پڑا اور اسے مزید تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ پھر مریض سے پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ تو مریض نے کہا کہ مرض الموت میں ہوں۔ اس نے کہا: انشاء اللہ! بہت جلد نجات پاؤ گے۔ پھر پوچھا کہ کون سے حکیم سے دوائی لیتے ہو؟ اس نے کہا کہ ملک الموت۔ اس نے کہا کہ مبارک ہے بابرکت ہے۔ پھر پوچھا کہ کون سی غذا استعمال کرتے ہو؟ مریض نے کہا کہ مارنے والا زہر۔ اس نے کہا کہ بہت مزیدار اور اچھی غذا ہے۔

علم نحو اور فقہ:

ایک آدمی نے اپنا بیٹا معلم کے حوالے کر کے کہا کہ اسے نحو اور فقہ کے علاوہ اور کچھ نہ سکھانا۔ تو معلم نے اسے صرف دو مسئلے سکھائے ایک علم نحو کا اور فقہ کا۔ نحو کا تو یہ کہ "ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا"۔ زید فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور عمرو مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور دوسرا مسئلہ فقہ کا یہ سکھایا ایک آدمی مر جائے اور اس کے ماں باپ رہ جائیں تو اس کے مال میں سے ماں کو تہائی مال ملے گا اور باقی پورا مال باپ کیلئے ہے۔ پھر بچے سے پوچھا کہ یہ مسئلہ تمہاری سمجھ میں آ گیا ہے؟ تو بچے نے کہا: جی ہاں! جب گھر گیا تو باپ نے بیٹے سے پوچھا۔ بیٹا! ضَرَبَ عَبْدُ اللّٰہِ زَیْدًا کی کیا ترکیب ہے؟ تو بیٹے نے کہا کہ عبداللہ اپنے فعل کی وجہ سے جیت گیا اور باپ کیلئے کچھ نہیں بچا۔

چابی میرے پاس ہے:

ایک مالدار تاجر کا بیوقوف بیٹا تھا۔ ایک دن وہ کسی دوکاندار کے پاس گیا تو چوروں نے اس کی دوکان سے صندوق چوری کر لیا۔ جس میں بہت سا مال، سونا چاندی اور خوبصورت سامان تھا۔ وہ واپس آ کر دوکان پر بیٹھ گیا اور لوگ اسے تسلی دلاسے دینے لگے اور

اس کیلئے نعم البدل کی دعا کرنے لگے کہ اتنے میں اس کا بیٹا آیا اور لوگوں کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ کیا ہوا تو لوگوں نے پورا واقعہ بتا دیا۔ یہ سن کر اس نے زور سے قہقہہ لگایا اور پھر کہنے لگا کہ ہمارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ شاید اس کے متعلق اسے کچھ معلوم ہو یا خود اسی نے چھپایا ہو۔ تو انہوں نے جلدی سے جا کر اس کے والد کو خوشخبری دی کہ آپ کے بیٹے نے یوں کہا ہے۔ باپ نے کہا کہ اس معاملے میں آپ کو کیا معلوم ہے؟ تو کہنے لگا کہ صندوق کی چابی تو میرے پاس ہے؟ چور اسے نہیں کھول سکیں گے۔ تو باپ نے کہا: قسم بخدا! مجھے تمہاری اس خوشی سے بہت حیرانگی ہے۔

حضرت علی ہاشمی یا علوی:

ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ وہ نصر صیفی کے پاس اس کے گھر گیا۔ تو وہاں اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان بہت زبردست بحث مباحثہ چل رہا تھا اور چیخ چیخ کر بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟ باپ نے کہا کہ یہ کہتا ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہاشمی ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ علوی ہیں آپ ہی ہمارے درمیان فیصلہ کیجئے۔ میں نے کہا کہ وہ علوی ہیں کیا تم ان کے نام کو نہیں دیکھتے کہ علی ہے۔ یہ فیصلہ سن کر اس نے کہا کہ میرے اس بیٹے کے منہ پر تھوک دو۔ تو میں نے کہا کہ تم دونوں اس کے مستحق ہو۔

شیخ النحو کی توبہ:

بجستان میں ایک شیخ النحو تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جب بھی تم کوئی بات کرنے کا ارادہ کرو تو پہلے اسے عقل سے پرکھ لو اور خوب اس میں سوچو حتیٰ کہ خوب درست ہو جائے پھر اسے ٹھیک طرح سے بیان کر دو۔ ایک دفعہ سردی کے موسم میں باپ بیٹا آگ کے پاس بیٹھ کر گرمی حاصل کر رہے تھے کہ بے خبری میں ایک چنگاری باپ کے ریشمی جبے میں جا گری۔ بیٹا دیکھ رہا تھا۔ تو ایک گھڑی خوب سوچنے کے بعد کہنے لگا کہ ابا جان میں کچھ کہنا چاہ رہا تھا کیا آپ کی اجازت ہے۔ باپ نے کہا کہ آپ کو حق ہے۔ کہئے۔ تو بیٹے نے کہا کہ مجھے کوئی سرخ چیز نظر آ رہی ہے۔ باپ نے پوچھا کیا؟ کہنے لگا کہ آپ کے جبے میں

چنگاری ہے۔ جب باپ نے اپنے جبے کو دیکھا تو اس کا ایک حصہ جل چکا تھا۔ تب باپ نے ڈانٹ کر کہا کہ تم نے مجھے جلدی کیوں نہیں بتایا۔ بیٹے نے کہا کہ آپ کے کہنے کے مطابق پہلے سوچا پھر کلام کو نحوی اصول کے مطابق خوب درست کیا اور پھر کہہ دیا۔ تب شیخ النحو نے طلاق کی قسم اٹھائی کہ اس کے بعد کبھی بھی عام گفتگو میں نحو کا استعمال نہیں کروں گا۔

کامیاب لوٹو:

ایک آدمی نے کسی نحوی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ نحوی نے پوچھا کون ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ "أنا الذی ابو عمرو الجصاص عقد طاق باب هذه الدار" کہ میں وہ ابو عمرو جصاص ہوں جس نے اس گھر کے دروازے میں طاق لگایا۔ تو نحوی نے کہا کہ "الذی" اسم موصول کے صلہ کیلئے ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ لہٰذا کامیاب لوٹ جاؤ۔

چادر بالکل نئی:

ایک عورت اپنی پڑوسن سے عاریتاً تہبند مانگنے گئی کہ مجھے کسی کام سے جانا ہے آتے ہی اسی وقت واپس کر دوں گی۔ تو پڑوسن کہنے لگی کہ ابھی میں نے دس بالشت چادر بنائی ہے۔ صبر کر لو میں مکمل کر کے جولاہے کو دے دوں اور اس سے فارغ ہونے پر آپ کو دے دوں گی۔ البتہ کیل کانٹوں پر سے نہ گزرنا کیونکہ یہ چادر بالکل نئی ہے۔

پیروں میں موزے:

ایک عورت نے دوسری عورت سے کہا کہ آج میں احمد کی قبر پر گئی تو میرے پاؤں میں کیل گھس گئی۔ دوسری نے کہا کہ اس وقت تمہارے پیروں میں موزے تھے؟ کہنے لگی۔ نہیں تو اس نے کہا کہ پھر خدا کا شکر ادا کرو۔

مؤمنین کے ماموں:

ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ میں بازار سے گزر رہا تھا تو دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہیں اور ایک آدمی کو مار رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اس نے کیا جرم کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ حضرت

معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کو گالی بکتا ہے جو کہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق ہیں اور وہ شخص ہیں جنہوں نے چالیس سال ایک ہی وضو سے نماز پڑھی ہے وہ مہاجرین اور ان انصار میں سے تھے جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی وہ تمام مؤمنین کے ماموں لگتے ہیں اس لئے کہ حضرت حواء علیہا السلام کے سگے بھائی تھے۔

آدھا قرآن مخلوق:

بیان کرتے ہیں کہ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا۔ وہ ایک آدمی کو مار رہے تھے۔ میں اس کی طرف بڑھا جو کہ اس آدمی کی خوب پٹائی کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا؟ اے شیخ! اس کا ماجرا کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ "لا تکونین منھم "تم ان میں سے نہیں ہو۔ یہ رافضی ہے اور کہتا ہے کہ آدھا قرآن مخلوق ہے اور آدھا نہیں ہے۔ حالانکہ لوگوں میں سے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بہتر نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ یہ سن کر مجھے بہت ہنسی آئی اور میں ڈر کے مارے اور پیچھے ہٹ گیا اور کہا: اے شیخ! اسے اور زیادہ مارو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔

ثواب کی امید:

ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تو وہ جمع ہو کر ایک آدمی کو مار رہے تھے۔ ایک آدمی جو خوب پٹائی کر رہا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ کہنے لگا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن میں نے دیکھا کہ اسے لوگ مار رہے ہیں تو میں بھی اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کیلئے اسے مارنے میں شریک ہو گیا۔

حضرت مریم علیہا السلام کون؟:

بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ بازار میں انار بیچ رہا ہے اور بازار والوں کو کھلا رہا ہے اور لوگ اس سے فقہی مسائل پوچھ رہے ہیں۔ اس کی کنیت "ابو جعفر" تھی۔ ایک عورت آئی اور مسئلہ پوچھنے لگی۔ اے ابو جعفر! بتائیے کہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام نبیہ تھی یا نہیں؟ تو اس نے کہا: نہیں۔ تو عورت نے پوچھا اے بیوقوف کہیں کے پھر وہ کیا

تھی۔ تو ابو جعفر نے کہا کہ وہ فرشتوں میں سے تھی۔

سنت ؟؟:

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں واسط گیا اور جمعہ کے دن سب سے پہلے جاکر جامع مسجد میں بیٹھ گیا۔ تو میں نے ایک لمبی داڑھی والا آدمی دیکھا کہ اتنی لمبی داڑھی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی وہ دوسرے آدمی سے کہہ رہا تھا کہ سنت کو مضبوطی سے پکڑو تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس نے پوچھا کہ وہ سنت کون سی ہے؟ تو کہنے لگا کہ وہ سنت ابو بکر بن عفان، عثمان الفاروق، عمر الصدیق، علی ابن ابی سفیان اور معاویہ بن شیبان کے ساتھ محبت ہے۔ اس آدمی سے میں نے پوچھا کہ معاویہ بن شیبان کون ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ حاملینِ عرش میں سے ایک صالح آدمی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب اور آپکی بیٹی عائشہ کا شوہر ہونے کی بنا پر آپ کا داماد ہے۔ (لا حول و لا قوۃ الا باللہ)

اصحابِ کہف:

بعض بیان کرتے ہیں کہ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جو کہ مل کر ایک آدمی کو مار رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس نے کیا جرم کیا ہے؟ تو کہنے لگے کہ یہ اصحابِ کہف کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ اصحابِ کہف کون ہیں؟ تو کہنے لگے کہ تم مومن نہیں ہو۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن مجھے فائدہ حاصل کرنا پسند ہے تو ایک شیخ نے کہا کہ اصحابِ کہف ابو بکر، عمر اور معاویہ بن ابی سفیان اور معاویہ حاملین عرش میں سے ایک ہیں۔ میں نے کہا: شیخ صاحب انساب اور مذاہب میں آپ کی مہارت نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ تو کہنے لگا: جی ہاں! علم ہم جیسے علماء سے حاصل کرو۔

ابو بکر افضل یا عمر رضی اللہ عنہما:

ایک آدمی نے دوسرے سے پوچھا کہ ابو بکر افضل ہیں یا عمر؟ تو وہ کہنے لگا کہ عمر افضل ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ تو کہنے لگا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جنازے میں شریک ہوئے لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔

پیشاب کی حفاظت:

ایک بے وقوف آدمی بیمار ہوا اور کسی حکیم کے پاس گیا۔ حکیم نے کہا کہ کل پیشاب محفوظ کر لینا تاکہ میں آکر دیکھ لوں۔ جب وہ بیوقوف آدمی حکیم کے ہاں سے نکلا تو کل تک پیشاب کو روک کر رکھا۔ جب حکیم اس کے پاس آیا تو کہنے لگا۔ اللہ کے بندے! تم دیر سے کیوں آئے کل سے پیشاب روک روک کر میرا مثانہ بالکل پھٹنے کے قریب ہے۔ تو حکیم نے کہا: بھائی! میں نے تو آپ سے یہ کہا تھا کہ پیشاب کسی برتن میں محفوظ کر لینا۔ پھر اگلے دن حکیم آیا تو وہ سبز برتن ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ حکیم نے دیکھ کر کہا: یہ کیا ہے؟ تو نے غلطی کی ہے کیا دنیا میں شیشہ ختم ہو چکا ہے۔ تم کسی بوتل یا پیالے میں پیشاب کر لیتے۔ پھر اگلے دن جب حکیم آیا تو اس نے لکڑی کے پیالے میں پیشاب کر کے حکیم کے سامنے حاضر کیا۔ اور اس سے کہا کہ تم خوانخواہ شک میں پڑے ہوئے ہو۔ آپ کو یہ پانی نظر نہیں آرہا۔ اسی میں میرا معاملہ حل کر دیجئے کہ یہ خطرناک ہے یا نہیں؟ حکیم نے کہا کہ جب تم نے مجھے قسم دی ہے تو اب میں ضرور کہوں گا کہ مجھے یہ خطرہ ضرور ہے کہ تم اپنی اس عقلِ کُل کی وجہ سے ضرور مر جاؤ گے اس بیماری سے کبھی نہیں مرو گے۔

بہترین نسخہ:

ایک احمق حکیم کسی مریض کو دیکھنے گیا۔ مریض نے اپنی بیماری بتائی تو حکیم نے یہ نسخہ بتایا کہ چوہے کے سر کے برابر کلونجی لے کر اس پر اس کی کھوپڑی کے برابر پانی ڈال کر کوٹ لو یہاں تک کہ وہ بلغم کی طرح لیسدار ہو جائے تو اسے پی لو۔ یہ سن کر مریض نے کہا کہ یہاں سے دفع ہو جا۔ تم پر خدا کی لعنت ہو اب تو مجھے روئے زمین پر موجود ہر دوائی سے گھن آنے لگی ہے۔

مقوّی شربت:

ایک بیوقوف حکیم نے اپنے پڑوسی کو شربت دیا۔ اس شربت نے اس پڑوسی کی

کھڑے کھڑے جان لے لی۔ حکیم خیریت دریافت کرنے آیا تو دیکھا کہ وہ مر چکا تھا۔ طبیب صاحب نے کہا: لا الہ الّا اللّٰہ کیا ہی مقوی شربت تھا۔ اگر یہ زندہ ہوتا تو اسے ایک سال تک دوسری دوا پینے کی ضرورت نہیں تھی۔

پچھنے لگواؤ:

حمام سے ایک آدمی کے کپڑے چوری ہو گئے تو وہ ننگا ہی حمام سے باہر نکل آیا۔ حمام کے دروازے پر ایک طبیب تھا جو کہ احمق تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس آدمی نے کہا کہ میرے کپڑے چوری ہو گئے ہیں۔ تو طبیب نے کہا کہ جلدی سے جا کر پچھنے لگوا لو تا کہ تم سے غم کی حرارت ہلکی ہو جائے۔

جنت میں داخلہ:

ایک آدمی کی والدہ وفات پا گئی۔ وہ بیٹھا رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے امی جان! اللہ مجھے پہلے موت دے دے۔ میری ماں! تو زانیہ ہو گی اگر ایسی جنت میں داخل ہوئی جس میں کوئی عورت داخل نہ ہوئی ہو۔

مردے پر سختی:

ایک آدمی کے بچے کا انتقال ہو گیا تو کسی نے اس سے کہا کہ فلاں آدمی کو غسل کے لئے بلاؤ۔ کہنے لگا: نہیں۔ اس کی میرے ساتھ دشمنی ہے وہ غسل میں میرے بچے پر سختی کر کے قتل کر دے گا۔

دو ملا کر ایک:

دو آدمی حج پر جاتے ہوئے راستے میں اکٹھے ہوئے تو ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ آپ نے کتنے حج کئے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اس حج کو ملا کر جس کیلئے ہم جا رہے ہیں ایک حج کیا ہے۔

مردہ آزاد:

ایک آدمی کی لونڈی فوت ہو گئی۔ جب اس کے کفن دفن سے فارغ ہوا تو کہنے لگا کہ

تم نے میرے سب حقوق ادا کردیئے لیکن میں نے اس کا بدلہ نہیں دیا۔ لوگو! گواہ رہو کہ یہ آزاد ہے۔

نیک ارادہ:

ایک بھکاری عورت ایک دروازے پر کھڑی ہو کر مانگنے لگی۔ گھر میں سے ایک آدمی نے کہا: اے کنجری عورت! چلی جا۔ تو اس عورت نے کہا کہ جب آپ مجھے کچھ دیتے نہیں تو پھر گالی کیوں دیتے ہیں؟ تو کہنے لگا کہ میرا ارادہ نیک تھا میں نے چاہا کہ تجھے ثواب ملے اور میں گنہگار ہو جاؤں۔

اس طرف بھی ہے:

ایک آدمی نے پیالے میں تلوں کا تیل خریدا۔ پیالہ بھر گیا تو تیل فروش نے کہا: تیل ابھی باقی ہے۔ کس چیز میں لے جاؤ گے۔ تو اس نے پیالے کو الٹا کر کے اس کے پیندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: اس میں تیل ڈال دو۔ تو تیل فروش نے باقی تیل اس میں ڈال دیا۔ وہ آدمی تیل لے کر چل پڑا۔ راستے میں ایک آدمی ملا۔ اس نے پوچھا۔ یہ تیل کتنے کا خریدا ہے؟ تو کہنے لگا ایک چاندی کے ٹکڑے سے۔ اس نے کہا اتنا تھوڑا تیل۔ تو اس نے پیالہ پلٹ کر دکھایا اور کہا: یہ بھی ہے۔ (اس طرح) سارا تیل ضائع کر دیا۔

قرض کا مطالبہ:

ایک آدمی کے دوسرے آدمی پر چار درہم قرض تھے۔ ایک دن وہ آکر تقاضہ کرنے لگا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں کل آپ کو دوں گا۔ تو قرض خواہ نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک آپ قسم نہ کھالیں کہ کل آپ ضرور دیں گے۔ اس نے قسم کھالی اگر آپ آئیں تو اس وقت تک نہ جائیں کہ وہ آپ کے ساتھ ہو اور اس پر گواہ قائم کر کے چلا گیا۔ کل پھر آکر تقاضہ کیا تو قرض دار نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے میں نے تو یہ قسم کھائی تھی کہ آپ نہ لوٹیں مگر اس طرح کہ وہ آپ کے ساتھ ہو یعنی آپ کی داڑھی۔ اس نے اس کی اس بات پر گواہ قائم کیا اور سیدھا حجام کے پاس پہنچ گیا اور داڑھی صاف کروا کے آیا

اور کہنے لگا کہ اب تو درہم لے کر ہی جاؤں گا۔

پانی کی ٹینکی:

ایک گروہ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی کی ٹینکی بھر دو۔ اس نے بہت سا پانی منتقل کیا اور کافی تاخیر کر دی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تاخیر کیوں ہوئی۔ چڑھ کر دیکھا تو غلام پانی کو ٹینکی میں ادھر ادھر کر رہا ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آپ لوگوں نے میرے ذمے یہ کام لگایا ہے کہ میں یہ بھر دوں حالانکہ میرے خیال میں یہ ایک مہینہ میں بھی نہیں بھر سکتی۔

چوری کا الزام:

ہمارے ایک دوست نے بیان کیا کہ ہمارے ہاں ایک آدمی پر چوری کی تہمت لگی اور وہ اس الزام میں پکڑا گیا اور اس کا قصہ چل نکلا۔ کچھ دنوں کے بعد آ کر مجھ سے کہنے لگا۔ آپ کو پتہ ہے کہ میں نجومی کے پاس گیا اور اسے کچھ مال دیا اس نے میرے لئے حساب لگایا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم! تو اس تہمت سے بَری ہے۔ اور تو نے کسی کی بھی چوری نہیں کی۔

تین دعائیں:

ایک آدمی نے جنازہ آتے دیکھ کر کہا: "لا الہ آلا اللّٰہ" ربی و ربّك اللّٰہ یعنی میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ دوسرے آدمی نے اس سے کہا کہ تو نے غلطی کی ہے۔ جب جنازہ دیکھو تو کہو: "اللّٰھمّ البسنا العافیۃ"۔ اے اللہ! ہمیں عافیت عنایت فرما۔ اسی بات پر دونوں لڑ پڑے اور ایک تیسرے آدمی کے پاس فیصلہ کرانے گئے تو اس نے کہا کہ جب تم جنازہ دیکھو تو یوں کہو۔ "سبحان اللّٰہ من یسبح الرعد بحمدہ و الملائکۃ من خیفتہ"۔ (حالانکہ یہ دعا بجلی کی گرج چمک کے وقت مانگی جاتی ہے)

ستارہ بکرا:

ایک نجومی نے ایک طرسوسی آدمی سے پوچھا کہ آپ کا ستارہ کون سا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تیس یعنی بکرا۔ اس بات پر حاضرین ہنس پڑے کہ نجوم اور کواکب میں تیس یعنی بکرا تو ہے

ہی نہیں۔ اس نے کہا: کیوں نہیں ہے۔ جب میں بیس سال کا بچہ تھا تو اس وقت مجھ سے کہا گیا تھا کہ تیرا ستارہ جدی بکری کا بچہ ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اب بکرا بن چکا ہوگا۔

کاتب کا غلام:

ایک کاتب کا غلام تھا۔ کاتب نے شام کے وقت دوستوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو غلام سے کہا کہ گھر جا کر چراغ لے آؤ۔ تو غلام کہنے لگا۔ میرے آقا! میں اس وقت اکیلا جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ پسند ہے کہ آپ اٹھ کر میرے ساتھ تشریف لے چلیں تا کہ میں چراغ اٹھا کر آپ ہی کے ساتھ واپس آؤں۔

حلوا بنانا:

ایک آدمی نے غلام سے کہا کہ آگ لے کر آؤ اور اسے سلگاؤ۔ غلام نے پوچھا میرے آقا! آگ کا کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں حلوا بنانا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر غلام نے کہا کہ جلدی سے مجھے ایک لقمہ کھلا دیجئے تا کہ میں جلدی آگ لے کر آؤں۔

اندر نکسیر:

ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو مکا مارا تو وہ چیخ کر بولا۔ تو نے مجھے خون آلود کیا ہے۔ اس نے دیکھا تو خون نہیں نکلا تھا۔ تو پوچھا کہ خون کہاں ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ مجھے اندر ہی اندر نکسیر پھوٹ پڑی ہے۔

ایک نے گھیر لیا:

دو آدمیوں نے ساٹھ آدمیوں کے ایک قافلے پر حملہ کر کے ان کا مال و اسباب اور کپڑے چھین لئے۔ قافلے والوں سے کسی نے پوچھا کہ دو آدمی تم سب پر کیسے غالب آ گئے؟ تو قافلے والوں نے کہا کہ ایک نے ہمیں گھیر لیا اور دوسرے نے ہمیں لوٹا۔ ہم کیا کر سکتے تھے۔

انصار میں سے:

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے ایسی بات کہی جس سے اسے غصہ آ گیا۔ تو اس نے

کہا تم مجھ سے اس طرح کی بات کرتے ہو حالانکہ میں انصار میں سے ایک ہوں۔ تو اس نے جواب دیا کہ ہمارے ہاں نصاریٰ اور یہود حق میں برابر ہیں۔

اونٹ اور کجاوہ:

ابن الرومیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک حکیم نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تم مریض دیکھنے جاؤ تو وہاں کھانے پینے کے اثرات وعلامات دیکھ کر اس کو نقصان دہ کھانے سے منع کرو۔ ایک دن وہ شاگرد مریض دیکھنے گیا تو وہاں گھر میں اونٹ کا کجاوہ پڑا دیکھ کر مریض سے کہنے لگا۔ خدا کی قسم! میں آپ کو کوئی دوائی نہیں بتاؤں گا۔ مریض نے کہا: کیوں؟ کہنے لگا۔ اس لئے کہ تو نے اونٹ کھایا ہے۔ مریض نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تو کبھی بھی نہیں کھایا۔ تو وہ کہنے لگا کہ پھر یہ کجاوا کہاں سے آیا۔

اذان کی آواز:

ابراہیم بن قعقاع بیان کرتے ہیں کہ ایک گروہ سحری کیلئے بیدار ہوا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ جا کر دیکھو کہیں اذان کی آواز تو نہیں آرہی؟ ایک آدمی گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہنے لگا۔ کھاتے پیتے رہو اس لئے کہ اذان کی آواز سنائی نہیں دے رہی مگر بہت دور سے۔

انگوٹھی:

آلِ ابی رافع کے ایک آدمی نے اپنی انگوٹھی پر یہ لکھوایا۔ میں فلاں بن فلاں ہوں اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو آمین کہے۔

سارنگی، طبلہ اور بانسری:

ایک دفعہ ایک آدمی بیمار ہوا جب اس کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اس نے سارنگی، طبلہ اور بانسری گھر میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ گھر والوں نے اس کا یہ فعل ناپسند کیا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے اس لئے یہ کیا ہے کہ میں نے یہ سنا ہے کہ جس گھر میں لہو ولعب کے آلات ہوں اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اگر ملک الموت فرشتوں میں سے ہوا تو یہ چیزیں

اسے مجھ سے دور رکھیں گی۔

غصب اور صدقہ:

ایک آدمی نے ایک شخص کی کوئی چیز غصب کر کے صدقہ کر دی۔ کسی نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا۔ میرا اس کی چیز غصب کرنا ایک برائی ہے اور اسے صدقہ کرنا دس نیکیاں ہیں تو ایک نیکی اس برائی کے عوض گئی باقی نو نیکیاں میرے لئے رہ گئیں۔

خاوند کا پیشہ:

ایک عورت سے اس کے خاوند کے پیشے کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہنے لگی میرا خاوند مسجد سے مساکین نکالنے کا متولی ہے میں نے اس کا کمرہ سامان وغیرہ بھی وہاں بھیج دیا ہے۔

کھاؤ!!:

ایک آدمی سے کہا گیا کھاؤ! کہنے لگا مجھے کھانے کی کیا ضرورت ہے میں نے تھوڑے سے چاول کھا کر انہیں بہت زیادہ کر لیا ہے یعنی وہ پھول کر بہت بڑھ گئے ہیں۔

نمک لگانا:

ایک گروہ ایک سردار کے پاس لونڈی کیلئے کفن مانگنے آیا جو مر گئی تھی۔ سردار نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں واپس چلے جاؤ۔ تو گروہ نے کہا کہ ہم اس پر نمک لگا دیتے ہیں یہ یوں ہی پڑی رہے گی یہاں تک کہ آپ مالدار ہو جائیں۔

دو بار یا تین بار:

ایک بیوقوف شیخ سے پوچھا گیا کہ یاد پڑتا ہے کہ آپ نے رمضان المبارک میں حج کیا تھا۔ تھوڑی دیر سوچ کر بولا۔ کیوں نہیں۔ میرے خیال سے دو بار اس طرح ہوا ہے یا تین بار۔

ماں سے پوچھو:

ایک بیوقوف سے پوچھا گیا کہ تمہارا پھوڑا کیسا ہے تکلیف کچھ کم ہوئی ہے یا نہیں؟

کہنے لگا۔ خدا کی قسم! مجھے کچھ پتہ نہیں میری ماں سے پوچھو۔

آسمان صاف ہے یا:

ایک آدمی نے اپنے غلام سے کہا کہ باہر جا کر دیکھو کہ آسمان صاف ہے یا ابر آلود ہے۔ وہ باہر گیا اور پھر واپس آ کر کہنے لگا۔ خدا کی قسم! بارش مجھے دیکھنے نہیں دیتی کہ میں دیکھ لوں آسمان ابر آلود ہے یا نہیں۔

مشورہ امانت:

ایک احمق آدمی نے ایک شخص سے کہا کہ مشورہ امانت ہوتا ہے۔ میں کل کپڑے دھونے کا ارادہ رکھتا ہوں کیا خیال ہے کل سورج طلوع ہوگا یا نہیں؟

شادی شدہ نہ کنواری:

ایک آدمی ابو حکیم فقیہہ کے پاس آیا۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ اس آدمی کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کا ایک شخص کے ساتھ نکاح کروا رہا تھا۔ شیخ ابو حکیم نے اس سے پوچھا کہ آپ کی بیٹی شادی شدہ ہے یا کنواری؟ اس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! یہ نہ کنواری ہے اور نہ ہی شادی شدہ بلکہ درمیانی ہے۔ شیخ نے کہا: پھر یہ کیا ہے؟ ان دونوں کے درمیان؟ یہ سن کر حاضرین ہنس پڑے۔ لیکن وہ احمق والد سمجھ نہ سکا۔

مر جاؤں گا:

ابو محمد بن معروف بیان کرتے ہیں کہ ایک عیسائی نوجوان ہمیشہ میرے ساتھ ساتھ رہا کرتا تھا وہ بہترین خطّاط اور شاعر تھا۔ البتہ وہم کا مریض تھا۔ اس نے اپنے متعلق یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ فلاں دن مر جائے گا۔ وہ دن آیا لیکن وہ صحیح سالم رہا۔ تو وہ اپنی بیوی سے لڑنے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے کھرل اٹھا کر اس سے اپنی بیوی کا سر کوٹ ڈالا جس سے وہ مر گئی۔ اس نے بہت شور مچایا اور کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ آج میں ختم ہو جاؤں گا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آج میں مر جاؤں گا۔ ابھی پولیس والے پہنچ جائیں گے اور مجھے پکڑ کر قتل کر دیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ میں خود اپنے آپ کو قتل کر دوں۔ چنانچہ اس نے چھری

لی اور اس سے پیٹ چاک کرنے لگا۔ا۔ میں زندگی کی محبت نے اسے مجبور کیا اور وہ پیٹ چاک نہ کر سکا اور چھری ہاتھ سے گر گئی۔ پھر یہ کیا کہ چھت پر چڑھ کر اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ پھر بھی نہیں مرا۔ لیکن اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اتنے میں پولیس والے آئے اور اسے پکڑ لیا اور وہ رات کے آخری حصے میں فوت ہو گیا۔

مسخ شدہ جانور:

ابوالحسن علی بن نظیف متکلم بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بغداد میں ایک شیخ آتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک آدمی کے پاس جاتا تھا اس پر شیعہ ہونے کی تہمت تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ اس کے سامنے بلی ہے اور وہ اس پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ وہ اس کی آنکھوں اور کانوں کے درمیان ہاتھ پھیر رہا تھا اور بلی کے آنسو بہہ رہے تھے جیسا کہ بلیوں کی فطرت ہوتی ہے۔ وہ خود بھی شدت سے رو رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا: بد بخت! دیکھتے نہیں کہ جب میں ہاتھ پھیرتا ہوں تو یہ بلی روتی ہے۔ یہ میری ماں ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ مجھے دیکھ کر حسرت سے رو رہی ہے۔ پھر اس نے بلی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا شروع کیا۔ اس کا گمان یہ تھا کہ یہ اس کی بات سمجھ رہی ہے۔ جبکہ بلی آہستہ آہستہ غرا رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ بلی تمہاری بات سمجھ رہی ہے؟ کہنے لگا۔ ہاں میں نے کہا۔ پھر تم مسخ شدہ جانور ہو اور یہ انسان ہے۔

موٹی قمیض:

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں کرخ میں ایک نانبائی کے پاس سے گزرا جو اپنی دکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی تھی اور بہت موٹی نئی قمیض پہنے ہوئے تھا حالانکہ اس وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ مجھے اس سے بہت تعجب ہوا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے کس چیز نے آپ کو یہاں کھڑے ہونے پر مجبور کیا؟ میں نے کہا میں اس سخت گرمی میں آپ کی نئی موٹی قمیض پر صبر سے تعجب میں مبتلا ہوں۔ اس نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ تجھے عزت سے رکھے۔ تو نے سچ کہا: بات اصل میں یہ ہے کہ میرے پاس روئی زیادہ ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں یہ پرانی قمیض جولاہے کے حوالے کروں تاکہ اس کے ذریعے اس

گرمی والی قمیض کی لمبائی مختصر کروں۔ میں نے کہا: پھر تو میرا تعجب صحیح تھا۔

ناکامی بھوننا:

اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک تاجر کی عیادت کیلئے گیا۔ اس کی لمبی داڑھی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ آپ نے کیا کھایا ہے؟ تو کہنے لگا کہ انہوں نے میرے لئے خاسرہ (ناکامی) کو بھون لیا اور میں نے خارَہ (دہی) کھائی۔

فخر جنیدی کے گھوڑے:

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اصمعی نے بتایا کہ ہارون الرشید کے سامنے مصری گھوڑے پیش کیے گئے۔ جو گھوڑا بھی گزرتا اس پر ''نتاج الفخر الجنیدی'' یعنی فخر جنیدی کے گھوڑے کا بچہ لکھا ہوتا۔ ہارون الرشید نے کہا: بتاؤ جنیدی کون ہے؟ کہ ہر گھوڑے کا بچہ اس کا ہے۔ اس کی نشاندہی کرانے کا حکم دیا گیا۔ عاملِ مصر کی طرف خط لکھا گیا۔ اس نے اس کا سراغ لگا کر بھیج دیا۔ جب وہ آیا تو ہارون الرشید نے اسے دروازے سے داخل ہوتے دیکھا تو اس کی ناف تک لمبی اور بغلوں تک چوڑی داڑھی تھی۔ چلنے میں جلد بازی کرتا اور ادھر ادھر دیکھتا تھا۔ یہ دیکھ کر ہارون نے کہا: ربّ کعبہ کی قسم! یہ آدمی بیوقوف ہے۔ جب قریب آیا تو ہارون نے کہا: اے جنیدی! اتنے گھوڑے تیرے پاس کہاں سے آئے؟ کہنے لگا یہ اللہ تعالیٰ کا رزق اور اس کا فضل ہے۔ جب دیکھا کہ یہ تو بیوقوف ہے۔ تو کہا: اے جنیدی! آپ کی داڑھی کیسی خوبصورت ہے۔ جنیدی نے کہا: امیر المؤمنین! اسے بطور خلعت قبول فرمالیں اور اس کے ساتھ ساتھ گھوڑے بھی۔ یہ دونوں آپ پر قربان ہوں۔ اس لئے کہ آپ کی قدر میرے نزدیک سب سے عظیم قدروں میں سے ہے اور آپ کی کرامت وعزت میرے ہاں بہت زیادہ عزیز ہے۔ یہ سن کر ہارون الرشید نے چیخ کر کہا۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ تم پر خدا کی لعنت ہو۔ پھر حکم دیا اس کو فوراً نکال دو۔ اس نے مجھے ہر قسم کا مکروہ کلام سنایا۔ اس پر اور اس کے ساتھ اس کے گھوڑوں پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔

موت کا لعاب:

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ ابوحیہ نمیری کے پڑوسی نے بیان کیا کہ ابوحیہ نمیری کے پاس ایک تلوار تھی جس کے پھل اور دستے میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ابوحیہ نے اس کا نام "لعاب المنیّة" یعنی "موت کا لعاب" رکھا ہوا تھا۔ ایک رات میں نے جھانک کر دیکھا کہ وہ یہی تلوار سونت کر گھر کے دروازے پر کھڑا ہے اس نے کوئی آہٹ سنی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اے ہم پر دھوکا کھانے والے۔ ہم پر جرأت کرنے والے۔ خدا کی قسم! تم نے اپنے لئے برا انتخاب کیا ہے۔ جس سے بھلائی کم ہے۔ چمکتی تلوار "لعاب المنیّہ" جس کی شہرت تم نے سن رکھی ہے۔ اس کی ضرب مشہور ہے یہ کُند نہیں ہوتی۔ یہاں سے نکل جا۔ میں تجھے معاف کرتا ہوں تجھے سزا دینے نہیں آؤں گا۔ خدا کی قسم! اگر میں قیس کو بلاؤں تو میدان آدمیوں اور گھوڑوں سے بھر جائے گا۔ سبحان اللہ! کیا ہی کثیر تعداد اور بہترین لشکر ہے۔ پھر جب دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ کتا تھا۔ وہ نکل کر چلا گیا۔ اس نے دیکھ کر کہا شکر ہے اللہ کا۔ جس نے تجھے مسخ کر کے کتا بنا دیا اور میری جنگ اپنے سر لے لی۔

نام رکھا محمد:

فضل بن مرزوق نے لوگوں سے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ میرا مال کیسے زیادہ ہوا؟ لوگوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم۔ تو کہنے لگا۔ اس لئے زیادہ ہوا کہ میں نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اپنا نام محمد رکھا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا نام محمد ہوا تو پھر مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ کچھ بھی کہیں۔

طبری چادر:

مزرودی بیان کرتے ہیں کہ احمد جوہری نے چار سو درہم کی ایک سفید طبری چادر خریدی۔ لیکن لوگوں کے ہاں وہ قوہی تھی طبری نہیں تھی جس کی قیمت سو درہم تھی۔ جوہری نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ طبری چادر ہے تو مجھے لوگوں کے کہنے کی کوئی پرواہ نہیں۔

دولونڈیوں والا:

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ ابوخزیمہ کی کنیت ''ابوالجاریتین' یعنی دولونڈیوں والا'' تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ کنیت کیوں رکھی ہے حالانکہ تم فقیر ہواور دولونڈیاں تیری ملکیت میں نہیں ہیں۔ ابھی ابھی وہ دونوں مجھے فروخت کرو پھر جو مرضی کنیت رکھو۔ تو کہنے لگا: خدا کی قسم! نہیں۔ میں دنیا و مافیہا کے بدلے میں بھی انہیں فروخت نہیں کروں گا۔

رہٹ کے پاس:

ثمامہ بن اشرس کہتے ہیں کہ ایک آدمی تھاوہ ہر صبح رہٹ کے پاس آتا۔ سخت سردی اور گرمی میں رہٹ والوں کے ساتھ آتے جاتے مشقت کے عالم میں مصروف کار رہتا۔ شام کے وقت نہر میں اتر کر وضو کرتا اور نماز پڑھ کر یوں دعا مانگتا۔ اے اللہ! مجھے اس عمل کی وجہ سے فراخی عطا فرما پھر گھر لوٹ جاتا اور مرنے تک یہی کرتا رہا۔

درد ہوتا ہے:

اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ اسحاق بن عیسٰی کے غلام یزید نے بیان کیا کہ ہم اپنے ایک دوست کے گھر میں تھے کہ ہم میں سے ایک آدمی دوسرے کمرے میں قیلولہ کرنے چلا گیا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ اتنے میں اس کے چیخنے کی آوازیں آنے لگیں ہم سب گھبرا گئے اور اس کے پاس جا کر پوچھا۔ تجھے کیا ہوا ہے؟ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بائیں پہلو پر لیٹا ہوا ہے اور اپنے خصیے کو ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ ہم نے کہا: بھائی! ہوا کیا تھا؟ کہنے لگا کہ جب میں اپنے خصیے کو مسلتا ہوں تو اس میں درد اٹھتا ہے۔ جب درد ہوتا ہے تو میں چیخ اٹھتا ہوں۔ ہم نے کہا کہ اسے مت مَسلو۔ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ کہنے لگا: انشاء اللہ! اب ایسے ہی کروں گا۔ جزاکم اللہ خیرا۔

ٹڈی ہے یا زنگی:

کہتے ہیں کہ ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک جگہ سے گزر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں

کہ ایک زرد رنگ والا آدمی ہے گویا کہ وہ ٹڈی ہے یا زنگی ہے۔ وہ پچھنے لگوار ہا تھا اور خون چوس رہا تھا۔ قریب تھا کہ اس کو قے ہو جاتی۔ میں نے کہا: اے شیخ! کیوں پچھنے لگوار ہے ہو۔ کہنے لگا: اپنے اوپر سے اس زردی کو ہٹانے کیلئے۔

ٹکڑا خرچ کیا:

ہمارے دوستوں میں سے ایک آدمی کا غلام تھا اس نے اسے کوئی چیز خریدنے کیلئے چاندی کے ٹکڑے دیئے۔ ان میں ایک ٹکڑا ناقص تھا۔ غلام نے کہا: اے میرے آقا! یہ ٹکڑا ایسا ہے جسے کوئی بھی نہیں لے گا۔ آقا نے کہا کہ کوشش کرلو اور جیسے بھی ہو اسے خرچ کر ڈالو جب وہ خریداری کر کے واپس آیا تو کہنے لگا کہ میں نے اسے خرچ کر دیا۔ ہے۔ آقا نے کہا: کیسے کیا؟ تو کہنے لگا کہ میں نے دوکاندار کو پرکھنے کے وقت بے خبری میں رکھا اور ٹکڑے کو اس کے ترازو میں پھینک دیا۔

خواب کی تعبیر:

ہمارے ایک بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک آدمی معبر کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے گیا اور کہنے لگا کہ میں نے خواب دیکھا۔ گویا میرے ساتھ دو آدمی ہیں اور ہم فلاں آدمی کے پاس کسی کام سے جا رہے ہیں۔ معبر نے کہا کہ کیا آپ ان دونوں آدمیوں کو جانتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں ان میں سے ایک کو جانتا ہوں اس کا گھر باب بصرہ میں ہے اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے اسی ساتھی سے دوسرے آدمی کے متعلق پوچھوں کہ وہ کون تھا۔

قرآن قدیم ہے:

ہمارے زمانے میں ایک شخص نے سنا کہ کچھ لوگ قرآن کریم کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ بعض کہہ رہے تھے کہ قرآنِ کریم قدیم نہیں ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ یہ لوگ کتنے بیوقوف ہیں اللہ تعالیٰ تو پانچ سو سال سے قرآنِ کریم سے تکلم فرماتے ہیں تو پھر کیسے یہ قدیم نہیں ہے۔

بہترین طریقۂ وزن:

ہمارے زمانے میں ایک آدمی نے دوکاندار سے دو رطل شیرہ خریدا اور پھر اسے شیرہ ڈالنے کیلئے برتن دیا۔ وہ شیرہ ڈبے سے برتن میں ڈالتا رہا اور ترازو کے دوسرے پلڑے میں رطل کا باٹ نہیں رکھا۔ جب دیکھا کہ پلڑا جھکتا ہی جا رہا ہے تو وہ شیرہ کم کرتا اور برتن میں رکھتا۔ وہ پلڑا پھر جھکتا تو یہ دوبارہ کم کر کے پھر رکھتا۔ آخر خریدار سے کہنے لگا کہ میرے خیال میں اس میں کچھ نہیں بچے گا۔ تو خریدار بولا کہ یہ برتن تین رطل کے برابر ہے اگر آپ ترازو کے پلڑے برابر کرنا چاہتے ہیں تو آدھا برتن توڑ دیں ورنہ دونوں پلڑے برابر نہیں ہوسکیں گے۔

بیوقوف کا خط:

میں نے ایک بیوقوف کا خط پڑھا۔ اس بیوقوف نے خط پڑھ کر اس پر لکھا تھا کہ میں نے اس خط میں دیکھا۔ غذائیں سستی ہیں اور سفید آٹا ایک دینار اور ایک دانق کا ہے اور اَن چھنا آٹا اٹھارہ قیراط کا ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان قیموں کو ہمیشہ ایسا ہی رکھیں گے۔

بیوقوف نے لکھا:

ایک اور بیوقوف نے ایک کتاب پر لکھا کہ اس کتاب میں ابن فلاں نے دیکھا ہے اور میں داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ کی اولاد میں سے ہوں اور موسیٰ سفاح کے بھائی ہیں۔

ایک سو بیس:

ایک بھائی نے بیان کیا کہ میں ''تکریت'' میں تھا۔ وہاں ایک آدمی نے نانبائی سے دو سو بیس رطل کی روٹی ایک دینار کے بدلے میں خریدی۔ پھر ہر روز تھوڑی تھوڑی لیتا رہا۔ حتی کہ ایک دن دونوں حساب کرنے لگے۔ نانبائی نے کہا کہ تو نے ایک سو بیس رطل روٹی لی ہے اور ایک سو بیس باقی ہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ چھوڑ دو اور مجھے دینار دے دو۔ نانبائی فریاد کرنے لگا کہ بھائی میں ایسے کیسے کرسکتا ہوں؟ تو اس نے کہا کہ کیا آپ کے پاس میرے

ایک سو بیس رطل نہیں ہیں اور میرے آپ کے پاس ایک سو بیس رطل نہیں ہیں؟ کہنے لگا کہ ایک سو بیس کو ایک سو بیس کے بدلے میں چھوڑ دو اور مجھے ایک دینار دے دو۔ تو لوگ جمع ہو گئے اور پھر ان کا معاملہ امیر کے سپرد کر دیا گیا۔

سر کے بال:

ایک قریشی اپنی بیوی کے پاس واپس آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی نے سر کے بال منڈوائے ہوئے ہیں جبکہ اس کے بال عورتوں میں سے سب سے خوبصورت تھے۔ شوہر نے کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگی کہ دروازہ بند کرنے لگی تھی کہ اچانک ایک آدمی کی مجھ پر ہلکی سی نگاہ پڑی۔ میں اس وقت ننگے سر تھی۔ تو میں نے سر کے بال منڈوا دیئے۔ میں وہ بال کیسے چھوڑ دیتی جن پر غیر محرم کی نگاہ پڑی ہو۔

داڑھیاں صاف کرو:

اسی طرح کا ایک واقعہ ہمیں یہ بھی پہنچا ہے کہ ایک خطیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ داڑھیاں صاف کرو یہ شیطان کی جگہوں میں اگتی ہیں۔

قرآن میں غلطی:

ایک عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک احمق نے قرآن کریم کا نسخہ دیکھ کر کہا کہ اس میں دو غلطیاں ہیں انہیں ٹھیک کر لو۔ پوچھا گیا کہ وہ غلطیاں کونسی ہیں؟ تو کہنے لگا کہ ایک تو "کلّ بنّاء و غواص" ہے یہ غلط ہے۔ یہ "کلّ بنّاء و جصاص" ہونا چاہئے اور دوسری غلطی "و التّین و الزّیتون" میں ہے۔ یہ "و الجبن و الزّیتون" ہونا چاہئے۔

جمعہ میں عدم شرکت:

ایک دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک آدمی جمعہ کے دن اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا اور بارش کی وجہ سے سیلاب آرہا تھا۔ اس نے ایک راہگیر سے پوچھا اے بھائی! یہ پانی بارش کی وجہ سے ہے؟ اس نے کہا: کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟ تو کہنے لگا کہ میں چاہتا تھا کہ

جمعہ کی نماز میں شرکت نہ کرنے کیلئے دوسرے کی پیروی کروں اور اپنے علم پر عمل نہ کروں۔

بیوی کو طلاق:

ابوبکر صولی بیان کرتے ہیں کہ اسحاق نے کہا: ہم خلیفہ معتصم کے پاس تھے کہ اس کی خدمت میں ایک لونڈی پیش کی گئی۔ معتصم نے پوچھا۔ بتاؤ یہ کیسی ہے؟ حاضرین میں سے ایک نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے اس جیسی کوئی اور پیدا کی ہو تو میری بیوی کو طلاق۔ دوسرے نے کہا کہ اگر میں نے اس جیسی خوبصورت دیکھی ہو تو میری بیوی کو طلاق۔ تیسرے نے کہا: میری بیوی کو طلاق۔ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ معتصم نے کہا: پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا: پھر کچھ نہیں۔ معتصم اتنا ہنسا کہ لیٹ گیا اور کہنے لگا۔ ارے بد بخت! تو نے یہ کیا کیا؟ تو اس نے کہا: میرے آقا! ان دو بیوقوفوں نے تو کسی وجہ سے طلاق دی ہے اور میں نے بلا وجہ دی ہے۔

اللہ ہی واقف ہے:

ایک بے وقوف آدمی کوئی گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا تو اس سے پوچھا گیا کہ آپ ابلیس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو کہنے لگا کہ باتیں تو اس کے متعلق بہت سی سننے میں آتی ہیں مگر اندرونِ خانہ اللہ ہی واقف ہے۔

بیوقوف کا گدھا:

ایک بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک بیوقوف آدمی گدھا لے کر جا رہا تھا۔ رفقاءِ سفر میں سے ایک ذہین آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں اس بیوقوف سے گدھا لے سکتا ہوں اور اسے پتہ بھی نہیں چلے گا۔ ساتھی نے کہا کہ تم یہ کیسے کر سکتے ہو حالانکہ لگام اس کے ہاتھ میں ہے؟ تو وہ آدمی آگے بڑھا گدھے کی لگام کھول کر اپنے گلے میں ڈال لی اور اپنے ساتھی سے کہا کہ گدھا لو اور بھاگ جاؤ۔ اس نے گدھا لے لیا اور چلا گیا اور یہ گدھا بن کر بیوقوف کے پیچھے چلتا رہا۔ کچھ دیر لگام اس کی گردن میں رہی پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ بیوقوف کھینچتا لیکن وہ نہ چلتا۔ بیوقوف نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کہنے لگا کہ گدھا کہاں گیا؟ اس نے کہا کہ میں ہی تو ہوں۔ اس بیوقوف نے کہا: وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ اصل میں بات یہ تھی کہ میں اپنی ماں کی

نافرمانی کرتا تھا تو میں مسخ ہو کر گدھا بن گیا اور اتنی مدت تمہاری خدمت کرتا رہا۔ اب میری ماں مجھ سے راضی ہوئی تو میں پھر انسان بن گیا۔ بیوقوف نے کہا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں نے کیسے آپ سے خدمت لی حالانکہ آپ انسان تھے۔ اب جایئے اللہ کے حوالے۔ تب وہ آدمی چلا گیا۔ اور بیوقوف نے واپس گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ تمہیں پتہ ہے اس طرح کا معاملہ ہوا۔ ہم انسان کو خدمت کیلئے استعمال کرتے رہے اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔ اب ہم کیسے اس کا کفارہ ادا کریں اور کیسے توبہ کریں۔ بیوی نے کہا کہ جتنا ممکن ہو صدقہ کرو۔ بیان کرتے ہیں کہ چند دن تو وہ بیوقوف بغیر گدھے کے ہی رہا۔ پھر بیوی نے کہا کہ آپ کو ہل وغیرہ چلانے کیلئے گدھا چاہئے جا کر کام کیلئے گدھا خرید لو۔ وہ بازار گیا تو وہی گدھا بک رہا تھا بیوقوف آگے بڑھا اور منہ اس گدھے کے کان کے قریب کر کے کہنے لگا۔ اے کم بخت! پھر تو نے ماں کی نافرمانی کی ہے۔

نیزے کی چوڑائی:

ایک دن موسیٰ بن عبدالملک کے پاس اسلحہ خانے کا انچارج آیا اور کہا: امیر المؤمنین یعنی خلیفہ متوکل نے پیغام بھیجا ہے کہ ایک ہزار نیزے خریدو اور ہر نیزے کی لمبائی چودہ گز ہونی چاہئے۔ موسیٰ نے کہا کہ یہ تو لمبائی ہوئی اور چوڑائی کتنی ہو؟ یہ سن کر لوگ اس پر بہت ہنسے لیکن اسے احساس تک نہ ہوا۔

کتاب الصدقات:

مبرّد بیان کرتے ہیں کہ منتصر کی موجودگی میں ابن رباح ''کتاب الصدقات پڑھ رہے تھے کہ ''فی کل ثلاثین بقرۃ تبیع'' کہ ہر تیس گائیوں میں ایک تبیعہ یعنی بچھڑا زکوۃ دینا واجب ہے۔ تو منتصر نے پوچھا کہ تبیع کیا ہے؟ تو احمد بن خصیب نے کہا: تبیع گائے اور اس کے شوہر کو کہتے ہیں۔

میرے باپ کا شعر:

احمد بن خصیب نے ایک گلوکارہ کو یہ گاتے ہوئے سنا۔

انّ العیون الّتی فی طرفھا مرض   قتلننا ثم لم یحیین قتلانا

''وہ آنکھیں کہ جن کے دیکھنے میں بیماری ہے انہوں نے ہمیں قتل کیا پھر ہمارے مقتولوں کو زندہ نہیں کیا''۔

یہ سن کر احمد بن خصیب کہنے لگا کہ یہ شعر میرے باپ کا ہے۔

پروانے سے جھگڑا:

سہل بن بشر حکومتِ دیلمیہ میں اونچی شخصیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ احمق بھی تھے۔ وہ پروانے کو گالیاں دینے لگے۔ تو اسے ان کی طرف پھیر دیا گیا۔ وہ اٹھ کر دوڑنے لگے کہ اچانک ان کی پگڑی گر گئی۔ تو پگڑی اٹھا کر اسے پھاڑا اور منہ میں چبانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی یہ کہنے لگے۔ خدا کی قسم! میں اور میرا دل ٹھنڈا ہو گیا پھر واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔

زمزم کا کنواں:

ایک شخص نے قاضی کے پاس ایک آدمی کی گواہی دی۔ جس آدمی کے خلاف گواہی دی تھی اس نے کہا: قاضی صاحب! آپ اس کی گواہی قبول کر رہے ہیں حالانکہ اس کے پاس بیس ہزار دینار موجود ہیں اور اس نے بیت الحرام کا حج نہیں کیا۔ تو وہ کہنے لگا کہ کیوں نہیں۔ میں نے حج کیا ہے۔ تو مخالف آدمی نے کہا: قاضی صاحب! اس سے زمزم کے بارے میں پوچھیں۔ تو وہ گواہ کہنے لگا کہ میں نے تو اس وقت حج کیا تھا جب زمزم کا کنواں نہیں کھودا گیا تھا اس لئے میں نے نہیں دیکھا۔

دیوار کی چیکنگ:

ابوالحسن بن ہلال صابی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی انجینئر کو دیوار دکھانے لایا جس میں نقصان کا اندیشہ تھا۔ اتفاق سے اس وقت اس کی ماں کپڑے دھو رہی تھی جس کی وجہ سے انجینئر کو اندر لانا ممکن نہیں تھا۔ تو اس نے ایک تھال میں دیوار کی مٹی ڈال کر انجینئر کے پاس لا کر کہا کہ آج گھر میں داخل ہونا آپ کیلئے ممکن نہیں یہ اس دیوار کی مٹی ہے۔ دیکھ لو اور

اس میں نقصان معلوم کرو۔ یہ دیکھ کر انجینئر نے کہا کہ میں کل آپ کے پاس آؤں گا اور ہنس کر واپس چل دیا۔

شیخ کشفیلی کی حماقت:

بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک شافعی فقیہہ تھا جو کہ کشفیلی کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے علم میں اتنی ترقی کی کہ ابو حامد اسفرائینی کے مرتبہ تک جا پہنچا۔ اور اس کی موت کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس کو خراسان میں بہت چھوٹا اور چوڑا عمامہ ہدیہ کیا گیا۔ میں نے کہا: اے شیخ! اسے کاٹ کر سی لو (تاکہ یہ لمبا ہو جائے) اور اس سے پگڑی باندھنا آسان ہو جائے۔ جب میں نے اگلے دن اس کے سر پر پگڑی دیکھی تو انتہائی بری لگ رہی تھی۔ جب میں نے غور کیا تو اس نے چوڑائی میں کاٹ کر سیا تھا جس سے اس کی چوڑائی ایک بالشت جتنی ہو گئی تھی اور لمبائی اس کی آدھی سے بھی کم ہو چکی تھی۔ میں اس سے بہت حیران ہوا اور دوبارہ اس سے کچھ بھی نہیں کہا۔

لاستّ الّا اللہ:

ابو منصور الفرج کی قریبی رشتہ دار عورت وفات پا گئی۔ ابو منصور سردار تھا۔ تو لوگ اس کے پاس اس کی تعزیت کیلئے جمع ہونے لگے۔ جب جنازہ نکلا تو عورتیں پیٹنے لگیں اور کہنے لگیں۔ "واستّاہ واستّاہ" جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ تو یہ بات اس عورت کے خاوند کو بہت ناپسندیدہ لگی تو اس نے کہا: "لاستّ الّا اللہ" کہ چھ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور ان پر چیخنے لگا۔ یہ سن کر تمام لوگ ہنسنے لگے۔ اس طرح غم کا مقام ہنسی کا مقام بن گیا۔

دنبے کی چکتی:

ابو عیسیٰ قصاب نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے پاس دنبے کی چکتی خریدنے کیلئے ایک ہیبتناک شخص آیا۔ میں نے اسے چھوٹی سی چکتی دکھائی تو کہنے لگا کہ آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ تو گائے کی چکتی ہے مجھے دنبے کی چکتی چاہئے۔ تو میں نے کہا کہ گائے کی چکتی تو ہوتی ہی نہیں۔ کہنے لگا کہ یہ بات کسی اور سے کہنا مجھے بیوقوف مت بناؤ۔ تو میں نے اسے

دوسری چکتی نکال کر دکھائی جو اسے بہت ہی پسند آئی اور اس سے وہ بہت خوش ہوا۔

وہ بھی مر گئے:

ایک سال بہت زیادہ سیلاب آیا تو ایک احمق آدمی کہنے لگا کہ وہ لوگ بھی مر گئے جو کبھی نہیں مرتے تھے۔

یہی وہ آخری بات تھی جو کہ ہمیں بیوقوفوں اور مغفلین کے بارے میں پہنچی۔

حاشیہ جات

1- جاحظ: نام عمرو بن بحر ہے اور ان کا لقب جاحظ ہے۔ ادب کے بڑے اماموں میں سے ہیں۔ اور معتزلی فرقہ جاحظیہ کے سردار ہیں۔ ان کی کثیر تالیفات ہیں۔ طویل عمر پائی۔ تاریخ وفات ۲۵۵ھ ہے۔

2- احمد بن عمر برکی: ان کا نام ابوالعباس احمد بن عمر بن احمد برکی حنبلی ہے۔ خطیب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے روایات نقل کی ہیں اور یہ صادق تھے۔ تاریخ وفات ۴۴۱ھ ہے۔

3- حمید طوسی: نام حمید طوسی ہے۔ خلیفہ مامون الرشید عباسی کے لشکر کے بڑے سرداروں میں سے تھے۔ بہت بہادر اور شجاع آدمی تھے۔ تاریخ وفات ۲۰۸ھ ہے۔

4- ثمامہ: نام ثمامہ بن اشرس نمیری ہے۔ مسلکاً معتزلی ہے۔ اور معتزلہ کے بڑوں میں سے ہے۔ اس کے متبعین کو ثمامیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پہلے ہارون الرشید کے ساتھ رہا۔ بعد ازاں مامون الرشید کے ساتھ رہا۔ تاریخ وفات ۲۱۳ھ ہے۔

5- کثیر: نام کثیر بن عبدالرحمن ہے۔ غزل کہنے والے شعراء میں سے ہے۔ کثیر عزہ کے نام سے مشہور ہوا۔ عزہ بنت حمید ضمری کی وجہ سے اس نے شہرت پائی تھی کہ اسی کے نام سے جانا جانے لگا۔ تاریخ وفات ۱۰۵ھ ہے۔ جاحظ نے اسے احمقوں میں شمار کیا ہے۔

6- قاضی القضاۃ ماوردی: نام علی بن محمد بن حبیب ابوالحسن ماوردی ہے۔ اپنے زمانے میں قاضی القضاۃ تھے۔ بہت سی نافع کتب کے مصنف ہیں۔ خلیفہ قائم بامر اللہ عباسی کے عہد میں قاضی القضاۃ بنے (یعنی چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز ہوئے) تمام عباسی خلفاء کے ہاں بلند مقام ومرتبہ کے حامل رہے ۴۵۰ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ اور ماوردی انہیں اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ عرقِ گلاب بیچا کرتے تھے۔ (عربی میں گلاب کو "وَرْدَۃ" کہتے ہیں) ان کی تصانیف میں سے مشہور "اعلام النبوۃ"، "الاحکام السلطانیۃ" اور "ادب الدنیا والدین" ہیں۔

7- امام مسلم نے "باب الطہارۃ" میں نقل کیا۔ حدیث نمبر ۵۲ ہے۔ امام بخاری نے اسی باب میں حدیث نمبر ۵۸۹۲ کے تحت نقل کیا۔ امام احمد نے ۱۶/۲ کے تحت اور امام ترمذی نے حدیث نمبر ۲۷۶۳ کے تحت جبکہ امام نسائی نے ۱۱۶/۱ اور ۱۲۹/۸ کے تحت نقل کیا۔

8- ابو اسود: ان کا نام ظالم بن عمرو ہے اور ابو اسود ان کی کنیت ہے۔ تابعین، فقہاء شعراء، محدثین، اشراف، شہسوار، امراء اور نحویوں میں مشہور ترین ہیں۔ لوگوں میں سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ رہنے والوں میں سے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ ہی سے علم نحو حاصل کیا۔ تاریخ وفات ۹۹ھ ہے۔

9- حامد بن عباس: نام ابو محمد حامد بن عباس ہے۔ عباسی عمال میں سے وزیر ہیں۔ خلیفہ مقتدر باللہ کے ۳۰۶ھ میں وزیر ہوئے پھر ۳۱۱ھ میں معزول ہوئے۔ خلیفہ نے انہیں قید کر لیا اور واسط بھیج دیا۔ وہاں زہر سے وفات پائی۔

10- ابن رومی: نام ابوالحسن علی بن عباس رومی ہے۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی گزاری۔ یونانی ادب اور عربی ثقافت سے متاثر تھے۔ ان کے اشعار عربی ادب میں جدت، تنسیق منطق اور عمدہ اسلوب کی بنا پر نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ تاریخ وفات ۲۸۳ھ ہے۔

الحمد للہ وحدہٗ۔ آج بروز سوموار بتاریخ ۳۰ اکتوبر ۲۰۰۶ء بمطابق ۶ شوال ۱۴۲۷ھ ترجمۂ اخبار الحمقیٰ والمغفلین اپنے اختتام کو پہنچا۔

فقط

والسلام

مترجم محمد عابد عمران انجم مدنی

فاضل بھیرہ شریف

و صلّی اللہ علی سیّدنا و مولٰنا محمد و علی آلہ

و اصحابہ و اولیاء امّتہ اجمعین

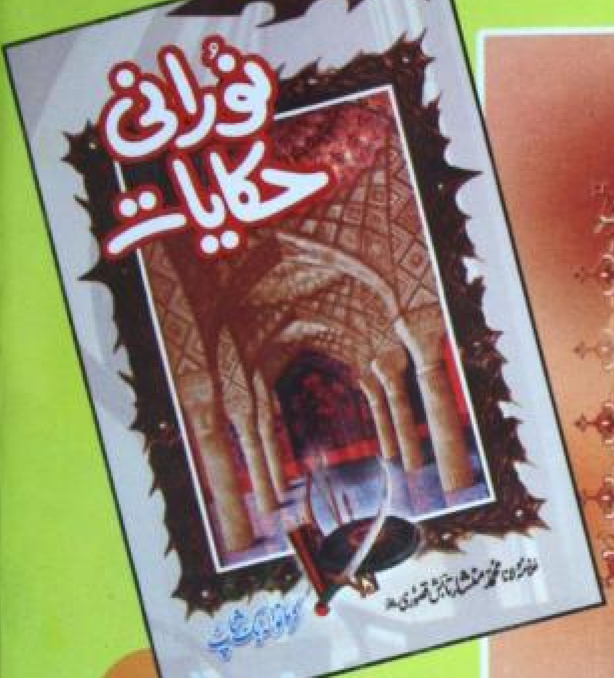

کشف المحجوب

حضرت سید مخدوم علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش

مترجم
الحاج بشیر حسین ناظم

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور
Voice:+92-42-7249515